یا اللہ مدد
سُنَّةَ مَنْ قَدْ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ رُّسُلِنَا وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِيْلًا
عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي
وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ۔ (الحدیث)
ہم سنی کیوں ہیں؟
بجواب:
میں شیعہ کیوں ہوا؟
روافض کے ۱۱۰ سوالوں کا جواب
تالیف: مولانا حافظ مہر محمد میانوالوی مدظلہ
جس میں بڑی محنت و جستجو سے شیعہ کے ۱۱۰ سوالوں کا علمی، تحقیقی، الزامی مسکت جواب فریقین کی معتبر و مستند کتابوں سے مرتب کر کے اتمام حجت کی گئی ہے۔ زبان سنجیدہ، دل آزاری سے پاک
علماء طلباء، مناظرین، مبلغین اہل سنت وجماعت کے لیے
خاص تحفہ
ناشر مکتبہ عثمانیہ بن حافظ جی ضلع میانوالی

یا اللہ مدد

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ — عمر فاروق رضی اللہ عنہ

سُنَّةَ مَنْ قَدْ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ رُّسُلِنَا وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِيْلًا (القرآن)

عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ

وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ (الحدیث)

ہم سُنّی کیوں ہیں؟

بجواب:

میں شیعہ کیوں ہوا؟

روافض کے ۱۱۰ سوالوں کا جواب

تالیف: مولانا حافظ مہر محمد میانوالوی مدظلہ

جس میں بڑی محنت وجستجو سے شیعہ کے ۱۱۰ سوالوں کا علمی، تحقیقی، الزامی مسکت جواب فریقین کی معتبر و مستند کتابوں سے مرتب کرکے اتمام حجت کی گئی ہے۔ زبان سنجیدہ، دلآزاری سے پاک
علما، طلبا، مناظرین، مبلغین اہل سنت وجماعت کے لیے

خاص تحفہ

عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ — علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

ناشر: مکتبہ عثمانیہ بن حافظ جی ضلع میانوالی

طبع چہارم

161

قارئین کی خدمت میں گذارش

حامداً، مصلیاً۔ کتاب ہذا ایک شیعہ انشار پرداز عبدالکریم مشتاق کے رسالہ "میں شیعہ کیوں ہوا؟ مع سنیہ پر سو سوال" کا مفصل سنجیدہ جواب ہے۔ جو جناب غلام مصطفیٰ آف ڈھڈیال (چکوال) نے بغرض جواب بھیجا تھا۔ اس میں مذہب شیعہ کے اصول و فروع پر ان کے مسلمہ اصول و روایات کی روشنی میں مدلل اصلاحی تنقید کر کے مذہب حق اہل سنت والجماعت کی حمایت اور ترجمانی کی گئی ہے۔ غیر سنی حضرات اگر تنقید پسند نہ کریں تو مطالعہ نہ کریں۔ لیکن جو حضرات تقابلی مطالعہ سے تحقیق حق کرنا چاہیں تو فریقین کے نظریات کی یہ کتاب ان کے لیے بڑی دلچسپ ثابت ہوگی خصوصاً اہلِ سنت حضرات اپنے مذہب کے تحفظ و تبلیغ کے لیے ضرور مطالعہ کریں۔

کتاب کا اندازِ بیان تحقیقی اور علمی ہے۔ فضولیات اور سوقیانہ گفتگو ہم اہلِ سنت کے شایاں نہیں۔ ہاں گنتی کے چند مقام اگر آپ کو تلخ نظر آئیں تو معذرت خواہ ہوں کہ وہ سوال کی صدائے بازگشت ہوگی۔ قرآن کریم، منصبِ رسالت اور اصحابِ رسول ؐ کے دفاع میں غیرت کا تقاضا یہی تھا۔

حوالہ جات سنی و شیعہ کے معتبر مصادر سے بڑی محنت سے خود مطالعہ کے بعد فراہم کیے ہیں ضمانت دی جاتی ہے کہ وہ برمحل اور درست ہیں۔ الزام بازی اور اشتہار فروشی اہلِ علم کے مناسب نہیں کسی حوالہ کو غلط ثابت کرنے والے کا ہم علمی لوہا مانتے لیں گے۔ اگر کوئی صاحب جواب لکھیں تو وہ ہماری طرح پورا اقتباس و حوالہ لکھ کر سنجیدہ تردید کریں۔ ورنہ جواب کے بجائے اس کی شکست کا اعتراف سمجھا جائے گا۔

کتاب میں ہر قسم کی بحثیں ہیں مشکل عالمانہ۔ اور عام فہم۔ اگر کوئی صاحب کم علمی یا مسئلہ کا پسِ منظر معلوم نہ ہونے کی وجہ سے کہیں الجھ جائیں تو مراجع کتب کے صفحہ میں پڑتال کریں کہ شیعہ حوالہ ہے یا سنی تحریر ہے۔ اگر سنی حوالہ ہو یا میری تحریر ہو تو مجھے جوابی خط لکھ کر تشفی کر لیں ہم تو اصحاب و اقربا نبی ؐ کے غلام ہیں ہر دو کی محبت و حمایت پر جینا اور مرنا چاہتے ہیں۔ ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان۔ خاکپائے اہلسنت مہر محمد میانوالوی ۲۲ رجب ۱۴۰۱ھ

علماءِ کرام اور قارئین کی آراءِ گرامی

۱۔ مولانا مہر محمد صاحب محتاجِ تعارف نہیں۔ اپنی فاضلانہ تحریروں اور تصنیفوں کے ذریعہ خوب متعارف ہو چکے ہیں خصوصاً صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی جانب سے جو دفاع انہوں نے کیا ہے اور ان محترم حضرات کے کارناموں پر جو روشنی ڈالی ہے اس نے ان کے نام کو اور روشن کر دیا۔ ——— از مولانا محمد اسحٰق صدیقی (سابق شیخ الحدیث ندوۃ العلماء لکھنو) مدرسہ عربیہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی ۵ مکتوب ۳۰ مارچ ۱۹۷۸ء ———

۲۔ بخدمت جناب مولانا مہر محمد صاحب زید مجدہم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، ..... ہمارے بڑے بڑے علماء نے ابتک یہی سمجھا کہ شیعہ مسئلہ معمولی مسئلہ ہے۔ اب ساری عمر جو تفسیر و حدیث اور فقہ پڑھاتے رہے ہیں انکو شیعہ مذہب سے واقفیت نہیں۔ حالانکہ شیعہ مذہب ہی اسلام کے نام پر اسلام کے مقابلہ میں مذہب کفر و الحاد ہے جو گروہ اپنے من گھڑت کلمہ اور بے بنیاد آذان میں خلیفہ بلا فصل کے اعلان سے حضرات خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم کی بغاوت کرتا ہے اور سارے ملک میں انکی اذان گونج رہی ہے ان سے کس اسلام کی بات میں اشتراک ہو سکتا ہے۔ ..... آپ عبدالکریم کے رسالہ "میں شیعہ کیوں ہوا" کا جواب ضرور لکھیں۔

(خادمِ اہلسنت) مولانا قاضی مظہر حسین صاحب امیر تحریک خدام اہلسنت چکوال۔ ۱۸/۷/۹۹ھ

۳۔ دیوبند کے اجتماع میں آپکی ملاقات سے بہت خوشی ہوئی اور آپکی علمی و تصنیفی سرگرمیاں معلوم ہو کر شکرِ الٰہی بجا لایا کہ آپ اپنی خداداد صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر اس نعمت کا شکریہ ادا کر رہے ہیں۔ بارک اللہ لکم وفیکم آج آپکا ارسال فرمودہ قیمتی ہدیہ بصد شکریہ وصول ہوا یعنی کتاب "مسئلہ عزاداری اور تعلیماتِ اہلبیت رضؓ" پہنچی اور دیکھ کر دلِ خوش ہو گیا اور دعائیں نکلیں۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء

——— از مولانا محمد طاسین مجلس علمی ٹاور کراچی (۱۲ اپریل ۱۹۸۰ء)

۴۔ آپ کی شہرہ آفاق تصنیف "شیعہ حضرات سے سو سوالات" نظر سے گزری بلا مبالغہ یہ ایک عمدہ کاوش ہے اور وقت کی اہم ضرورت، اس فتنہ عظیم کا مقابلہ کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے آپ کا درست انتخاب کیا ہے ——— از قمر حسین ایڈووکیٹ سوسائٹی کراچی ۲/۸/۸۰۔

۵۔ مثلاً آپکا مطالبہ بندش عزاداری در "مسئلہ عزاداری اور تعلیمات اہلبیتؓ" فنا ابر خوب ہے...... سنی حضرات کتب اسلامی ہی نہیں پڑھتے شیعہ لٹریچر پڑھیکا انکے پاس کہاں وقت ہے۔ اور سرمایہ پر تو سانپ بٹھا رکھا ہے۔ آپکا شکریہ کن الفاظ سے ادا کروں خدا ہی آپکو اس نعمت کا اجر عطا فرما سکتا ہے۔ آپنے عزاداری کے مسئلہ کو خوب لیا ہے۔ ملک شبیر محمد ڈھڈی صدر جمعیتہ محبین صحابہؓ ۳۰ این جوہر آباد

۶۔ از وزارت مذہبی امور حکومت پاکستان

مکرمی السلام علیکم! آپکا مراسلہ مع کتابچہ تحفۃ الاخیار (دو کاپیاں) دفتر ہٰذا میں تشکریہ کے ساتھ وصول کیا گیا۔ جذبہ تعاون کا تشکریہ نیز مذہبی معاملات میں آپکی گہری دلچسپی قابل ستائش ہے۔ والسلام۔ آپکا مخلص عبدالرحمٰن قریشی۔ اسسٹنٹ ڈائرکٹر شعبہ قرآن اسلام آباد ۱۱ر فروری ۱۹۸۰ء

۷۔ محترم المقام حضرت علامہ مہر محمد صاحب السلام علیکم
واضح ہو کہ آپکی تصنیفات سے آپکے وسیع علم اور ہیبا کی کا پتہ چلتا ہے۔ جبتک آپکی تصنیفات ہونگی مخالفین کو ہر میدان میں جوتے پڑیں گے فی الحال دو کتابیں مطالعہ کی ہیں "شیعہ حضرات سے ایک سو سوالات" اور "تحفۃ الاخیار"...... شبیر جنگ حنفی بمقام ڈاکخانہ ماڑی فتح جنگ (اٹک)

۸۔ ...... آپ کی لکھی ہوئی کتاب تحفۃ الاخیار پڑھی بلاشک آپ نے جن کتابوں کا حوالہ دیا ہے بالکل صحیح ہے لیکن افسوس کیساتھ لکھنا پڑتا ہے کہ یہ سنی حضرات پہلے کہاں تھے جبکہ شیعہ...... اور منافقوں نے دین حق میں تحریف کر دی...... آپ پہلے شخص ہیں جس نے ان کے خلاف آواز اٹھائی ہے۔ یہ آپ کا بہت بڑا کارنامہ ہے جو ان کے سوالات کا جواب دیا ہے۔ آپ بلاشک مجاہد ہیں مگر میرے بھائی آپ اکیلے یہ کام نہیں کر سکتے اس کے لیے آپ کو مومنوں کی جماعت بنانی پڑے گی۔ از محمد عبدالسمیع کراچی

راقم مؤلف ان تمام احباب کی حوصلہ افزائی کا شکریہ ادا کرتے ہوئے سب مسلمانوں سے یہ اپیل کرتا ہے۔

اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ

اگر تم (قدمے درمے سخنے) اللہ کے دین کی مدد کرو گے خدا تمہاری مدد کرے گا۔ اور تمہارے قدم مضبوط کرے گا۔

فہرست مضامین

ضمیمہ

حصّہ اوّل

(کتابچہ کے مضامین کا جواب)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہر قسم کی حمد و ثنا اُس ذات پاک کے لیے زیبا ہے جس نے تمام مخلوقات کو ظلمتِ عدم سے نورِ وجود عطا کیا۔ ہر ایک کو روزی دے رہا ہے۔ ہر چیز کے حالات سے باخبر ہے تمام چیزوں پر ہر قسم کا کنٹرول اور قدرت اسی کو ہے وہ جو چاہے سو کر سکتا ہے۔ وُہ ہر قسم کے عیب اور نقص سے پاک ہے جسمانیت سے منزہ ہے وہ وحدہ لاشریک ہے۔ اس کی ذات میں اس کی صفات میں اس کے افعال میں اور اس کے کمالات میں مخلوقات اور بندوں میں سے کوئی بھی اس کا کسی قسم کا شریک و سہیم نہیں اس کی کوئی اولاد نہیں نہ اس نے کسی کو اپنے نور سے نور یا حصہ جدا کر کے بطور اولاد بنایا اور اسے کارخانہ قدرت میں عطائی طور پر شریک کیا نہ اس کا کوئی ماں باپ یا بزرگ ہے جس سے وہ پیدا ہوا ہو یا کسی کی بات اور سفارش کے آگے وہ مجبور رہو۔ انبیاء علیہم السلام، صحابہ کرام علیہم الرضوان، اولیاءِ ذی شان علیہم رحمۃ الرحمٰن اور دیگر تمام نوری ناری خاکی خلائق اسکے بندے ہیں اور اسی کے رحم و کرم کے ہر دم محتاج ہیں۔ وہ کسی کا محتاج نہیں۔ اس کی برابری اور ہمسری کرنیوالا کوئی نہیں۔ دعا پکار۔ استمداد۔ رکوع سجدہ۔ اذکار تلاوتِ قرآن طوافِ بیت نذر و نیاز قربانی روزہ حج وغیرہا ہر قسم کی عبادت کا وہی مستحق ہے۔ اس کی ذات کمالات اور حقوق میں کسی کو شریک کرنے والا مشرک اور دوزخی ہے۔

لاکھوں درود نامحدود، ہزاروں برکاتِ لامحدود ہر دم ان نفوسِ قدسیہ پر ہوں جن کو انبیاء و رسلؑ بنا کر خلق کی ہدایت کے لیے خلاق علیم نے بھیجا۔ اگر وہ نہ آتے یہ بھٹکی ہوئی دنیا خدا کی معرفت تک رسائی نہ پا سکتی۔ یہ ہادیانِ خلائق تمام عیوب سے پاک تھے۔ گناہوں سے معصوم تھے، پیغام رسالت پہنچانے میں امین تھے۔ وحی الٰہی کے مہبط اور شریعت خداوندی کے گہوارہ تھے۔ وہ پیغمبرانہ ہادیانہ فرائض سر انجام دینے میں علانیہ دعوتِ توحید دیتے رہے۔ دشمنوں کے خوف سے چھپ کر غائب نہیں ہوئے۔ تبلیغ و تعلیم صاف اور

واضح الفاظ میں کی۔ کبھی تقیہ۔ بناوٹ۔ ہیر پھیر اور ما فی الضمیر چھپانے سے کام نہیں لیا۔ جب دنیا سے رخصت ہوئے تو اپنے پیروکاروں اور امت مسلمہ کو نمونہ ہدایت بنا کر چھوڑ گئے جن کے علماء و مشائخ کتاب اللہ کے محافظ اور حدودِ شرعیہ کے شاہد تھے۔ جیسے ارشاد ہے۔

اِنَّا اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ	بے شک ہم نے توریت نازل کی جس میں ہدایت
يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ	ہے اور نور ہے وہ نبی جو مطیع خدا تھے یہودیوں
هَادُوْا وَالرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ بِمَا	کے فیصلے اسی کے مطابق کرتے رہے اور اسی
اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ وَكَانُوْا عَلَيْهِ	طرح اللہ والے لوگ اور علماء جن کو اللہ کی
شُهَدَآءَ (مائدہ ع ۷)	کتاب کی حفاظت سپرد کی گئی تھی اور وہ اسکے

گواہ تھے۔ (مقبول ترجمہ)

بے انتہا رحمتیں اور برکتیں اس ختم رسل، فخر کل، سلالہ موجودات، برگزیدہ کائنات، ہادیِ اعظم، رحمت مجسم۔ آقا و مولیٰ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم پر ہوں جو انبیاء سابقین کی ہدایت و اقتداء کے علمبردار بھی تھے اور تمام دنیا کے لیے عملاً ہادی مذہب اسلام کے بانی بھی۔ جو اپنے مشن میں جانشین و وارث اپنی تعلیم و تربیت کے شاہکار تلامذہ واصحابؓ کو۔ معلمات امت ازواج مطہراتؓ کو۔ ہادیانِ اسلام تمام صحابہ کرامؓ کو۔ دنیا میں چھوڑ کر گئے جو تبلیغِ اسلام کے لیے چار دانگ عالم میں پھیل گئے۔ کسریٰ و قیصر کے تخت سرنگوں کر دیے اور کفر کی بساط الٹ کر۔ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا پرچم اسلام چہار سو لہرا دیا وہ اگر نہ ہوتے۔ تو یورپ و ایشیا، افریقہ و انڈونیشیا۔ عراق و ایران، روس و ترکستان، ہند و پاکستان کوئی خطہ کبھی دولتِ اسلام سے مالا مال نہ ہوتا۔

ہزاروں ہزار سلام و برکات ہوں آپؐ کے خلفاء راشدینؓ، اسلام کے فاتحین پر۔ آپؐ کی اولادِ اطہار پر۔ آپ کی اہلِ بیت ازواج مطہرات پر۔ آپؐ کی امت کے ہزاروں اولیاء صالحین پر جن کی تبلیغ و مساعی سے ہم خدا اور رسول کی معرفت اور نعمتِ اسلام سے بہرہ ور ہوئے جو تمام کے تمام ہمارے سرتاج، آنکھوں کا نور، دل کا سرور اسلام کی زینت ایمان کی لذت اور فکر و سوچ کا سرمایۂ حیات ہیں۔ کیونکہ یہی قدسی صفات اکابر حضرت خاتم النبیین صلی اللہ

علیہ وسلم کی تمام زندگی کا حاصل محنت کا ثمرہ فکر و نظر کا فیضان اور امت تک بلاواسطہ ترجمان تھے گویا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ان سے اپنا باغِ نبوت سجا کر یہ دعا دے گئے۔

پھلا پھولا رہے یارب چمن میری امیدوں کا
جگر کا خون دے دے کر یہ بوٹے میں نے پالے ہیں

جیسے آیتِ بالا میں انبیاء اور تورات کے وارث۔ محافظ اور شاہد بنی اسرائیل کے عام علماء اور ربانیین بزرگانِ دین تھے اسی طرح مثیل موسیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قرآن اور پوری شریعت محمدیہ کے وارث۔ محافظ اور شاہد امت محمدیہ کے عام ہزاروں علماء ربانیین اور بزرگانِ دین ہیں۔ امتیوں سے الگ منصوص آئمہ کا سلسلہ ماننے کی گنجائش نہیں ہے۔

آپ کے زیرِ مطالعہ کتاب جس میں شیعہ معترض کے شاہکارِ جہالت پر از خیانت.. سوالوں کے معقول علمی و تحقیقی اور ٹھوس مسکت و الزامی جوابات دیے گئے ہیں ضرورت تو نہ رہی کہ کتابچہ کے مضمون کا جواب لکھا جائے کیونکہ اکثر باتیں سوالات میں آگئیں اور ان کا جواب ہو گیا تاہم چونکہ بعض باتوں کا بار بار تکرار کر کے اضافہ کے ساتھ سادہ لوح قارئین کے ذہن کو مسموم کیا گیا ہے اس لیے اس تحریری مقدمہ کا نوٹس لینا بھی ضروری ہے اہلسنت پر ان تمام اکاذیب و افترا ات کے جواب میں ہم اسلام نبوی کے ترجمان مذہب اہلسنت کی سلیس و مربوط تقریر لکھ کر مضمون کو طویل نہیں کر سکتے۔ خطبہ مذکورہ کو کافی جانتے ہیں کہ بحمد اللہ ہم خدا کو جسم، عیب اور شریک سے منزہ مانتے ہیں۔ انبیاء کو افضل الخلائق، تمام عیوب سے پاک اور صغیرہ و کبیرہ گناہوں سے معصوم مانتے ہیں۔ آپ کے بعد جو سلسلۂ ہدایت مانتے ہیں وہ ۲۵۰ھ میں کسی غار میں دفن نہیں ہوا تا ہنوز قائم ہے اور تا قیامت جاری رہے گا۔ ان شاء اللہ

شیعہ مذہب کی تصویر

سائل کے تمام مطاعن و الزامات اس کے اپنے مذہب کی تصویر ہیں جو اس نے چابکدستی سے سوادِ اعظم اہل سنت والجماعت پر لگا دیئے ہیں اور مجھے رہ رہ کر تعجب آتا ہے کہ خروجِ دجال کے اس تمہیدی زمانہ میں

ہمیں یہ روز بد بھی دیکھنا پڑا کہ جو مذہب پورے ایک ہزار برس تقیہ کے نہاں خانہ میں مستور رہا اور اب بھی اسے تقیہ میں رہنے کی تعلیم ہے وہ "عالمی مذہب" بننے کا دعویٰ کر رہا ہے۔ جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ مبارک پر پانچ اشخاص بھی ہدایت یافتہ اور مومن تسلیم نہیں کیے جاتے اور آپ کی وفات کے بعد تو سنتِ نبوی یا اتباعِ حضرت رسولِ مقبولؐ کا صاف صاف انکار ہے۔ وہ سب مسلمانوں کو (معاذ اللہ) حضور علیہ السلام کا گستاخ بتا رہا ہے۔ خود ان کی بے قدری و گستاخی کا ایک نمونہ یہ بھی ہے۔ کہ وہ کبھی لفظ "رسول" کے ساتھ حضرت لکھیں گے نہ بولیں گے نہ "صلی اللہ علیہ وسلم" کہہ کر درود بھیجیں گے۔ بس رسول۔ رسول کی رٹ لگاتے جائیں گے گویا "رسول" ان سے بھی کمتر عام آدمی ہے۔ یا قوم کا بچہ ہے۔ اس ۸۴ صفحے کے کتابچہ میں بھی سینکڑوں مرتبہ لفظ "رسول" ہی لکھا گیا۔ تلاش کے باوجود "حضرت رسول یا رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس سائل کے قلم سے راقم نے نہیں دیکھا حالانکہ حدیثِ نبوی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام کے مطابق آپ کا اسمِ گرامی لینے یا سننے والے کو درود پڑھنا لازم ہے ورنہ اس پر لعنت برستی ہے۔ خدائے قدوس کو جو لوگ عملاً معطل اور بیکار ہستی مانتے ہیں۔ کائنات کے تمام امور کے بند و بست کو ۱۲ آئمہ معصومین کے سپرد مانتے ہیں۔ اور آئمہ نے ان کا نام مفوضہ رکھ کر ان پر لعنت برسائی ہے اور آج بھی ہر شیعہ یا علی مدد کہہ کر رزق اولاد صحت فتح حاجت برآری آپ سے چاہتا ہے۔ علم۔ تعزیے اور قبورِ آئمہ کے تمثال و مجسمے بنا کر ان کے آگے جھکتا، دعائیں مانگتا، نذر و نیاز بانٹتا اور جبین نیاز ٹیکتا ہے۔ اور بت پرست مشرکوں کو ۱۰ قدم پیچھے چھوڑ دیا ہے۔ کہ وہ کم از کم سمندری سفر میں تو۔ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ۔ صرف خدا کو پکارتے تھے۔ مگر ان کے مذہب کی مبلغہ مغنیہ صبح و شام ریڈیو پاکستان سے یہ ترانہ گاتی ہے ؎

اے میرے مولا علی شیرِ خدا — میری کشتی پار لگا دینا، میری کشتی پار لگا دینا

ایسے ننگِ اسلام اور ننگِ انسانیت و شرافت لوگ خدا کے مخلص پرستار سنی مسلمانوں کو توحید و تنزیہہ کے متعلق بھی طعنہ دینے لگ گئے۔ جو لوگ قرآن کریم پر ہندوؤں عیسائیوں

کی طرح اعتراض کرتے ہیں۔ اور سوال ۴۵ تا ۵۳، ۹ سوال اسی معترض کے آپ پڑھیں گے۔ وہ عوام جہلاء کے سامنے اسی قرآن کے ماننے کا دعویٰ کرتے ہیں اور بزعم خود چند آیات اپنی مفروضہ امامت۔ قاتلہ نبوت۔ پر پڑھنے کی جسارت کرتے ہیں۔ جو لوگ حضرت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک صاحبزادی ایک داماد دو نواسے اور ان کی اولاد میں سے ۷ افراد کے علاوہ۔ آپ کی تمام اولاد سے۔ ازواج مطہراتؓ سے، دامادگان سے، تمام ہاشمی رشتہ داروں سے، تمام صحابہ و تلامذہ سے، پوری امت سے مکہ و مدینہ جیسے محترم نبیؐ کے یادگار شہروں سے بلکہ آپ کی طرف خصوصی منسوب ہر ہر چیز سے علانیہ نفرت و بغض رکھتے ہیں۔ تبرے اور لعنتوں کے وظیفے پڑھتے ہیں۔ آقائے مدنی کی یادگار ہر سنت کا مذاق اڑاتے ہیں وہ بزعم خویش آلِ رسول کے حبدار اور اہلبیت کی تعلیم کے علمبردار بن کر مسلمانوں کو کوستے ہیں جو لوگ نجات اور جنت کا حصول صرف اور صرف اسی میں منحصر مانتے ہیں کہ کوئی شخص علی ولی اللہ کا نیا کلمہ پڑھ لے، شیعہ کہلا کر عشرہ محرم میں غمِ حسینؓ میں دو چار آنسو بہا لے۔ پھر شریعت کا ترک اور گناہوں کا ارتکاب اسے کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ وہ قیامت کے ماننے کے دعوے دار اور اس کا فلسفہ جزا و سزا اپنیں کرتے نظر آتے ہیں۔ جو لوگ خدائے عز و جل کے متعلق یہ تاثر دیتے ہیں کہ اس نے ۲۳ سالہ تعلیم و تبلیغ نبوی کے نتیجہ میں کوئی انقلاب ہدایت برپا نہیں کیا۔ سب دنیا نبوت سے پہلے کی طرح نبوت کے بعد بھی گمراہ اور جہنمی بنی رہی۔ علی شیرِ خدا کے ہاتھ پر بھی پچاس آدمیوں کو خدا نے ہدایت اور معرفت امام نہ بخشی۔ (رجال کشی ص ۳) ابن زیاد وغیرہ کے مقابل حضرت امام حسینؓ کو منصور نہیں کیا۔ حضرت زین العابدینؒ کو یزید کا غلام بنا دیا۔ (روضہ کافی) حضرت باقر کو تین آدمی بھی کامل الایمان نہ دیئے۔ (اصول کافی) جعفر صادقؒ کو سترہ وفادار بھی عنایت نہ کیے۔ (اصول کافی) باقی سب آئمہ کے وفادار شیعوں کی تو خدا نے جڑ ہی کاٹ دی کہ کتب امامیہ میں بھی خدا نے ذکر نہ کرنے دیا — مہدی امام العصر بارہویں تاجدارِ امامت کو تو خدا نے سب وفاداروں سے محروم کر کے دشمنوں سے خوفزدہ کیا اور کسی غار میں چھپا دیا اور دنیا کا ہادی قرآن — جو حضرت علیؓ نے تالیف و مرتب کیا تھا۔ ان کے ساتھ روپوش کر دیا۔ (شیعہ عقیدہ)

مذہب شیعہ کی اس تاریخ ناقابلِ تردید کے مطابق خدا تعالیٰ نے بندوں کے ساتھ ہدایت کے سلسلے میں جو (معاذ اللہ) عظیم فراڈ کیا۔ کہ امام و قرآن دونوں کو چھپا کر۔ امام کے شیعوں سے۔ کردارِ نبی۔ ازواجِ نبی۔ بناتِ نبی۔ اصحابِ نبی۔ قرآنِ نبی۔ امتِ نبی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) سب کو خوب گالیاں اور لعنت و تبرے کروا رہا ہے۔ شیعہ اس خدا کو عادل کہتے ہیں بلکہ عدل کو اصولِ مذہب میں شمار کرتے ہیں۔ (ایں چہ بوالعجبیست)

رسالہ میں شیعہ الزامات کے جوابات

مذہبِ شیعہ کا مختصر تعارف کرانے کے بعد اب ہم شیعہ سائل کے چیدہ چیدہ مطاعن کو بلفظہٖ یا خلاصہ نقل کر کے مختصر جواب دیں گے۔ اس کا اقتباس لفظ "قولہ" سے شروع ہوگا۔ آیات کا ترجمہ شیعہ مولوی مقبول کا ہے۔

توحیدِ باری تعالیٰ۔

قولہٗ - "اسلامی فرقہ مجسمہ کے عقائد بھی ایسے ہیں۔۔۔ جیسا کہ علامہ شہرستانی نے اپنی کتاب الملل والنحل میں لکھا ہے کہ ابو داؤد ظاہری اور اس کے تابعین کا یہی مسلک تھا۔ نیز دیکھیے تقویۃ الایمان مصنفہ اسماعیل دیوبندی خدا کے بوجھ سے عرش کا چرچرانا"

جواب - خدا کے لیے جسم۔ گوشت پوست۔ خون۔ ہاتھ پاؤں۔ کان ناک وغیرہ تجویز کرنا اہلِ سنت کے ہاں درست نہیں وہ فرقہ مجسمہ کو گمراہ مانتے ہیں۔ لیس کمثلہ شیءٌ (اللہ کی مثل کوئی چیز نہیں) اس کی شان ہے۔

کتاب الملل کا حوالہ ناقص و غلط ہے توجہ کے ساتھ قابلِ گمان مواقع میں تلاش سے ہمیں نہیں ملا۔ تاکہ ہم سائل کی خیانت ظاہر کرتے

حضرت شاہ اسمٰعیلؒ معروف معنوں میں دیوبندی نہیں۔ نہ ان کے عہد میں دار العلوم دیوبند وجود میں آیا تھا۔ تیرھویں صدی کے آغاز میں وہ حنفی المسلک سنی تھے۔ چونکہ علماءِ دیوبند سابقہ تمام دین کے خدام علماء کی قدر کرتے ہیں اور یہی ان کے حق پرست و مخلص ہونے کی علامت ہے لہٰذا ان کے مطاعن کا دفاع کرتے ہیں۔

اس لیے ان کو "دیوبندی" مخالفین نے مشہور کر دیا ہے۔ خدا کے بوجھ سے مراد اس کی عظمت و ہیبت ہے۔ اور اس سے چرچرانا گویا عاجزی اور خشیت کا اعتراف کرنا ہے۔ دراصل یہ متشابہہ حدیث کا ترجمہ ہے۔ جیسے قرآن میں متشابہہ آیات ہیں۔ اور ان میں خدا کے ہاتھ۔ چہرے۔ آمد۔ نزول۔ جو جسمانی خاصے ہیں — وغیرہ کا ذکر ہے۔ ایسی بعض احادیث متشابہات میں بھی ایسی چیزوں کا ذکر ہے اگر قرآن کا انکار کفر ہے۔ تو ایسی حدیثوں کا انکار کرنا یا مذاق اڑانا بھی کفر سے کم نہیں ہے۔ لہٰذا ان کے متعلق اہلِ اسلام کے دو قول ہیں۔ ایک یہ کہ یہ آیات واحادیث اپنے ظاہری مفہوم پر ہیں اور ان پر ایمان لانا واجب ہے۔ مگر ہم اس کو کسی مخلوق کے اعضاء کے ساتھ تشبیہ نہیں دے سکتے حقیقت اور مفہوم و مراد خدا کے حوالے کرتے ہیں۔ محدثین۔ اشاعرہ اور غالباً ابو داؤد ظاہری یہی مسلک رکھتے ہیں۔

دوم۔ یہ کہ یہ الفاظ کنایہ ہیں خدا کی صفات سے مثلاً ہاتھ سے مراد قوت و سخاوت ہے۔ چہرہ سے مراد اس کی ذات ہے۔ آنے۔ اترنے سے مراد اس کی خصوصی توجہ ہے۔ وغیرہ۔ یہ عام حنفیہ اہلِ سنت علماءِ کرام اور ماتریدیہ کا مسلک ہے۔ دونوں برحق ہیں کوئی غلط و گمراہ نہیں ہے۔

آیات تشبیہ یہ ہیں ۱۔ بَلْ يَدَاهُ مَبْسُوطَتَانِ (بلکہ خدا کے دونوں ہاتھ کشادہ ہیں۔ (مائدہ ع ۹) ۲۔ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ (اس کے چہرہ کے بغیر ہر چیز کو فنا ہے۔ (پ۲۰ ع ۱۲) ۳۔ وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمَانِيَةٌ (حاقہ) اور تمہارے پروردگار کے عرش کو اس دن آٹھ فرشتے اپنے اوپر لیے ہوئے ہوں گے۔ (یعنی اٹھائے ہوئے ہوں گے) حمل وزنی چیز کا ہوتا ہے۔ عرش جب لطیف ہونے کے بجائے وزنی ہوا تو اللہ کے متعلق بھی یہ وہم ہوتا ہے۔ تو یہ آیت متشابہات میں سے ہوئی اسی کے مفہوم کو چرچرانے والی حدیث بالا میں ادا کیا گیا ہے۔ جس پہ جاہل شیعوں کو اعتراض ہے۔ ۴۔ هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا أَنْ يَأْتِيَهُمُ اللَّهُ فِي ظُلَلٍ مِنَ الْغَمَامِ (بقرہ ع ۲۵)

کیا وہ اس کا انتظار کرتے ہیں کہ اللہ بادلوں کے سائے ہیں ان کے پاس آئے۔ ۵۔ هَلْ يَنظُرُونَ إِلَّا أَن تَأْتِيَهُمُ الْمَلَائِكَةُ أَوْ يَأْتِيَ رَبُّكَ (انعام ع ۲۰) اب کیا وہ اس کے منتظر ہیں کہ ان کے پاس فرشتے آئیں یا تمہارا پروردگار آئے اب جو لوگ ان متشابہہ آیات و احادیث کو نہیں مانتے یا نشانہ طعن بناتے ہیں وہ مومن نہیں گمراہ ہیں۔ خدا کا فتویٰ یہ ہے۔

هُوَ الَّذِي أَنزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ مُّحْكَمَاتٌ هُنَّ أُمُّ الْكِتَابِ وَأُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ فَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَأْوِيلِهِ وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ كُلٌّ مِّنْ عِندِ رَبِّنَا

(آل عمران ع ۱)

وہ وہی تو ہے جس نے تم پر کتاب نازل کی جس کی کچھ آیتیں تو صاف صاف ہیں اور وہی کتاب کی اصل ہیں اور کچھ گول مول ہیں اب جن لوگوں کے دلوں میں کھوٹ ہے وہ فتنہ پھیلانے کی نیت سے اور اپنا مطلب نکالنے کی غرض سے ان گول مول آیتوں کی پیروی کرتے ہیں حالانکہ ان کا اصلی مطلب سوائے خدا اور ان لوگوں کے جو علم میں مضبوط ہیں (اور) کوئی نہیں جانتا۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم اس پہ ایمان لائے ہر ایک (محکم و متشابہ) ہمارے رب کی طرف سے ہے۔

شیعہ بھائی غور کریں کہ وہ متشابہہ آیات کی آڑ میں فتنہ گری اور طعن تراشی سے کھوٹے ہونے کا مصداق تو نہیں بنتے۔

شیعہ میں سے فرقہ سالمیہ بصورت انسان چہرہ اور آنکھ کان، ناک، ہاتھ پاؤں سب ثابت کرتے ہیں۔ اور کلینی روایت کرتے ہیں کہ ہشام بن حکم۔ جو شیعہ کا مرکزی ثقہ راوی ہے۔ نے کہا اللہ ٹھوس جسم ہے اس کی معرفت ضروری ہے۔ محمد بن حکم، یونس بن ظبیان اور حسین بن عبدالرحمٰن یمانی (شیعہ رواۃ) بھی یہی کہتے ہیں۔ (تحفہ اثنا عشریہ صفحہ ۲۷)

صوفیاء پر الزام

قولہ ۔ بعض صوفیاء کا عقیدہ "ہمہ اوست"، یعنی ہر چیز خدا ہے عقیدہ حلول ہے۔ ۔ ۔ ۔ مثلاً منصور نے بھی اپنے کو انا الحق کہا۔ بایزید

بسطامی نے خود کو یزدان کہہ دیا صفحہ ۶۔

جواب ۔ صوفیاء کی اصطلاحات اور کلام معرفت نہ آپ کچھ جانتے ہیں نہ ہی جاننے کا مدعی ہوں اس لیے ایسا اعتراض تو بدفہمی سے پیدا ہوتا ہے۔ صوفی چونکہ خود کو فنا فی ذات اللہ جانتے ہیں تو اپنے وجود کی طرح وہ سب کائنات کی نفی ہی کر دیتے ہیں کہ تمام کائنات اس کے وجود کا پرتو ہے۔ اس کی اپنی حقیقت کچھ بھی نہیں۔ آیت کریمہ۔ اللَّهُ نُورُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ الخ (اللہ آسمانوں اور زمین کا روشن کرنے والا ہے) (نور) پر غور کیا جائے تو یہ بات قریب الفہم ہو جاتی ہے وَلَهُ الْكِبْرِيَاءُ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ پ ۲۵ (اور آسمانوں اور زمین میں اسی کی بڑائی ہے) بھی کچھ یہی مفہوم ادا کرتی ہے۔ وَهُوَ اللَّهُ فِي السَّمَاوَاتِ وَفِي الْأَرْضِ۔ (اور وہی اللہ آسمانوں میں بھی ہے اور زمین میں بھی) پ انعام۔ اسی کے قریب المعنیٰ ہے۔

گویا صوفیاء یہ کہتے ہیں کہ جو کچھ کائنات نظر آتی ہے وہ خدا کے وجود کا پرتو یا کمال کی جلوہ گری ہے۔ چراغ کے طاقچہ میں ہونے کی طرح خدائی نور کی مثال تو اللہ نے خود دی ہے۔ موجودہ دور میں ہم یوں مثال دے سکتے ہیں۔ کہ اصل روشنی اور پاور بجلی ہے۔ بلب میں چھوٹی تاروں کا گچھہ اس کا مظہر ہے۔ مگر ہمیں نہ بجلی نظر آتی ہے نہ وہ تاریں۔ ہم تو روشنی ہی دیکھتے ہیں۔ جو گچھہ میں کرنٹ آنے کی وجہ سے چمک پڑی ہے اسی طرح تمام کائنات خدا کے وجود کمال کا مظہر ہے۔ اسے وہ "ہمہ اوست" سے تعبیر کرتے ہیں۔ اگر آپ کو یہ توجیہہ پسند نہیں آئی اور اسے شرک ہی کہیں گے تو لیجیئے اپنے صادق عرفانی مدیر "ہفت روزہ شیعہ لاہور" کو مشرک کہیے۔

ھا علی بشر کیف بشر ربہ تجلی فیہ وظہر

(دیباچہ نہج البلاغۃ صفحہ ۵ اردو)

ہاں علی بشکل انسان تو ہیں مگر ایسے انسان ہیں کہ خدا نے اس میں اپنی تجلی ڈالی ہے اور بصورت علی انسان رب ظاہر ہوا ہے۔

اور حلول کا یہ عقیدہ تمام شیعوں کا ہے۔ جیسے یہود و نصاریٰ حضرت عزیرؑ و عیسیٰؑ

کے متعلق اور ہندو اپنے اوتاروں کے متعلق رکھتے ہیں۔

منصور نے انا الحق کہا تو ظاہر بین علماء نے اسے پھانسی پر لٹکا دیا۔ یعنی اہلسنت عقیدہ حلول کے قطعی منکر ہیں دراصل صوفیانہ مراتب میں سے ایک خاص مرتبہ منصور کو حاصل ہوا تو اس کا ظرف تحمل نہ کر سکا اور ظاہر خلاف شرع کہنے لگا۔ بایزید بسطامی کی بات کا جواب سوال ۲۲ میں پڑھیے۔

قولہ۔ بعض لوگ اس بات کے بھی قائل ہو گئے کہ پروردگار عالم معاذ اللہ جھوٹ بھی بول سکتا ہے۔ چنانچہ اس مطلب کی نفی میں مولوی عبد اللہ ٹونکی پروفیسر اورنٹیل کالج لاہور نے ایک مستقل رسالہ لکھا کچھ لوگوں کے نزدیک اللہ کو جزئیات کا علم ہی نہیں ہے۔ (معاذ اللہ) جیسے فلاسفہ یونان کا مذہب ہے۔ اسلامی فرقہ اشاعرہ تو خدا کو محتاج مان لینے سے گریز نہیں کرتا۔ ص۶۔

اللہ تعالیٰ عیب سے پاک ہے

جواب۔ یہ جھوٹ والی بات تو نری شیعہ کی طرف سے شرارت اور ان کی بنائی پھیلائی ہوئی بات ہے۔ اور اہل سنت کا ایک فرقہ اسے اپنا کر اہل حق کو بدنام کرتا رہتا ہے۔ ہمارے اعتقاد میں خدا جھوٹ، ظلم، وعدہ خلافی وغیرہ عیوب سے قطعی پاک ہے۔ مسئلہ کی نوعیت صرف اتنی ہے۔ کہ جہان کو آنِ واحد میں زیر زبر کر سکنے والا خدا۔ خلافِ واقعہ بات کہہ سکتا ہے یا نہیں۔ جسے جھوٹ کہتے ہیں۔ یا کسی نیک ولی پیغمبر کو دوزخ میں ڈال سکتا ہے یا نہیں۔ جو ظلم کا ہماری نگاہ میں مفہوم ہے۔ یا جس خدا نے کہہ دیا سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ (کہ کافر لوگ آپ ان کو ڈرائیں یا نہ ڈرائیں وہ ایمان نہ لائیں گے) وہ خدا ابوجہل و ابولہب کو ایمان دے سکتا ہے یا نہیں یا بحالت کفر ہی جنت میں داخل کر سکتا ہے یا نہیں۔ ان تمام عقلی احتمالات کا جواب واضح ہے۔ کہ "اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔" ہم اگر چاہیں تو آپ سے وحی و نبوت چھین لیں اور آپ کوئی اپنا وکیل نہ پا سکیں۔ پ۱۵۔ جیسے فرامین والا رب قدیر ہر کام کر سکتا ہے۔ وہ عاجز نہیں۔ پس اسی قدرت کی تعبیر کو ابلیس خصلت لوگوں نے گندے

الفاظ کیساتھ تعبیر کی ہے اور خواہ مخواہ اہل حق کو نشانہ طعن بناتے رہتے ہیں۔ ورنہ ابوداؤد کتاب السنن ج ۲ ص۲۹ کی ایک حدیث میں ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ تمام اہل آسمان و زمین کو عذاب دے تو وہ ظالم نہیں۔ (کیونکہ اس نے اپنی ملکیت میں تصرف کیا ہے) اللہ تعالیٰ روافض کے شر سے تمام سنیوں کو محفوظ رکھے۔ ورنہ کوئی سنی بریلوی یا دیوبندی یہ نہیں کہتا کہ خدا یہ کام کرتا ہے یا کرے گا۔[1] (معاذ اللہ) خدا کے علم میں نقص کا قائل کوئی سنی نہیں ہو سکتا۔ یہ صرف شیعہ کا خاصہ ہے کہ "عقیدہ بداء" کے ذریعے خدا کو جاہل کہتے ہیں۔ (کافی کتاب البداء) شیعہ کی سینکڑوں احادیث کا مرکزی ثقہ راوی محمد بن مسلم یہ عقیدہ رکھتا تھا۔

امام صادقؑ نے فرمایا۔ اللہ کی لعنت محمد بن مسلم پر ہو وہ کہتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کسی چیز کو نہیں جانتے جب تک وہ موجود نہ ہو جائے۔ (رجال کشی ص۱۱۳)

احتیاجِ الٰہی کا الزام اشاعرہ پر بہتانِ صریح ہے۔

قولہ۔ "علم خدا کی نفی" بعض مسلمانوں کے نزدیک معاذ اللہ خدا خود بھی معذب اور دوزخی ہے۔"

ثبوت میں بخاری شریف کی یہ حدیث بتائی ہے کہ دوزخ دوزخیوں کو اپنے اندر لے چکنے کے بعد ھل من مزید کہے گی۔ کیا اور بھی کچھ باقی ہے۔ تب اللہ اسے چپ کرانے کے لیے اپنا پیر رکھ دے گا۔ وہ سمٹ جائے گی اور کہے گی۔ بس، بس قسم ہے تیری عزت کی۔" ذرا غور کیجیے جس قوم کا خدا ہی دوزخی ہو گیا اس کے بندوں کے جنتی ہونے کا کیا امکان رہ گیا۔" ص۸۔

جواب۔ اس کا مفصل رد سوال ۲۳ میں کر دیا گیا۔ ذرا باری تعالیٰ کے متعلق ان شیعہ کی گندی ذہنیت اور بدفہمی کا اندازہ لگائیے۔ کیا آگ بجھانے والے کو یا اسے ظرف میں محدود کرنے والے کو جلنے والا اور سوختہ کہا جائے گا۔ یا جہنم میں انتظام کرنیوالے فرشتے دوزخی اور معذب کہلائیں گے؟۔

صفتِ ایمانِ مفصل میں والقدر خیرہ وشرہ ۔ کہ خیر و شر خدا کی تقدیر سے

---

[1] یعنی کرنے اور کر سکنے میں فرق ہے۔ کرنا عیب ہے اور کر سکنا تحت القدرت اور کمال ہے۔

ہے۔ کا تفصیلی جواب سوال نمبر ۲۵ کے تحت دیا گیا ہے۔

اہلِ سنت کے مطابق خدا کی صفاتِ حسنہ کا ذکر کر کے سائل لکھتا ہے

قولہٗ۔ لہٰذا میں یہ دعویٰ کرنے میں حق بجانب ہوں کہ دنیا کے تمام مذاہب کو بخوبی جانچ لیا جائے۔ مذہبِ شیعہ جیسا درست، بے عیب اور مطابقِ عقل و فطرت مذہب کوئی نہیں مل سکتا۔" صہ ۸۔

خدا کے متعلق شیعہ کے عقیدے | جواب۔ یہ دعویٰ محض ہے۔ اور غیر کا متاع چرا کر اپنے منہ میاں مٹھو بننا ہے۔ عقیدہ توحید میں خلل کا ایک عملی پہلو تو تمہید میں گزرا۔ اعتقادی مزید ملاحظہ ہو۔ ۱۔ اہلسنت کے اعتقاد میں خدا جو کچھ کرتا ہے وہ خود مرضی و مختار ہے۔ کوئی چیز اس کے ذمے لازم و فرض نہیں ہے۔ شیعہ کہتے ہیں۔ خدا کے ذمے فرض ہے کہ وہ رزق دے اور ہدایتِ خلق کا بند و لبست کرے۔ ان کا یہ عقیدہ محتاجِ ثبوت نہیں ہے۔ مگر کس قدر خلافِ عقل و نقل ہے۔ ارشاد ہے۔ لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ۔ (خدا سے نہیں پوچھا جاتا کہ اس نے کیوں کیا۔) بھلا عاجز بندہ کون ہے کہ خدا کے ذمے کوئی چیز لازم کرے اور کل خدا کے خلاف استغاثہ کرے کہ تو نے مجھے تھوڑا رزق کیوں دیا اور مجھے ہدایت کیوں نہ دی۔

۲۔ وہ کہتے ہیں کہ بندوں پر فرض ہے کہ وہ انبیاء آنے سے قبل محض عقل سے خدا کی معرفت حاصل کریں ورنہ ان کو عذاب دیا جائے گا۔

حالانکہ عقلی طور پر خدا کی معرفت فرض لازم نہیں۔ کسی چیز کا لزوم تو حکمِ شرع سے ہوتا ہے۔ پھر عقل اتنی پاور نہیں رکھتی کہ خدا کو از خود صحیح پہچان سکے ورنہ دنیا میں شرک و کفر نہ ہوتا۔ پھر آمدِ انبیاء سے پہلے عذاب کا مستحق ہونا نص کے خلاف ہے۔ ارشاد ہے۔

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا (پ۱۵ ع ۲) اور ہم عذاب نہیں دیتے جب تک کہ رسول نہ بھیجیں۔

۳۔ شیعہ اسماعیلیہ کا عقیدہ ہے۔" خدا نہ موجود ہے نہ معدوم، نہ زندہ ہے نہ

مردہ۔ نہ سننے والا ہے نہ بہرا۔ نہ بینا ہے نہ نابینا۔ نہ عالم ہے نہ جاہل۔ نہ قادر ہے نہ عاجز۔ نہ ایک ہے نہ متعدد ہے۔ (تحفہ اثنا عشریہ صہ ۲۶) یہ عقیدہ ہزاروں آیات و احادیث کے خلاف ہے۔

۴۔ اہلِ سنت کا عقیدہ ہے کہ صرف خدا کی ذات قدیم ہے باقی تمام اشیاء حادث اور نو پیدا ہیں۔ لیکن شیعہ میں سے کاملیہ، زرامیہ، عجلیہ، قرامطہ اور نزاریہ فرقے کہتے ہیں کہ آسمان و زمین بھی قدیم ہیں۔ ہمیشہ سے ہیں، ہمیشہ رہیں گے۔

یہ عقیدہ بھی ہزاروں آیات کے خلاف ہے۔

۵۔ اہلِ حق کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہیں۔ مگر شیعہ کے ستون اعظم ابو جعفر طوسی شریف مرتضیٰ اور ایک جماعت کثیر اس کی منکر ہے وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ بندوں کے مقدور اور ان کے افعال پر قادر نہیں۔

۶۔ ہر چیز کا خالق خدا ہے۔ مگر شیعہ کہتے ہیں کہ بری چیزوں کا اور بری باتوں کا خدا خالق نہیں خود بندے ہیں۔ یہ مجوسیوں کا عقیدہ قرآن و حدیث کے بالکل مخالف ہے۔

۷۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا علم اس کے وجود سے پہلے رکھتے ہیں۔ شیعہ کا فرقہ شیطانیہ جو شیطان الطاق صاحب امام صادق کی طرف منسوب ہے وہ کہتا ہے لا یعلم الاشیاء قبل کونہا۔ اللہ تعالیٰ چیزوں کو وجود میں آنے سے پہلے نہیں جانتا اور اثنا عشریہ سے متقدمین و متاخرین کا ایک گروہ جیسے مقداد صاحب کنز العرفان کہ جزئیات کو بغیر وقوع اللہ تعالیٰ نہیں جانتے۔

عدل | سائل نے اس عنوان سے دو صفحے تحریر کیے ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ عادل ہیں ظالم نہیں۔

مگر کوئی مسلمان خدا کے عادل ہونے کا منکر تو نہیں ہے۔ یہ بھی اللہ کی ایک ذاتی صفت ہے اور ہم سب سنی مسلمان اللہ کو عادل و منصف تسلیم کرتے ہیں کسی قسم کے ظلم و زیادتی کو اللہ کی طرف نسبت نہیں کرتے۔ مگر شیعہ کا عقیدہ۔ ایجاب علی اللہ۔ کہ

خدا کے ذمے بندوں کے کئی واجبات ہیں۔ اسے ختم کر دیتا ہے۔ کیونکہ جب کسی نے یہ کہہ دیا کہ یا اللہ تو ہادی تھا مجھے ہدایت دینا تجھ پر فرض تھا۔ تو نے مجھے ہدایت نہ دی اور یہ انصاف و عدل کے خلاف ہوا۔ میں جہنم میں کیوں پھینکا جاؤں جب کہ میری غلطی ہی نہیں ہے تو خدا کو شیعہ اصولِ عدل پر لاجواب ہونا پڑے گا۔ خدا کی صفات تو سینکڑوں ہیں ہر ایک کو ماننا ضروری ہے۔ کہ مثلاً وہ حی ہے۔ قیوم ہے۔ خالق ہے۔ باری ہے مصور ہے۔ عالم الغیب والشہادۃ۔ رحمٰن۔ رحیم۔ ملک، قدوس۔ سلام۔ مومن۔ مہیمن۔ عزیز جبار۔ متکبر وغیرہ (حشر) ہے۔ ہمیں یہ فلسفہ سمجھ نہیں آتا کہ خدا کی صفتِ عدل کو ہی شیعہ نے اپنے اصولِ خمسہ میں کیوں چنا ہے باقی کسی کو اہمیت نہیں دی۔ کیا باقی صفات کے شیعہ منکر ہیں۔ حالانکہ یہ ترجیح بلا مرجح نظر آتی ہے۔ قرآن کریم میں ایمانیات کے مذکور اصولِ خمسہ تو ہیں۔

وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِيْدًا ۔ (نساء ع ۲۰)

جو شخص اللہ تعالیٰ کی توحید۔ فرشتوں۔ کتابوں۔ پیغمبروں اور قیامت کا انکار کرے وہ دور کی گمراہی میں جا پڑا۔

شیعہ حضرات نے ملائکہ اور آسمانی کتابوں کو اس سے نکال کر اس کی جگہ عدل اور مفروضہ امامت رکھ دی ہے۔ جو بالکل عقل و نقل کے خلاف ہے اور شریعت میں دست اندازی اور تصرف ہے۔ شاید اس سے غرض یہ ہو کہ رُسل کی سنت کی حجیت و ابدیت کے تو وہ قائل نہیں۔ آسمانی کتاب ہی دیرپا اور محافظِ شریعت ہوتی ہے۔ اس سے جان چھڑانے کے لیے امامت نکالی کہ امام براہِ راست خدائے عادل سے علم لدنی وہبی سیکھ کر آتا ہے۔ اسے دنیا میں پیغمبرِ وقت اور کتاب وقت سے ہدایت پانے کی مطلق ضرورت نہیں ہوتی۔ نتیجہ واضح ہے۔ کہ کتاب و سنت رسول کے خلاف جو بات رواج دینا چاہو اسے امام کی طرف منسوب کر کے رائج کر دو تمہیں کوئی کچھ نہ کہہ سکے گا۔ اور مرضی اپنی کرو گے۔

اہلِ سنت نے آیت بالا پر ہی اپنے ایمان مفصل کی بنیاد رکھی ہے۔ البتہ اس میں ۵

باتوں پر عقیدہ تقدیر اور بعث بعد الموت کا اضافہ دیگر بہت سی آیات سے کیا ہے۔ مثلاً اِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ (ہم نے ہر چیز کو اندازہ سے بنایا) وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا (ہر چیز اس نے بنائی ہر ایک کی تقدیر مقدر کر دی) ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ (پھر تمہیں زندہ کرے گا۔ پھر تم اسی کی طرف پھیرے جاؤ گے)

نبوت و رسالت ۔ اس عنوان سے چھ صفحے تحریر کیے ہیں۔ اور اہل سنت پر اعتراض کیے ہیں۔

قولہ۔ "غیر شیعہ مسلمانوں نے ضرورتِ رسول کو تسلیم تو کیا ہے۔ مگر اس کو جائز الخطا بلکہ خاطی مانا ہے۔ مثلاً کہتے ہیں۔

۱۔ حضرت آدمؑ نے معاذ اللہ خدا کی نافرمانی کی اور جنت سے نکال دیئے گئے۔

۲۔ حضرت ابراہیمؑ نے معاذ اللہ تین جھوٹ بولے۔ ۳۔ حضرت یونسؑ کو معاذ اللہ ان کے گناہوں کے سبب مچھلی کے پیٹ میں رکھا گیا۔ ۴۔ حضرت سلیمانؑ نے معاذ اللہ غرور کیا اس کی سزا میں کچھ دنوں سلطنت سے محروم رہے۔ امام بخاری نے کوئی لحاظ نہ رکھا کہ حضور سرورِ کائناتؐ کے متعلق لکھ دیا کہ (انہوں نے حضرت ۵ عائشہؓ کو اپنے پیچھے کھڑا کر کے حبشیوں کا گدکا کھیل دکھایا۔ ملخصہ) ۶ امیمہ دختر نعمان بن شراحیل کے ساتھ نکاح منسوب کیا جب آپ نے اس سے کہا اپنا نفس مجھے دیدے۔ اُس نے جواب دیا بادشاہزادی بھی بازاری لوگوں کو اپنا نفس ہبہ کر سکتی ہے آپ نے سوچا کہ اپنا ہاتھ اس پر رکھ کر تسکین دوں۔ وہ بولی میں تجھ سے خدا کی امان مانگتی ہوں۔ آپؐ نے جواب دیا تو نے بڑے پناہ دینے والے سے امان مانگی ہے۔ پھر اسے سفید کپڑے دیئے اور (طلاق دے کر) رخصت کر دیا۔ (ملخصہ) پھر کہتے ہیں۔ یہی وہ توہین آمیز اور من گھڑت روایات ہیں جو کتاب "رنگیلا رسول" کی بنیاد بنیں۔ یقیناً عقل سلیم رکھنے والا کوئی شخص ایسے رسول کو ہرگز تسلیم کرنے کو تیار نہیں ہو سکتا۔ جس کا کردار صحیح بخاری وغیرہ کی مذکورہ روایات کے مطابق ہو۔ عقائد کی پاکیزگی صرف مذہبِ شیعہ ہی کو حاصل ہے کہ رسول کو ایسے تمام نقائص و عیوب سے پاک اور معصوم مانتا ہے۔" ص ۱۳، ۱۴، ۱۵ ملخصاً۔

نبوت سے متعلق مطاعن کے جوابات

جواب۔ خطا بھول کو کہتے ہیں جو انسانی خاصہ ہے اس پر گرفت نہیں ہے۔ گرفت گناہ پر ہے۔ گناہ کے لیے عمد و ارادہ شرط ہے ارشاد ہے۔ وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيمَا أَخْطَأْتُمْ بِهِ وَلَٰكِنْ مَا تَعَمَّدَتْ قُلُوبُكُمْ۔ جس بات میں تم بھول چوک گئے اس پر تمہارے ذمے کوئی گناہ نہیں لیکن اس پر ہے جو بارادہ قلب کیا ہو (الاحزاب)

۱۔ حضرت آدم بھول گئے ان کا ارادہ ہم نے نہ پایا (طٰہٰ) ان آیات کے مطابق ہمارا عقیدہ ہے۔ قرآن میں مذکور وقوع خطاء ونسیان کا انکار کیوں کریں۔ جنت سے عقیدہ تقدیر اور خدا کے ازلی فیصلہ کے مطابق نکلے۔ دانہ کھانا تو بہانہ بنا دیا گیا ہم کبھی یہ نہیں کہتے نہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضرت آدمؑ نے "خدا کی نافرمانی کی اور جنت سے نکال دیے گئے" یہ بہتان محض ہے۔ البتہ اس آیت کا ترجمہ آپ بھی کرتے ہوں گے الفاظ قرآن کا انکار کفر ہی ہے۔ البتہ ظاہر کے مطابق ہم عقیدہ نہیں رکھتے بلکہ حسن ادب سے توجیہہ کرتے ہیں۔

وَعَصَىٰ آدَمُ رَبَّهُ فَغَوَىٰ۔ اور آدم نے اپنے رب کے خلاف کیا لہذا ناکام ہے (ترجمہ مقبول)

۲۔ حضرت ابراہیمؑ کے قصہ میں کذب توریہ کے معنوں میں آیا ہے۔ یا ان کی جلالت شان سے کم کچھ اعمال کو حضرت ابراہیمؑ سے بڑے سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے ناقدانہ ذکر فرما دیا۔ جیسے آیت عصی آدم میں خدا نے تنقید کی۔ اپنے سے بڑے کی تنقید جائز ہوتی ہے اس پر اعتراض کیوں۔ اعتراض تو تب ہو کہ ہم ایسے ذکر کریں۔ البتہ شیعہ اسے صریح جھوٹ کہتے ہیں کیونکہ کافی باب تقیہ میں امام صادق نے تقیہ کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا ہے۔

فَقَالَ إِنِّي سَقِيمٌ وَاللّٰهِ مَا كَانَ سَقِيمًا۔ ابراہیمؑ نے کہا میں بیمار ہوں حالانکہ وہ بیمار نہ تھے۔ (تو جھوٹ خلافِ واقعہ کہنے کا نام ہے۔)

۳۔ حضرت یونسؑ کے متعلق بالا عبارت صریح جھوٹ ہے ہم ایسا اعتقاد نہیں رکھتے۔ اگر کسی غیر ذمہ دار مفسر نے لکھا ہو تو اس کا قصور ہے۔ مجموعی مسلک پر کوئی اعتراض نہیں۔

۴۔ حضرت سلیمانؑ کا بالا قصہ غالباً انگشتری کے گم ہو جانے کے سلسلہ میں ہے۔ سو یہ اسرائیلی خرافات میں سے ہے۔ ہمارے مستند مفسرین ابن کثیر۔ قرطبی۔ روح المعانی بیان القرآن وغیرہ نے اس کی تردید کی ہے۔

۵۔ گدکا کا کھیل دیکھنے پر اعتراض ایک بدفہمی اور سوءِ ظنی کا نتیجہ ہے خواہ راجپال ہندو کرے یا شیعہ بھائی!۔ یہ حبشہ کے لوگ تھے۔ مسلمان ہو گئے تھے۔ گدکا ۔ جو ایک قسم کی جنگی تربیت ہے ۔ کا کھیل جانتے تھے آپ نے صحابہ کرامؓ کو تربیت دلانے کے لیے مسجدِ نبوی کے صحن میں ان سے یہ کھیل کھلایا۔ یہ تیر اندازی کی طرح جہاد کی تربیت وتیاری کا شعبہ تھا۔ حکمِ رسول علیہ السلام کے تحت کارِ ثواب تھا۔ آپؐ کے مکان کا دروازہ پاس ہی تھا۔ آپ کواڑ بند کر کے اس میں کھڑے ہو گئے۔ آپؐ کے پیچھے حضرت عائشہؓ کھڑی دیکھ رہی تھیں۔ نہ آپ کی بے پردگی ہوئی نہ مقصودی طور پر ان کے بدن دیکھے بلکہ ان کے اس فعل کو جو فی نفسہٖ ثواب کا کام بن گیا تھا ۔ دیکھا تھا۔ اس میں گناہ یا توہین کی بات کیا ہوئی۔ کیا مردوں کو باجماعت نماز پڑھتے یا طواف کرتے۔ جہاد کرتے فعلِ عبادت دیکھنے کی نیت سے دیکھا جائے تو کوئی گناہ ہے؟ جنگِ احد میں حضرت عائشہؓ، فاطمہؓ ام سلیمؓ وغیرہ خواتین زخمیوں کو پانی پلاتی اور مرہم پٹی کرتی تھیں۔ ایک خاتون نے مسجدِ نبوی میں۔ فرسٹ ایڈ۔ کے طرز پر زخمی مجاہدوں کی مرہم پٹی کے لیے خیمہ لگایا ہوا تھا۔ معلوم ہوا کہ جہاد اور اس کے متعلقات کے سلسلے میں عورتوں کے اختلاط پر وہ پابندی نہیں جو عام حالات میں ہے۔

۶۔ امیمہ دختر شراحیل سے باقاعدہ آپؐ کا نکاح ہوا تھا۔ وہ نو وارد آداب سے ناواقف تھی آپؐ کے خلاف مزاج جملہ بول دیا تو شرف زوجیت سے محروم ہو گئی جس سے واضح ہو گیا کہ آپؐ با اصول اور لطیف طبع تھے محض شہوانی مزاج نہ تھے تو اس میں توہینِ نبوی کا کیا پہلو نکلا؟۔ ممکن ہے ہندو وغیرہ غیر مسلموں نے تعددِ ازواج کے مسئلہ پر طعن کرتے

ہوئے اس ناکام شادی کو موضوعِ سخن بنایا ہو مگر شیعہ تو مسلمان کہلاتے ہیں تعدد ازواج کے قائل ہیں وہ تو اپنے نبیؐ اور اپنی مسلمانی کی لاج رکھیں غیر مسلموں کو دندان شکن جواب دیں۔ نہ یہ کہ وہ راجپال ہندو کی ہاں میں ہاں ملا کر "رنگیلا رسول" کو مدلل بنائیں اور اپنے پیغمبر کے فعلِ نکاح پر اعتراض کر کے کافر بنیں۔ آخر نکاح آپؐ نے خدا کے حکم سے کیا۔ اور متعدد نکاح اللہ نے خصوصاً آپؐ کے لیے حلال کیے۔

سورۂ احزاب میں چھ قسم کی۔ رشتہ دار غیر رشتہ دار عورتوں کی حلت کے بعد اللہ نے فرمایا۔

وَامْرَأَةً مُّؤْمِنَةً إِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ إِنْ أَرَادَ النَّبِيُّ أَنْ يَّسْتَنْكِحَهَا خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ۔

اور ہر مومن عورت اگر وہ اپنے آپ کو نبیؐ کے حوالے کر دے بشرطیکہ نبی کا بھی ارادہ ہو کہ اس سے نکاح کرے خاص تمہارے لیے حلال کر دی ہیں۔ یہ حکم خالص تمہارے لیے ہے مومنوں کے لیے نہیں۔ (مقبول)

یہ نکاح غالباً اسی زمانے کا ہے۔ لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَاءُ مِنْ بَعْدُ وَلَا أَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ أَزْوَاجٍ (اس کے بعد نہ تمہارے لیے اور عورتیں حلال ہیں اور نہ یہ بات کہ تم موجودہ ازواج کے بدلے اور ازواج کر لو (ترجمہ مقبول) سے نئے نکاح پر پابندی اور موجودہ ازواج کو نہ بدلنے کا حکم بعد میں نازل ہوا۔

جب یہ باتیں فی نفسہٖ طعن نہیں تو شیعہ بھائی حضور علیہ الصلاۃ والسلام سے دشمنی کا کتنا شدید مظاہرہ کر رہا ہے۔ کہ عقلِ سلیم رکھتے ہوئے آپؐ کو رسول تک ماننے کو تیار نہیں منصبِ رسالت کے متعلق یہ ان کا خیالی غیر واقعی تصور و عقیدہ ہے۔ کہ انسانی خاصہ۔ بھول بھوک اور رغبت الی الحلال سے بھی پاک ہو۔ جیسے مشرکین مکہ کا بطورِ ادب یہ تصور تھا کہ رسول و نبی نوری اور فرشتہ ہونا چاہیے۔ خاکی انسان کھانے پینے کا محتاج، بیوی بچوں والا، بازاروں میں چلنے پھرنے والا کیسے منصبِ نبوت کا اہل ہو گیا؟ حضرت رسولِ پاک علیہ التحیات کے متعلق جو معیار اور عقیدہ قرآن نے شانِ نزول کی آیات کے ضمن میں بتلایا ہے۔ وہی برحق ہے۔ اس میں نہ آپؐ کی توہین ہے نہ گنہگار ہونا لازم آتا ہے۔ اس کے برعکس محض خیالی سہو و خطا

سے معصومانہ عقیدہ مشرکین و شیعہ کا من گھڑت معیار ہے جس پر قرآن و سنت اور اجماعِ امت سے کوئی سند پیش نہیں کی جا سکتی۔

مقامِ رسولؐ اور اہلسنت

الغرض سنی اعتقاد میں آپ گناہوں سے پاک تھے۔ البتہ لشکرِ اسامہؓ کی تیاری میں نیت کی خرابی کا گناہ نفاق شیعہ نے آپ کے ذمے لگایا۔ (جلاء العیون)

سنی عقیدہ میں آپؐ زاہد و پرہیزگار تھے۔ البتہ شیعہ نے حضرت فاطمہؓ کو فدک کی وسیع و عریض جائداد ہبہ کرنے کا الزام لگا کر آپؐ کے زہد کو داغدار کیا۔

ہم کبھی لذاتِ دنیا کی طرف آپؐ کو راغب نہیں مانتے۔ البتہ شیعہ اعتقاد میں آپؐ تا زیست متمنی رہے کہ اپنے داماد کو تخت و تاج کا وارث بنائیں۔

آپؐ مؤید من اللہ تھے کہ کبھی سہو و خطا سرزد ہوئی تو وحی کے ذریعے اصلاح ہو گئی آپؐ کو خطا پر قائم نہ رکھا گیا۔ مگر شیعہ نے ایسی آیات کا ہی انکار کر دیا۔

آپؐ خدا کے احکام کے پابند تھے۔ لہٰذا کوئی شادی محض اپنی خواہش سے نہیں کی جن پر شیعہ بھی کفار کی طرح جل رہے ہیں۔

آپؐ کا کوئی قول رضائے الٰہی کے خلاف نہیں ہوا۔ لہٰذا آپؐ کی سنت کو معیارِ ایمان اور حجت نہ ماننے والے شیعہ ملتِ اسلامیہ سے خارج سمجھے گئے۔

آپؐ واقعی اشرف المخلوقات اور سید الانبیاء تھے۔ لہٰذا درج ذیل حدیث کے مطابق آپ کے برابر آئمہ کو ماننے والے رسول اللہ کی شان کے منکر و دشمن ہیں۔

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال ما جاء بہ علی اخذہ و ما نھی عنہ انتھی عنہ جری لہ من الفضل ما جری لمحمد و لمحمد الفضل علی جمیع من خلق اللہ ..... وکذالک یجری ائمۃ الھدی واحد ابعد واحد

امام جعفر صادقؒ فرماتے ہیں جو شریعت علیؓ لائے ہیں۔ میں تو وہ لیتا ہوں اور جس سے وہ روکیں رکتا ہوں۔ آپ کی وہی شان ہے جو محمدؐ کی شان ہے اور محمدؐ کو اللہ نے اپنی تمام مخلوق پر (ماسوا ۱۲ آئمہ کے) فضیلت بخشی ہے۔۔۔ یہی شان و منصب

(اصول کافی ص۱۱۱ط لکھنؤ) یکے بعد دیگرے باقی آئمہ ہدیٰ کا ہے۔

ذرا سوچیے کہ شریعتِ محمدیہ اور ختمِ نبوت کا صفایا نہ ہو گیا۔ جبکہ ۱۲ آئمہ وہی شان اور منصب پا کر مستقل شریعت کے ساتھ دنیا کی ہدایت کے لیے مبعوث مانے گئے۔ اور کیا خط کشیدہ پاکیزہ، جملے چرانے میں شیعہ کی عیاری واضح نہ ہو گئی کہ دراصل یہ اعتقادات اہلِ سنت کے ہیں شیعہ ان کے عملاً و اعتقاداً مخالف ہیں مگر جاہل عوام کو دھوکہ دینے کے لیے ان کو اپنا عقیدہ اور اہلِ سنت کو ان کا مخالف بنایا۔ شیعو! تم سے خدا سمجھے۔

پیغمبر کے لیے معصوم ہونا کیوں ضروری ہے؟

اس عنوان کے تحت موصوف لکھتے ہیں۔ "۱۔ نسیان یعنی بھول چوک مان لینے میں ان کی شریعت سے اعتقاد ہی اٹھ جاتا ہے اور ممکن ہو جاتا ہے کہ بھول جانے کی وجہ سے اصل احکام کی بجائے کچھ اور ہی سنا دے یا کسی اہم حکم کو پہنچانا یاد ہی نہ رہے ص۱۶ ص۱۷ پر لکھتے ہیں۔" ۲۔ انہی لوگوں کا یہ عقیدہ ہے کہ رسولؐ دینی معاملات میں بھی بھول جایا کرتے تھے اور وہ بھی یہاں تک کہ ایک روز بھولے سے نماز میں بتوں کی صفت ثنا کرنے لگے (معاذ اللہ) ۳۔ کبھی کبھی نماز بھی غائب کر دیتے تھے۔ اور ۴۔ قرآن مجید کی آیات بھی عموماً یاد نہ رہتی تھیں جیسا کہ صاحب بخاری شریف لکھتے ہیں۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسولؐ اللہ نے بوقت شب ایک مرد کو قرآن پڑھتے سنا پھر فرمایا اللہ اس پر رحم کرے اس نے مجھے فلاں فلاں آیت جو کہ فلاں فلاں سورت کی بھلا دیا گیا تھا یاد دلا دی۔"

سہو و نسیان کا مسئلہ

جواب: شیعہ نے یہ مسئلہ مغالطہ انگیزی کے طور پر مطلب برآری کے لیے بیان کیا ہے۔ سوال ۵۲ میں اسے دوہرایا۔ ہم وہاں مفصل جواب دے چکے ہیں۔ یہاں چار اجزاء میں تجزیہ کے ساتھ جواب پیشِ خدمت ہے۔ ۱۔ شریعت کے کسی حکم کی تبلیغ میں سہو و نسیان کا کوئی قائل نہیں یہ الزام اور بناوٹی تقریر محض جھوٹی ہے۔ البتہ غیر اہم اور غیر تبلیغی امور میں امکان عقلی ہے مگر یہ سنی و شیعہ کا اتفاقی مسئلہ ہے۔ متأخرین شیعہ جو قرآن کے منکر ہوتے چلے جاتے ہیں۔ یہ منکر ہیں۔ ورنہ

علامہ طوسی صاحبِ تہذیب الاحکام اور الاستبصار جیسے شیعہ مذہب کے ستون اس کے قائل ہیں۔

وہ آیتِ کریمہ وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ۔ (اور اگر شیطان تم کو بھلا دے تو یاد آ جانے کے بعد ظالم لوگوں کے پاس نہ بیٹھو۔ ترجمہ مقبول) کی تفسیر میں تفسیر التبیان پ میں لکھتے ہیں۔

"جبائی معتزلی نے کہا ہے کہ یہ آیت شیعہ پر حجت ہے کہ وہ سہو و نسیانِ پیغمبر کے قائل نہیں۔ مگر شیعہ پر یہ (نفی سہو و نسیان پیغمبر کا) الزام صحیح نہیں۔ کیونکہ ہم کہتے ہیں کہ ان پر سہو و نسیان ان باتوں میں جائز نہیں جو وہ اللہ کی طرف سے پہنچاتے ہیں۔ ان کے ماسوا امور میں شیعہ سہو کو جائز کہتے ہیں۔ کہ آپؐ وہ بات بھول جائیں یا چوک جائیں جب تک کہ کمال عقل میں خلل کا شبہ پیدا نہ ہو اور سہو و نسیان ان پر کیسے جائز نہ ہو حالانکہ وہ سوتے ہیں بیمار ہوتے ہیں ان کو غشی و بیہوشی ہوتی ہے۔ نیند بھی سہو ہے اور وہ بہت سے اپنے کیے ہوئے کام اور زمانہ ماضی میں اپنی آپ بیتی بھول جاتے ہیں۔ (تفسیر التبیان ج۴ ص۱۷۹ عربی) و مجمع البیان طبرسی مقام ہٰذا)

شیعہ بھائی کو چاہیے کہ یہ متفقہ عقیدہ پڑھ کر سینہ کوبی شروع کر دے یا پھر محقق طوسی اور قائلین نسیان کو منکرِ شریعت بنا کر تبیان اور تہذیب و استبصار جیسی تمام کتبِ شریعت کو آگ لگا دے۔

۲۔ نماز میں بھول کر بتوں کی تعریف کرنے کا الزام محض جھوٹا ہے تبھی تو حوالہ نہیں دیا۔ البتہ اس سے متعلق بات مفسرین نے اس آیت کے تحت لکھی ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ	اور ہم نے تم سے پہلے کوئی رسول اور نبی نہیں
وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْٓ	بھیجا مگر یہ کہ جس وقت اس نے کوئی خواہش کی
اُمْنِيَّتِهٖ فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ	شیطان نے اس کی خواہش میں کوئی نہ کوئی دخل دیا۔ پس شیطان جو دخل دیتا ہے
ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ۔ (پ۱۷ الانبیاء ع۷)	

اللہ اس کو مٹا دیتا ہے پھر اللہ اپنی آیتوں کو مضبوط کر دیتا ہے۔ (ترجمہ مقبول)

اہلِ سنت صحیح ترین تفسیر اس آیت کی یہ کرتے ہیں کہ تمنّٰی کا معنٰی قرآن پڑھنا ہے۔ کیونکہ لفظ احکام آیات اس کا قرینہ ہے۔ تو مطلب یہ ہے کہ جب کبھی کوئی پیغمبر تلاوت آیات کرتا ہے شیطان ان کے ہم آواز ہو کر اپنی بات ملاتا ہے۔ مگر اللہ اس کی بات کو جلدی مٹا دیتا ہے۔ چنانچہ ایک مرتبہ آپؐ نے سورت نجم کی آیت اَفَرَاَیْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰی وَمَنٰوۃَ الثَّالِثَۃَ الْاُخْرٰی۔ (کیا تم نے لات وعزیٰ کو اور ایک اور تیسرے منات کو دیکھا؟) پڑھی تو شیطان نے ان کی مدح میں حضورؐ کے ہم آواز ہو کر یہ کلمات بولے تلک الغرانیق العلی وانما شفاعتھن لترتجی۔ (یہ بت بڑی شان والے ہیں ان کی شفاعت کی امید ہے۔) مشرکین نے ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے سمجھا اور خوب پروپیگنڈہ کیا۔ جیسے ان کا تابعدار شیعہ بھی آج کر رہا ہے۔ تو مسلمانوں کی پریشانی دور کرنے کے لیے اللہ نے آیت نازل فرما کر حقیقت حال واضح کر دی۔ شیعہ کی بد دیانتی اور خیانت پر بار بار تعجب آتا ہے۔ بات کیا ہوتی ہے اور کیسے بتنگڑ بنا کر اپنا الو سیدھا کر لیتے ہیں ؎ چوں ندیدند افسانہ زدند۔

شیعہ کی تفسیر پر یہ الزام مضبوط ہوتا ہے۔ کہ وہ ترجمہ کی روشنی میں تمنّٰی کی تفسیر خواہش سے کر رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہر پیغمبر کی خواہش میں شیطان کچھ نہ کچھ دخل دیتا ہے۔ اب بتلائیے کہ جب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہشات اور افعالِ قلبیہ پر شیطان حاوی ہو گیا۔ تو ان کے کسی قول و فعل پر اعتماد کیا رہا۔ گو خدا اس دخلِ شیطان کو مٹا ہی دے۔ مگر شیعہ مزاج تو اسے قبول نہیں کرتا وہ تو گاتا پھرے گا جس نبی کی خواہش میں شیطان کا دخل ہوا اس کا کیا اعتبار؟ تو اعتراضِ شیعہ جوں کا توں ان کے گھر میں باقی ہے۔

۳۔ آپؐ کبھی کبھی نماز بھی غائب کر دیتے تھے۔" بکواس محض ہے ایسے لوگوں پر اللہ کی ہزار لعنت ہو۔ در اصل یہ ایک ہی مرتبہ کا لیلۃ التعریس کا قصہ ہے۔ کہ ایک جہاد سے واپسی پر رات بھر آپ بمعہ لشکر سفر کرتے رہے۔ سحری کے وقت تھکاوٹ سے چور اور نیند سے مجبور ہو کر سو گئے۔ حضرت بلالؓ کو پہریدار بٹھلایا کہ جب صبح روشن ہو اذان دیکر

جگا دینا۔ وہ اونٹ کے پالان سے ٹیک لگا کر بیٹھے تو سو گئے۔ کوئی بھی نہ جاگ سکا حتیٰ کہ سورج کی گرمی سے سب حضرات جاگے۔ آپؐ نے استغفار کرتے ہوئے نماز کی تیاری کی اور فجر کی قضا نماز باقاعدہ اذان واقامت کے ساتھ باجماعت پڑھائی۔"

یہ قصہ کتبِ اہلِ سنت کے علاوہ خود شیعہ کتابوں میں بھی ہے۔ نیند سے اٹھنا انسان کے بس میں نہیں۔ اللہ جب اٹھائے اس کی مرضی ہے۔

یہاں امتِ محمدیہ کو قضا نماز کی تعلیم دلانے کے لیے سب کو سلا دیا۔ تو اللہ کے اس فعل پر اعتراض کیسا۔ جیسا کہ فروع کافی ج۱ کتاب الصلوٰۃ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز جیسے امرِ دین میں بھولنے کی صریح احادیث ہیں۔

امام صادقؒ فرماتے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے (چار رکعت کی نماز میں) دو رکعتوں پر سلام پھیر دیا۔ ایک مقتدی نے پوچھا کیا نماز میں تبدیلی ہو گئی؟ آپؐ نے فرمایا وہ کیسے؟ صحابہؓ نے عرض کی۔ آپ نے تو دو رکعت پڑھائیں۔ تو آپؐ نے پوچھا اے ذوالیدین جیسے ذوالشمالین کہتے تھے کیا ایسا ہی ہوا؟ اس نے کہا جی ہاں۔ پھر آپؐ نے بنا کی اور چار رکعتیں پوری کیں۔ امام صادقؒ فرماتے ہیں کہ یہ خدا ہی نے آپؐ کو بھلایا تاکہ امت کے لیے رحمت ہو۔ اور ایسی ایک روایت امام ابوالحسن الاوّل سے بھی مذکور ہے۔ (فروع کافی ج۱ ص۳۵۶-۳۵۷)

اب تو کتبِ شیعہ ہی سے امورِ دین میں سہو و نسیان کے علاوہ آپؐ کے علمِ غیب کا مسئلہ بھی حل ہو گیا۔ کاش شیعہ امام صادق کو صادق سمجھ کر مانتے اور من گھڑت مذہب سے توبہ کرتے۔

۴۔ حضرت عائشہؓ کی روایت میں کسی سے سن کر ایک دو آیتوں کا ذہن میں عود کر آنا اتفاقی بات ہے۔ انسان کے ذہن سے ایک چیز اوجھل رہتی ہے۔ (بالکل فراموش کر دینا روایت میں مراد نہیں) پھر کسی کے پڑھنے سننے سے ذہن میں تازہ عود کر آتی ہے یعنی ذہن اس کی طرف توجہ کرتا ہے۔ اس میں اعتراض کا کوئی پہلو نہیں۔

معصوم کے سہو و نسیان پر شرعی دلائل | بکثرت آیات و احادیث میں سے چند

حاضرِ خدمت ہیں۔ ترجمہ مقبول کا ہے۔

۱۔ وَلَقَدْ عَهِدْنَا اِلٰى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا (طٰہٰ)

اور آدم کو ہم نے پہلے ہی ایک حکم دیا تھا پس وہ اس کو بھول گئے اور ہم نے ان میں پختگی نہ پائی۔

۲۔ وَقَاسَمَهُمَا اِنِّيْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ فَدَلّٰىهُمَا بِغُرُوْرٍ (اعراف)

ان دونوں کے سامنے قسم کھائی کہ میں ضرور تمہارے خیرخواہوں سے ہوں اور اس طرح دھوکے میں ان کو ڈانواں ڈول کر دیا۔

۳۔ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِيْتَ

اور جب بھول گئے ہو تو اللہ کو یاد کر لو۔

۴۔ وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى (پ ع ۱۴)

اور اگر شیطان تم کو بھلا دے تو یاد آجانے کے بعد ظالم لوگوں کے پاس نہ بیٹھو۔

۵۔ فَاِنِّيْ نَسِيْتُ الْحُوْتَ وَمَا اَنْسٰنِيْهُ اِلَّا الشَّيْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗ (کہف)

تو میں مچھلی کو بھول گیا تھا اور شیطان ہی نے مجھے یہ بات بھلا دی تھی کہ میں اسے یاد رکھتا۔

۶۔ عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَتَعْلَمَ الْكٰذِبِيْنَ (توبہ ع ۱۱)

خدا آپ کا بھلا کرے آپ نے ان کو (رہ جانے کی) اجازت دے کیوں دی۔ اور اتنا توقف کیوں نہ کیا کہ آپ پر خود بخود کھل جاتا کہ سچے کون ہیں اور جھوٹوں کو بھی آپ جان لیتے۔

۷۔ مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ (انفال ع ۹)

نبی کے پاس جب تک کہ وہ ملک میں غالب نہ آجائے قیدیوں کا ہونا مناسب نہیں ہے تم سامانِ دنیا کے خواستگار ہو۔ اور اللہ آخرت چاہتا ہے۔

۸۔ وَاَمَّا مَنْ جَآءَكَ يَسْعٰى وَهُوَ يَخْشٰى فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰى كَلَّآ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ (عبس پ ۳۰)

اور وہ جو تیرے پاس نیکی کی غرض سے آتا ہے اور وہ خدا سے بھی ڈرتا ہے تو اس سے تو اعراض کرتا ہے حق یہ ہے کہ یہ قرآن (کا سورہ) تو ایک نصیحت ہے۔

۹۔ حضرت علیؓ نے صفین میں خطبہ دیتے ہوئے فرمایا مجھے ٹھیک اور حق بات بتانے سے نہ رکنا اور منصفانہ مشورہ دینے سے پہلوتہی نہ کرنا کیونکہ میں اپنے نفس میں غلطی کرنے سے بالا نہیں ہوں اور نہ مجھے اپنے کاموں پر بھروسہ ہے بجز اس کے کہ مالک درست کر دے جو مجھ سے زیادہ مجھ پر اختیار رکھتا ہے۔ میں اور تم سب رب کے مملوک غلام ہیں وہ ہماری جانوں کا اتنا مالک ہے کہ ہم نہیں اسی نے ہم کو نادرستی سے نکال کر درست کاموں میں لگایا گمراہی کے بعد ہمیں ہدایت میں بدل دیا۔ اندھے پن کے بعد ہمیں دل کی روشنی عطا فرمائی (کافی کتاب الروضہ ص ۳۵۵ طا ایران جدید) نہج البلاغۃ ج ا ص ۴۳۶ خطبہ در صفین)

آیاتِ بالا نے انبیاء کرامؑ کے سہو و نسیان اور علمِ غیب کا مسئلہ حل کر دیا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کے خطبہ عالیہ نے ان مسائل کے علاوہ۔ عقیدہ عصمتِ آئمہ۔ سید الشنی السلام و ہدایت اور آئمہ کے مختارِ کل ہونے کے شیعی باطل عقائد کو تہس نہس کر دیا۔ اب جو شیعہ کے ذمہ دار لوگ۔ ان تمام آیات و احادیث سے اعراض کرکے (عملاً تکذیب کرتے ہوئے) عقیدت مند عوام کالانعام کو مفاد دنیا کی خاطر گمراہ کرتے ہیں۔ لمحہ بھر سوچیں کہ وہ خدا و رسول اور آئمہ کو کیا جواب دیں گے؟

علمِ غیب۔ قولہٗ۔ قرآن مجید میں تمام علوم و فنون موجود ہیں لہٰذا کوئی علم ایسا نہیں جس میں رسول اللہ معاذ اللہ بے علم ہوں۔ دوم یہ کہ آیتِ قرآن ہے کہ "اے رسول! جو تم نہیں جانتے تھے وہ سب ہم نے سکھا دیا۔ پ۵ النساء آیت ۱۳

اب سوال کرتے جائیے کہ رسول غیب جانتے تھے؟ اگر جانتے تھے تو ٹھیک اگر نہیں تو خدا نے بتلا دیا لہٰذا عالم الغیب ہوئے۔

جواب۔ ہم اہلِ سنت حنفیہ اور عقیدتمندان علماء دیوبند کا یہ عقیدہ ہے کہ سرورِ کائنات علیہ افضل الصلوات تمام مخلوقات جن و انس و ملائکہ سے بڑھ کر عالم تھے۔ اولین و آخرین کے علوم آپ کو دیئے گئے۔ قبر۔ حشر۔ جنت۔ دوزخ صفاتِ الٰہی۔ بعض

تکوینی امور کے متعلق ہزاروں باتیں جو پردۂ غیب میں تھیں۔ بذریعہ وحی و القاء آپؐ کو بتادی گئیں۔ جن کو خدا نے یوں تعبیر فرمایا۔

تِلْكَ مِنْ اَنْبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَآ اَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا (ھود ع ۴)

اے رسول! یہ غیب کی خبریں ہیں جو بذریعہ وحی کے ہم تمہارے پاس پہنچاتے ہیں اس سے پہلے نہ تم ان باتوں سے آگاہ تھے اور نہ تمہاری قوم۔

تو ہم یوں کہتے ہیں کہ آپؐ کو انباءِ غیب۔ اخبارِ غیب حاصل تھیں۔ بہت سی غیبی باتوں کو آپؐ جانتے تھے۔ مگر یوں ہم نہیں کہہ سکتے کہ آپؐ عالم الغیب تھے۔ یا کائنات کے تمام غیوب جانتے تھے یا آپؐ کو یہ ملکہ حاصل تھا کہ جب کبھی کوئی بات جاننا چاہتے دعائے الہام اور وحی کی آمد کے بغیر جان لیتے۔ کیونکہ یہ چیز قرآن کریم کی سینکڑوں آیات کے مخالف ہے۔ علمِ غیب کلی رکھنا یا عالم الغیب ہونا خاصۂ خداوندی ہے۔ یا قادر علی الغیب فی ای حین ہونا خزانہ غیب میں رخنہ ڈالنا ہے۔

علمِ غیب خاصۂ خدائی ہے چند آیات پر غور فرمائیں۔ ترجمہ مقبول کا ہے۔

۱۔ قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ (پ۲۰ ع ۱)

تم کہدو جو آسمانوں اور زمین میں ہیں (ان میں سے) غیب کو سوائے اللہ کے کوئی نہیں جانتا۔

۲۔ وَهُوَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَفِي الْاَرْضِ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ وَيَعْلَمُ مَا تَكْسِبُوْنَ (انعام ع ۱)

اور وہی اللہ آسمانوں میں بھی ہے اور زمین میں بھی تمہارے پوشیدہ کو بھی جانتا ہے اور ظاہر کو بھی۔ اور جو کچھ تم کرتے ہو اس سے آگاہ ہے۔

۳۔ اِنَّ اللّٰهَ عَالِمُ غَيْبِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ (فاطر ع ۴)

بے شک اللہ آسمانوں کی اور زمین کی پوشیدہ باتوں کا جاننے والا ہے۔ یقیناً وہی دلوں کے حال سے (پورا پورا) آگاہ ہے۔

۴۔ وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ۔ (توبہ ع ۱۳)

اور بعض اہلِ مدینہ سے بھی نفاق پر اڑے ہوئے ہیں۔ اے رسول! تم ان کو نہیں جانتے ہم ان کو خوب جانتے ہیں۔

۵۔ قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّيْ مَلَكٌ۔ (انعام ع ۵)

تم کہدو میں تم سے یہ تو نہیں کہتا کہ میرے پاس خدا کے خزانے ہیں اور نہ یہ کہ میں غیب دان ہوں اور نہ یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں (لفظ یہ کہ شیعہ مترجم نے غلط بڑھایا ہے م)

۶۔ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌۢ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ۔ (لقمان آخری آیت)

بے شک قیامت کا علم اللہ ہی کے پاس ہے اور وہی مینہ برساتا ہے اور وہی یہ جانتا ہے کہ حمل میں کیا ہے اور کوئی شخص یہ نہیں جانتا کہ کل اس کے نصیب میں کیا ہے اور نہ کوئی یہ جانتا ہے کہ وہ کس سرزمین میں مرے گا۔ بے شک اللہ تعالےٰ بڑا جاننے والا اور باخبر ہے۔

۷۔ قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ۔ (اعراف ع ۲۳)

تم یہ کہہ دو کہ میں اپنی ذات کے لیے نہ کسی نفع کا اختیار رکھتا ہوں نہ کسی نقصان کا سوائے اس کے جو اللہ کو منظور ہو اور اگر میں غیب جانتا ہوتا تو بہت سی خیر و خوبی اکٹھی کر لیتا اور خرابی تو مجھ کو چھو بھی نہ جاتی۔ الایں تو ان لوگوں کے لیے جو ایمان رکھتے ہیں فقط ایک خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا ہوں۔

آیات بالکل واضح اور قطعی المفہوم ہیں کہ علمِ غیب خاصۂ خداوندی ہے یعنی کہ

امام الاولین والآخرین حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس صفتِ الٰہی میں نہ شریک ہیں نہ آپ کو عالم الغیب کہا جائے گا گو آپ بعض اخبارِ غیب جانتے تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پرندہ بنانے پھونک مار کر اڑانے سے خالق اور محی نہ کہا جائے گا۔ کوئی شخص کسی کو بعطائے الٰہی کھلا پلا دے اسے "رازق" نہ کہا جائے گا۔

شیعہ کی احادیث بھی اس کی نفی کرتی ہیں۔ مثلاً معراج والی حدیث کافی میں ہے۔ کہ جب آپ واپس آئے تو مشرکین نے تکذیب کی انہوں نے مسجد بیت المقدس کی چھت دروازوں کے متعلق سوالات شروع کیے آپؐ پریشان ہوئے تو اللہ نے بیت المقدس سامنے کر دیا جو وہ پوچھتے آپ جواب دیتے جاتے تھے۔ (محصلہ)

درحقیقت شیعہ اپنے ائمہ کو خدائی صفات میں شریک اور عالم الغیب مانتے ہیں۔ کافی میں باب ہے۔ ان الائمۃ یعلمون الغیب کلہ۔ تو انہوں نے خفت مٹانے کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بھی یہ عقیدہ بنا دیا۔ پھر یہ جہلا اہلِ سنت کو دے دیا۔ صدی بھر سے ان کے بعض علما نے اسے اپنا لیا۔ اب وہ قرآن کی صاف صاف نفی علمِ غیب پر سینکڑوں آیات سے بھی انکار کرتے ہیں یا مانندِ انکا تاویلات کرتے ہیں اور یہ نہیں سوچتے کہ اس عقیدہ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مرتبۂ عالی میں ترقی نہیں ہوتی — کہ آپؐ کا مرتبہ ہمارے عقائد کا محتاج و تابع نہیں۔ ہاں شیعہ کا عقیدہ گھر گھر پھیلتا ہے یا وہ اس کے ذریعے اہلِ سنت کے دو گروہ بنا کر ان کو آپس میں لڑا کر کمزور کرتے اور اپنی کشتیٔ سلامت ترقی کے ساحل پر اتارتے ہیں۔ فوا آسفا۔ یلیت قومی یعلمون بمکائد الشیعۃ الرافضۃ۔

سورۃ النساء کی آیت وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ کا مطلب وہ لیا جائے گا جو دیگر آیاتِ کثیرہ کا مخالف نہ ہو۔ ما موصولہ عموم و خصوص دونوں کے لیے آتا ہے (جامی)، اور عموم بھی کبھی حقیقی ہوتا ہے۔ جیسے خدا کی طرف علم کی نسبت ہو۔ اور کبھی اضافی ہوتا ہے۔ جب انسانی معلومات کی انسان کی طرف نسبت ہو کہ وہ بہرحال محدود ہوتی ہیں۔ یہاں خصوص مراد ہے۔ یعنی منافق طعمہ بن ابیرق کے چور ہونے کی حقیقت آپؐ

کو بتلا دی۔ اور آپؐ کو غلط فیصلہ دینے سے بچا لیا۔

امامت ۔ اس عنوان سے اہلِ سنت پر گرفت کرتے ہوئے موصوف لکھتے ہیں۔ عالمین کے رسولؐ کے جانشین کے لیے یہ لازم نہیں سمجھا کہ اسے عالم، پاک نفس سخت پابندِ احکام ہونا چاہیئے بلکہ عملاً یہ تسلیم کیا کہ کیسا بھی کوئی شخص ہو جاہل ہو یا عالم بخود رائے ہو یا پابندِ شرع۔ بخیل ہو یا غنی سب جانشینِ پیغمبر ہو سکتے ہیں۔ (معاذ اللہ) یہی وجہ ہے کہ یزید بن معاویہ جیسے فاسق و فاجر شخص کو بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چھٹا خلیفہ تسلیم کیا (شرح فقہ اکبر) اور عبداللہ بن عمر بن خطاب نے مسجدِ نبوی میں یزید کی حمایت و وکالت کرتے ہوئے کہا۔ ہم نے یزید کی بیعت خدا اور رسول کی بیعت پر کی ہے۔ (بخاری کتاب الفتن)

اہلِ سنت کا معیارِ امامت

جواب۔ یہ نرا بھونڈا استدلال اور جھوٹ محض ہے کہ ہم شرائطِ خاصہ سے قطع نظر کر کے ہر شخص کو خلیفہ شرعی اور جانشینِ رسول مان لیتے ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ نے ازالۃ الخفاء میں خلیفہ کی شرائط یہ بتائی ہیں۔

۱۔ مسلمان ہو۔ ۲۔ عاقل بالغ ہو۔ ۳۔ مرد ہو۔ ۴۔ متکلم اور سمیع و بصیر ہو۔ ۵۔ مجتہد ہو۔ اس میں علمِ دین کا کمال آ گیا۔ ۶۔ عادل ہو۔ اس میں متقی و پرہیزگاری کی شرط بھی آ گئی۔ ۷۔ قریشی ہو۔ ۸۔ علی قول الاصح کتابت بھی شرط ہے۔

یزید جمہور علماء کے نزدیک خلیفہ شرعی نہیں تھا۔ ملا علی قاریؒ نے بعض کا قول نقل کیا ہے۔ مجموعی مسلک مختار نہیں فرمایا۔ البتہ جو لوگ یزید کو خلیفہ جائز بتاتے ہیں۔ وہ شرائطِ بالا میں ترمیم نہیں کرتے بلکہ اسے غیر فاسق اور عادل قابلِ خلافت مان کر تسلیم کرتے ہیں۔ اب رہا اس کا فسق و فجور تو قرآن میں تو اس کا ذکر نہیں۔ احادیث صحیحہ صریحہ میں بھی نام کی تعیین کے ساتھ مذکور نہیں۔ صرف تاریخ کا بیان ہے۔ اور اس بیانِ فسق کا آغاز تختِ خلافت پر بیٹھنے کے بعد نہیں ہوا۔ بجز اہلِ کوفہ کے الزام لگانے کے ۔ سیدنا حضرت حسینؓ مظلوم کی شہادت کے بعد بھی نہیں ہوا کہ ہر کسی نے

اہل کوفہ کو ملامت کی کہ ابنِ بنتِ رسول کو بلا کر ابنِ زیاد سے مل گئے اور قتل کر دیا اب مُحرم کے لیے مکھی اور جوں مارنے کا مسئلہ پوچھتے پھرتے ہو۔ (بخاری) اس کا آغاز سب سے پہلے ۶۳ھ میں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے داعیوں کی طرف سے ہوا۔ جبکہ معاصرین اس کی تردید بھی کرتے رہے۔ پھر حرہ کے سانحہ کے بعد اسے پانی ملا۔ پھر خلفاءِ عباسیہ کے دور میں سیاسی مخالفت کی وجہ سے ایسی باتوں کی یزید وغیرہ کے متعلق خوب تشہیر ہوئی۔ اور وُہ تاریخ کا جزو بن گئی۔ پھر علم کلام والوں نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ پھر رفتہ رفتہ افکارِ تشیّع کے فروغ اور پروپگنڈہ نے اسے گھر گھر پھیلا کر گالی بنا دیا۔ اب شیعہ کو اپنے اس کارنامے پر بڑا فخر بھی ہے۔ نامِ یزید سے نفرت اور یزیدیت سے پیار ان کا امتیازی شعار ہے۔ الغرض۔ بعض علماء نے اسے بنا بر شہرت یا احادیث میں مبہم اشارات کی بنا پر فاسق جانا انہوں نے ہرگز اسے خلیفہ نہ مانا۔ جمہور علماءِ دیوبند بھی نہیں مانتے۔ اور جنہوں نے اپنی منفرد گہری تحقیق اور دیانتدارانہ رائے سے اسے خلیفہ تسلیم کیا جن میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور علی بن زین العابدینؒ۔ شیعہ کے امام چہارم، جیسے بزرگ بھی ہیں۔ انہوں نے اس کے فسق کو تسلیم نہ کیا نہ بغاوت کو جائز سمجھا۔ وَلِکُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيهَا۔ تو اہلِ سنّت کا "معیارِ خلافت" قابلِ طعن نہ ہوا۔

جانشین رسول کی انتہائی ضرورت کیوں ہے؟

قولہٗ۔ کیا سرکارِ رسالت نے دنیا سے رحلت کے بعد امت کو یونہی حالات کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا؟ ہرگز نہیں۔ آپؐ نے اپنے پیچھے نظامِ زندگی ایک منظم و مربوط اور مکمل دستورِ حیات قرآن کی صورت میں چھوڑا۔ یہ امر مسلم ہے کہ تعلیماتِ معلم کی تفسیر و تشریح کی محتاج ہوا کرتی ہیں۔ جو شخص لوگوں سے یہ چاہے کہ مفہومِ قرآن کو رسول کے ارشادات سے سمجھنے کی بجائے وہی مفہوم تسلیم کر لو جو میں کہوں تو وہ شخص یقیناً گمراہ اور مریضِ جہل مرکب ہے۔ تفسیر بالرائے کرنے والے ایسا ہی کہتے ہیں ص۱۸

جواب۔ محترم یہی تو ہمارا اصول ہے جسے آپ چُرا کر اپنا مطلب نکالنا چاہتے ہیں۔ کہ رحلتِ رسولِ مقبولؐ کے بعد قرآن کریم مکمل دستورِ حیات ہے۔ مفہومِ قرآن کی تشریح رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات و اعمال سے ہی معتبر ہے جسے سنت کہتے ہیں۔ اور اس سنتِ نبوی کی بجائے ۱۲ اشخاص کو (امامت کے نام سے) یہ اختیار دے دینا کہ وہ جو کہیں تسلیم کر لیا جائے۔ تو یہ یقیناً گمراہی اور تفسیر بالرائے ہے۔ ارشاداتِ رسولؐ کو عملاً منسوخ جان کر اس عقیدۂ امامت کو حضور علیہ السلام کی جانشینی اور بدل ماننے والے اور اقوالِ آئمہ ہی کو تفسیرِ قرآن یا سب کچھ جاننے والے شیعہ حضرات اپنے اصول و فتویٰ کی رو سے جہلِ مرکب کے مریض بنے اور اپنے آئمہ کو بھی غیر شعوری طور پر گمراہ بتایا۔

جانشینِ رسول کتاب و سنّت ہی ہے

حضور علیہ السلام نے امت کو حالات کے رحم و کرم پر نہ چھوڑا بلکہ شد و مد سے تاقیامت قرآن و سنت کو اپنانے کی تعلیم دی۔ گلے از گلزارے، نمونہ ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ لوگو! میں نے تم میں دو چیزیں چھوڑی ہیں جب تک ان کو تھامو گے گمراہ نہ ہو گے کتاب اللہ اور سنتِ نبوی (موطا امام مالک ص۳۶۳)

۲۔ لوگو! میں نے تم میں دو چیزیں خلیفہ چھوڑی ہیں۔ ان (پر عمل کرنے) کے بعد گمراہ نہ ہو گے۔ کتاب اللہ اور میری سنت۔ یہ دونوں جدا نہ ہوں گی حتیٰ کہ حوض پر پہنچیں گی۔ (سنن دار قطنی ص۵۲۹)

۳۔ ابن عباسؓ راوی ہیں کہ حضور علیہ السلام نے حجۃ الوداع میں خطبہ دیا تو فرمایا ... اے لوگو! میں تم میں دو چیز چھوڑ کر جا رہا ہوں کہ جب تک تم ان سے تمسک کرو گے کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ کتاب اللہ اور سنتِ نبوی (مستدرک حاکم ج۱ ص۹۳)

۴۔ بروایتِ انس بن مالکؓ آپؐ نے فرمایا۔ میں نے اپنے بعد تم میں دو چیز چھوڑی ہے کہ جب تک تم اس کو پکڑو گے کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ اللہ کی کتاب اور تمہارے نبیؐ کی سنّت۔ (اخبار اصبہان لابی نعیم ج۱ ص۱۰۳)

۵۔ میں دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ تھامے رکھنا۔ کتاب اللہ اور میری سنت یہ اس وقت تک جدا نہ ہوں گی جب تک کہ حوضِ کوثر پر نہ پہنچیں۔ (کنز العمال ج۱ ص۴۸ بحوالہ ابی النصر السجزی طبع حیدر آباد دکن)

۶- اے لوگو! میری بات سنو- میں نے تبلیغ کردی اور تم میں دو چیزیں چھوڑی ہیں جب تک تم ان سے اعتصام کروگے کبھی گمراہ نہ ہوگے- اللہ کی کتاب اور اس کے نبی کی سنت (تاریخ طبری از ابن ابی نجیح ج ۳ ص۱۶۹)

۷- بروایت ابو سعید خدریؓ حضور علیہ السلام نے فرمایا- لوگو! میری بات پلّے باندھ لو- میں نے تبلیغ کردی ہے اور تم میں وہ چیز چھوڑی ہے کہ جب تک تم اس سے تمسک کروگے کبھی گمراہ نہ ہوگے- یہ ایک واضح بات ہے- اللہ کی کتاب اور سنتِ نبی ؐ- (سیرت ابنِ ہشام خطبہ حجۃ الوداع)

۸- بروایت ابو سعید خدریؓ حضورؐ نے مرضِ وفات میں ایک صبح کی نماز میں فرمایا- میں تم میں اللہ کی کتاب اور اپنی سنّت چھوڑ کر جا رہا ہوں- تم میری سنّت کے ذریعے قرآن کی تشریح کرو- تمہاری آنکھیں اندھی نہ ہوں گی- تمہارے قدم نہ پھسلیں گے- تمہارے ہاتھ کوتاہ نہ ہوں گے جب تک ان دونوں کو پکڑے رہوگے- (صواعق محرقہ از ابن ابی الرضا ص۵۰)

۹- بروایت ابنِ عباسؓ حضورؐ نے حجۃ الوداع میں فرمایا- اے لوگو! میں نے تم میں وہ چیزیں چھوڑی ہیں کہ جب تک ان پر عمل کروگے گمراہ نہ ہوگے- کتاب اللہ اور اس کے نبی ؐ کی سنت- (سنن الکبریٰ بیہقی ج ۱۰ ص۱۱۴)

۱۰- اسی صفحہ پر ابوہریرہؓ سے بھی اسی قسم کی روایت ہے-

۱۱- "میں نے تم میں دو چیزیں چھوڑی ہیں- جب تک تم ان سے تمسک کروگے گمراہ نہ ہوگے- (جامع بیان العلم وفضلہ ص۱۱۰)

۱۲- مستدرکِ حاکم ج ۱ ص۹۳ کتاب العلم میں حضرت ابوہریرہؓ سے بھی یہی روایت ہے- (کلہ از رسالہ حدیث ثقلین مولانا محمد نافع جھنگ)

شیعہ حضرات کو بھی یہ اصول ماننا پڑا کہ بعد رحلتِ رسول مقبول کتاب و سنّت ہی خلیفہ ہیں جن سے اپنا اختلاف رفع کرانا ہوگا- چنانچہ کافی میں باب ہے- باب الرد الی الکتاب والسنۃ- اور یہ کہ حلال وحرام یا انسانی ضرورت کی کوئی چیز بھی

ہو اس میں کتاب وسنت کا فتویٰ موجود ہے- پھر امام باقر کی یہ حدیث ہے-

ان اللہ تبارك وتعالی لم یدع شیئًا یحتاج الیه الامة الا انزله فی کتابه وبینه لرسوله صلی اللہ علیه وسلم (کافی ج ۱ ص۵۹)

اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسی چیز نہیں چھوڑی جس کی امت کو ضرورت ہو مگر وہ اپنی کتاب میں نازل فرمائی اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے وضاحت سے بیان کردی

اور خود اللہ پاک نے بھی تاقیامت یہی معیار بنایا ہے-

فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ کُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ (نساء ع ۹)

اے مومنو! اگر تمہارا آپس میں اولی الامر حاکموں کے ساتھ جھگڑا ہو جائے تو اللہ اور اس کے رسول (کتاب وسنت) کی طرف لوٹاؤ- (فیصلہ چاہو) اگر تم اللہ اور روزِ قیامت کو مانتے ہو- (عینِ مقبول)

جانشین کی حیثیت سے صحابہؓ کی خدمات

جب قرآن وسنّت کا بعد از پیغمبر مرجع دین، جانشینِ رسول، خلیفہ وفیصل ہونا اظہر من الشمس ہوگیا تو اب صرف دو باتوں کی ضرورت ہے- ایک تو یہ کہ اس کی روایت امت تک کون کرے- دوم یہ کہ اجتماعی نظام میں بطورِ حکومت اسے نافذ کرکے عملدر آمد کون کرائے-

پہلا کام تمام اصحابِ رسولؐ، تلامذہ نبوت نے سنبھالا- جیسے کسی کامیاب معلم کے شاگردانِ رشید اپنے استاذ کی امانت دوسروں تک پہنچاتے ہیں- اور ہمارے اعتقاد میں یہ لوگ عادل راست گو- جھوٹ اور افتراء علی الرسول سے مبرّا اور امت کے افضل ترین لوگ تھے- منصف مزاج شیعہ بھی یہی کہتے ہیں- ملاحظہ ہو- منتہی الآمال شیخ عباس قمی ص۲۰- آج قال الرسول کی سنہری ڈائی کے ساتھ ہزاروں ہزار فرامین نبوت- ہماری صحاح ستہ، مسندِ احمد، مستدرکِ حاکم، بیہقی، دارقطنی، کتب مسانید- کتب معاجم، کتب زوائد، صحاح وغیرہ میں مذکور ہیں- باقاعدہ علمِ رجال مدون ہے نیچے سند میں کسی راوی کی پڑتال کرنی ہو تو اسّی ہزار رجالِ حدیث میں سے اس کا حال معلوم کیا جاسکتا

ہے۔ شیعہ مؤلفین میں سے صاحبِ علم دوست علامہ محمد حسین ڈھکو اصول الشریعۃ فی عقائد الشیعہ ص۱۴ پر رقمطراز ہیں۔

"اصحاب آئمہ کا دینی امور میں اہتمام"، چونکہ دین اور بالخصوص اصولِ دین کا معاملہ بڑا ہی نازک ہے۔ اصول عقائد میں معمولی سی لغزش انسان کو ابدی ہلاکت کا شکار اور آتشِ جہنم کا ایندھن بنا کر رکھ دیتی ہے۔ اس لیے آئمہ طاہرین کے تربیت یافتہ مومنین باتمکین اس امر کی نزاکت سے واقف و آگاہ تھے اس لیے وہ اس سلسلہ میں بہت احتیاط سے کام لیتے تھے۔ وہ دین کے ہر ہر معاملہ میں ذاتی رائے و قیاس پر عمل کرنے کی بجائے اپنے آئمہ اطہار سے استصواب کرتے اور اصلاح لیتے تھے۔"

پس انصاف اور پیغمبر معصومؑ کی جلالتِ شان کا تقاضا یہ ہے کہ ایسا یا اس سے زیادہ مقامِ ثقاہت تلامذہ نبوت کو دیا جائے۔ ان کی عظمت و عدالت کا بھی اصحاب آئمہ سے بڑھ کر تحفظ ہو۔ ان پر از بیش اعتماد ہو۔ اگر عن ابی بصیر قال ابو عبداللہ علیہ السلام شیعہ بھائیوں کے لیے سب سے بڑا ذریعہ دین ہے۔ تو عن ابی ہریرۃ و عائشۃ و ابن عباس و ابی سعید و ابن عمر قالوا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی امتِ محمدیہ کے لیے دین کا سب سے بڑا ثقہ ذریعہ ماننا چاہیئے۔ اگر تعلیماتِ نبوت کو گھر گھر پہنچانے والا یہ طبقہ حجت نہیں۔ تو ڈیڑھ صدی بعد آئمہ کے اصحاب کا طبقہ کیسے حجت ہو گیا۔ کیا خُدا نے رسولؐ کی تعلیمات کو منسوخ یا باطل کر دیا کہ ان کے راوی منافق اور غیر معتبر ہو گئے۔ اور حضرت صادقؓ کو نئی نبوت اور ہدایت بخشی کہ ان کی تعلیمات کے تحفظ و فروغ کے لیے ان کے اصحاب کو مومنین باتمکین اور ثقہ بنا دیا۔ فَمَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ؟ -

تو ماننا پڑے گا کہ خلیفۂ رسول "سنت" امت تک صحیح پہنچا۔ اور آج بھی ارشاداتِ نبوت۔ رسولؐ کی جانشینی اور قرآن کی تشریح کر رہے ہیں۔ جب کہ شیعہ کے آئمہ نے قال الرسول کے عنوان سے ۰ا فیصد ارشاداتِ نبوی بھی پیش نہیں کیے۔ جس کا جی چاہے کافی و بخاری کا یا تہذیب و مسلم کا تقابل کر دیکھے۔ (دوسرا) قرآن و سنت کے نفاذ کا کام خلفاءؓ راشدینؓ نے سر انجام دیا۔ حدیں جاری کیں۔ جہاد کیے۔ قرآن و سنت کے مدارس اور جامعات

قائم کیے۔ لشکرِ اسلام کے ذریعے دشمنوں کو زیر کیا۔ اسلام کو چہار سو پھیلایا۔ عامہ مسلمین میں روحانیت اور فکرِ آخرت پیدا کی۔ کروڑوں مربع میل دھرتی پر عبادتِ الٰہی کا وہ منظر چشمِ فلک کو دکھایا جس کی اللہ تعالیٰ نے ان تمام خصوصیات کیساتھ بصورت وعدہ پیشینگوئی فرمائی تھی۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ (نور)

ان سب لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے اللہ نے یہ وعدہ کیا ہے کہ ضرور ان کو اس زمین میں جانشین بنائے گا جیسا کہ ان سے پہلوں کو جانشین بنایا تھا اور ضرور ان کے دین کو جو اس نے ان کے لیے پسند کر لیا ہے ان کی خاطر سے پائدار کر دے گا اور ضرور ان کے خوف کو امن سے بدل دے گا اس وقت وہ میری ہی عبادت کریں گے اور کسی چیز کو میرا شریک نہ ٹھہرائیں گے اور جو اس کے بعد ناشکری کرے گا پس نافرمان وہی ہیں۔ (مقبول)

تو یہ دو طبقے جانشینِ رسول کی حیثیت سے کامیاب و ممتاز ہوئے۔ آج یا تاریخ کے کسی دور میں اگر نفاذِ شریعت کرنے والے طبقہ کی کمزوری یا غیر موجودگی کا سوال اٹھایا جائے تو ہم کہتے ہیں کہ شیعہ کے یہاں تو یہ طبقہ سرے سے ہوا ہی نہیں۔ دوسرا طبقہ رواۃِ حدیث دوسری تیسری صدی میں ان کے بقول ہوا مگر ان کو ہزار برس تک تقیہ و کتمان میں رہنا پڑا۔ اور آج بھی تعلیم آئمہ یہی ہے کہ غیبتِ کبریٰ کے اس دور میں مذہب شیعہ اور اس کے خصائص کو انتہائی صیغۂ راز اور کتمان میں رکھا جائے۔ تو اہلسنت کے اکابر صحابہ کرامؓ، خلفاء اور آئمہ دین ہی اس رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے صحیح سائنٹفک۔ ظاہری و باطنی۔ مادی و روحانی۔ دینی و دنیوی جانشین و وارث بنے۔ جو رحلت کے وقت تاجدارِ رسالت بھی تھا اور دنیا کا قائد و حکمران بھی۔ امام غائب بننے اور دین کا تقیہ د

کتمان کرنے کی اسے کبھی ضرورت نہ پڑی۔ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ و خلفاءہ اجمعین۔

اس تقریر سے اہلِ سنت کے واقعی معیارِ خلافت اور شیعہ حضرات کے ذہنی و خیالی معیارِ امامت کا فرق واضح ہوگیا۔ ضرورت نہیں ہے کہ جانشین کے مسئلہ پہ مزید روشنی ڈالی جائے۔ تاہم شیعہ حضرات اپنی مفروضہ امامت پہ بہت ناز کرتے ہیں۔ بزعمِ خویش تحریفِ قرآنی کا ارتکاب کرکے۔ اس پہ آیات پڑھتے ہیں۔ لہذا مختصراً اُن کے دلائل کے تانے بانے کی پیمائش بھی ضروری ہے۔

قولہ۔ لہذا ایسے نائبِ رسول شخص کے لیے صفاتِ نبوی کا حامل ہونا ضروری اور علومِ پیغمبر کا وارث ہونا ناگزیر ہے وہ نائب یا متولی بعد از ختمِ نبوت۔ اصطلاحِ شرعی میں "امام" ہوتا ہے اور بعد از رسول امت کی دینی قیادتِ عظمٰی کی اہم ذمہ داریوں کے منصب کو زبانِ شرع میں امامت کہا جاتا ہے۔ ایسے امامِ امت اور قائدِ شریعت کا منصوص من اللہ ہونا بھی ضروری ہے اور لازم ہے کہ شارعِ اسلام نے اس کے تقرر منجانب اللہ کا خود اعلان فرمایا ہو۔ یعنی اس کی امامت اللہ اور رسول کی نصوصِ صریحہ سے ثابت و معلوم ہو صفحہ ۲۰۔

نیابتِ آئمہ شیعہ کی حقیقت

جواب۔ نائبِ رسول کے لیے تمام صفاتِ نبوی اور تمام علومِ پیغمبر کا وارث ہونا دعوٰی بلا دلیل ہے اور عقل و نقل کے بھی خلاف ہے۔ کیونکہ پیغمبر کے ساتھ برابری ہو گئی۔ اور پیغمبرانہ خصوصیات اور نبوت کا علو و تفوق باقی نہ رہا۔ لہذا یوں کہنا چاہیے کہ نائبِ رسول زندگی کے ہر شعبہ میں صفات و کمالاتِ نبوی کا پرتو ہو کر کامل مطیع و فرمانبردار ہو۔ یہ "امام" اور "امامت" تو خالص شیعی اصطلاح ہے۔ اس کے مفہومِ خاص پر قرآن و سنت سے کوئی دلیل نہیں جیسے عنقریب آئے گا۔ علومِ پیغمبر کا وارث وہی ہو سکتا ہے۔ جس نے آپ سے یہ علوم حاصل کیے ہوں۔ اور وہ آپ سے تلمذ و تعلم پر فخر کرتا ہو۔ شیعہ کے اعتقاد میں حضرت علی رض بھی مسلمان پیدائشی ہدایت یافتہ علمِ لدنی کے تاجدار اور پیدا ہونے سے پہلے ہی عالمِ ارواح

میں چاروں کتبِ سماوی کے حافظ و عالم تھے۔ (جلاء العیون صفحہ ۱۶۹) اور وہ معلم الکائنات پیغمبر آخر الزمان کے کسی بھی چیز میں محتاج نہ تھے۔ تو وہ علومِ پیغمبر کے وارث کیسے ہوئے۔ حضراتِ حسنین رض تو علومِ پیغمبر سیکھنے کی عمر میں بھی نہ تھے۔ باقی ۹ آئمہ نے تو آپ کا عہدِ حیات پایا ہی نہیں۔ لہذا ماننا پڑے گا کہ علومِ پیغمبر کے وارث تلامذہ نبوت صحابہ کرام رض ہی ہوئے اور شیعی اصول پہ ہی ان کے آئمہ علومِ پیغمبر کے وارث اور حقدارِ خلافت ثابت نہ ہو سکے۔ "قائدِ شریعت کا منصوص من اللہ ہونا"۔ ایک دعوٰی محض ہے۔ میں شیعہ حضرات کو چیلنج دیتا ہوں کہ جیسے حضور خاتم النبیین علیہ الصلاۃ والسلام کے رسول بنانے۔ بھیجنے۔ اُن کی اتباع کرنے کی بیسیوں آیاتِ صریحہ ہیں۔ ۱۲ آئمہ کے لیے ایک ہی نصِ قرآنی پیش کریں۔ چلیے صرف حضرت علی رض کے لیے ہی صریح نصِ قرآنی کہ ان کو میں نے امام بنایا۔ تمہاری طرف ہادی بنا کر بھیجا ان کی اتباع کرو ان کی مخالفت حرام ہے"۔ پیش کریں۔ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ۔ جب ایسی کوئی آیت نہیں ہے نہ کوئی شیعہ آج تک پیش کر سکا نہ قیامت تک کر سکے گا۔ تو خدا سے خوف کریں۔ اور بعد از ختمِ نبوت، پیغمبر کے ہم منصب، ہم رتبہ، معصوم، حلال و حرام میں مختار، واجب الاتباع اماموں کا عقیدہ مان کر ختمِ نبوت کی جڑ نہ کاٹیں کہ اس امامت کا دور شروع ہوتے ہی تمام امتِ محمدیہ کافر و منافق ہو گئی۔ آپ کی ازواج رض و بنات رض بھی ایمان و عظمت سے محروم ہو گئیں۔ قرآن بھی منسوخ و متغیر ہو گیا۔ کلمہ اسلام بھی بدل گیا۔ ارشاداتِ رسول بھی منسوخ اور ناقابلِ اتباع ہو گئے۔ اب صرف یہ صورت رہ گئی۔ کہ سب لوگ تعلیماتِ نبوی کو ذہن سے نکال کر منصوص من اللہ علمِ لدنی والے امام کو ہی اپنا سب کچھ سمجھیں۔ شیعہ کے نام سے ایک نئی امت بنے۔ نئی شریعت اور نئے احکام (بنام فقہ امام جیسے آج کل فقہ جعفری مشہور کی جا رہی ہے۔) ہوں نیا کلمہ ہو۔ صرف امام کے پاس رہنے والا نیا قرآن ہو۔ حضور علیہ السلام کے تمام متعلقین کو سب و شتم کرنے کی نئی رسم بد ہو وغیرہ۔ کیا خدا نے ایسی ہی امامت کو قرآن میں منصوص کرنا تھا؟ نہیں۔ خدا ہرگز ایسا کرنے والا نہ تھا۔ کیونکہ وہ فرما چکا تھا۔ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ إِيْمَانَكُمْ إِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ۔ اللہ تعالٰی تمہارے ایمان (و اعمال) کو ضائع

نہ کریں گے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں (اصحابِ رسولؐ و امتِ رسولؐ) پہ بڑا مہربان اور شفیق ہے۔

اسی طرح رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنے پاؤں پہ کلہاڑا مارنے والے اور تمام عمر کی محنت کمائی (لاکھوں صحابہ مومنین رضی اللہ عنہم) پہ پانی پھیرنے والے نہ تھے کہ ایسی امت کُش اور منافق ساز امامت کا اعلان کرتے۔ آپؐ نے حجۃ الوداع کے آخری خطبہ میں صرف قرآن و سنّت کو خلیفہ بنانے اور اتباع کرنے کا اعلان کیا۔ جیسے پہلے گذرا۔ اور کسی بھی روایت اور معتبر کتاب میں یہ نہیں کہ اس آخری خطاب الوداعی میں یا حرمِ کعبہ میں یا مسجدِ نبوی کے منبر پر ہزار۔ دس افراد کو یہ کہا ہو "کہ علیؓ کو خدا نے خلیفہ بنایا ہے میں ان کو تمہارا امام بنا کر جا رہا ہوں۔ تم سب ان کے شیعہ بن جاؤ۔" آج تک کوئی شیعہ مؤلف ایسی روایت پیش نہ کر سکا۔ غیر صحاح کی ایک حدیث غدیر یہ پیش کی جاتی ہے۔ "کہ جس کا میں مولیٰ ہوں اس کے علیؓ مولیٰ ہیں۔ اے اللہ! تو اس شخص سے محبت رکھ جو اس سے محبت رکھے اور اس سے دشمنی رکھ جو اس سے دشمنی رکھے۔ پھر اسے خلافت پر نصِ جلی و صریح کہا جاتا ہے۔ حالانکہ یہ ارشاد حضرت علیؓ کی شکایت کے ازالے اور حمایت کے سلسلے میں ایک کنوئیں پر پڑاؤ کے دوران آپؐ نے فرمایا۔ کہ کسی شخص نے حضرت علیؓ کی یوں شکایت کی انہوں نے فلاں باندی سے تعلق قائم کیا ہے۔ آپؐ نے حضرت علیؓ کی براءت کی اور شکایت کی مذمت کی۔ کہ ان کا تعلق میرے ساتھ خصوصی ہے جس کا دوست اور پیارا میں ہوں۔ علیؓ بھی اس کے پیارے ہیں۔ مجھ پہ تمہیں شکایت کی جراءت نہیں تو علیؓ کی شکایت کیوں کرتے ہیں؟ مولا کا معنیٰ۔ مالک، ساقی دوست، محبوب، غلام، آقا، سردار، مددگار وغیرہ ۲۰، ۲۲ معنے کتبِ لغت میں لکھے ہیں۔ دیکھو مصباح اللغات ص۹۶۹۔ مگر "خلیفہ بلافصل" اس کا معنیٰ کسی نے نہیں لکھا۔ تو ایسے ذوالوجوہ مشترک المعانی لفظ سے حضرت علیؓ کی یہ حمایت۔ "امام منصوص من اللہ کے لیے نصِ صریح" میں کیسے تبدیل ہو گئی۔ کچھ تو انصاف اور غور و فکر سے کام لینا چاہیے۔ یہاں محبوب کے معنیٰ ہی درست ہیں کہ بصورتِ دعا حدیث اس پہ دال ہے۔ اگر ایسی کفر د اسلام میں حدِ فاصل امامت کا وجود ہوتا خدا قرآن میں نام کی تعیین کے ساتھ اعلان

فرماتا۔ یا اپنے پیغمبر کو فرماتا کہ حجۃ الوداع میں لاکھوں امتیوں کے سامنے علیؓ اور ان کی اولاد کی امامت کا نام بنام اعلان کرو تاکہ اختلاف کا اندیشہ نہ رہے۔ یا حرمِ کعبہ و مسجدِ نبوی میں کرایا جاتا۔ اور وہ چیز پھر متواتر منقول ہوتی۔ مگر یار لوگوں نے تو خدا پر بھی تقیہ کا یہ الزام لگا دیا۔ کہ اگر خدا نام بنام آئمہ کا اعلان کرتا تو منافقین اسے قرآن سے نکال دیتے اس لیے اللہ نے مسئلہ مبہم کر دیا (احتجاج طبرسی)

پھر کافی باب الکتمان کی روایات کے مطابق — جو آپ سوال ۵۸ تقیہ کی بحث میں پڑھیں گے۔ امامت خدا کا رازِ سربستہ تھا۔ حضورؐ نے بھی صرف حضرت علیؓ کو پوشیدہ بتایا تھا۔ پھر کیسے اس راز کو آپؐ خمِ غدیر وغیرہ کے موقعہ پہ اعلان سے فاش کر کے خدا کی نافرمانی کرتے۔ لہذا ماننا پڑے گا کہ ایسا کوئی اعلان آپؐ کرنے کے مجاز ہی نہ تھے۔

نائبِ رسولؐ معصوم نہیں ہوتے

قولہٗ۔ نائبِ رسول کا بھی رسول کی طرح معصوم ہونا ضروری ہے۔ تاکہ لوگ پورے پورے پختہ یقین اور اطمینان کے ساتھ اس سے احکام اخذ کریں اُس کے حکم کو حکمِ رسول تسلیم کریں اور اسے بدل و جان مانیں ص۲۰۔

جواب۔ یہ بھی دعویٰ محض ہے۔ کیونکہ سنی و شیعہ کی متفقہ حدیث ہے۔

ان العلماء ورثة الانبياء ان الانبياء	بلاشبہ علماء ہی انبیاء کرامؑ کے وارث ہیں انبیاءؑ
لم یورثوا دینارا ولا درهما ولکن	درہم و دینار (اور جائیداد) کی وراثت نہیں
ورثوا العلم فمن اخذ منه اخذ	چھوڑتے بلکہ وہ علمِ دین چھوڑ کر جاتے ہیں
بحظ وافر (کتاب فضل العلم اصول کافی) ص۳۵	جو وراثت علم لیتا ہے وہ بہت بڑی دولت

ورثہ میں پاتا ہے۔

جب علماء نائبِ رسول اور وارث ہیں ان کی عصمت کا کوئی قائل نہیں تو شیعہ اصول غلط ہوا۔ خود بارہ آئمہ بھی اپنے متعلق یہ عقیدہ نہ رکھتے تھے۔ جیسے نہج البلاغۃ اور روضہ کافی ص۳۵۹ سے حضرت علیؓ کی تقریر گزری۔ ۳ آئمہ کے پیروکار بھی ان کو معصوم نہ جانتے تھے بلکہ نیک علماء دین سے جانتے تھے۔ اس کے باوجود ان کو مومن جانتے تھے۔ جیسے حق الیقین میں علامہ مجلسی لکھتے ہیں۔ "احادیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ شیعہ راویوں کی جماعت

جو آئمہ علیہم السلام کے زمانے میں ہوئی۔ وہ ان کی عصمت کا اعتقاد نہ رکھتے تھے۔ بلکہ وہ ان کو نیکوکار علماء میں سے جانتے تھے۔ جیسے رجال کشی سے ظاہر ہوتا ہے مع ہذا آئمہ علیہم السلام ان کو مومن و عادل کہتے تھے۔"

۴۔ اس اصول کے مطابق پھر آئمہ معصومین کے نائبوں اور جانشینوں کو بھی معصوم ماننا چاہیے۔ وجہ تفریق کیوں؟ معصوم کا جانشین غیر معصوم کیسے؟ تو پھر شیعہ کے مراجع شریعت مدار قسم کے علماء بھی معصوم ہوں حالانکہ ان کی عصمت کا کوئی قائل نہیں۔ اور شیعہ ان کو نائب امام یوں مانتے ہیں کہ آج دین کا آخری مرجع وہی ہیں۔ شیعہ سکہ میں سونا چاندی اور زمینی عشر کے علاوہ چونکہ باقی اموال اور فاضل آمدنی میں عبادت زکوٰۃ نہیں مانتے — حالانکہ آج ۹۰ فیصد دولت یہی ہے۔ وہ خمس کے قائل ہیں۔ پھر خمس میں سے امام کا حصہ نکال کر ان علماء کو دیتے ہیں اور وہ تبلیغی امور کے علاوہ امام باڑوں، متعلقہ عشرت کدوں کی تعمیر پر صرف کرتے ہیں۔

۵۔ پختہ یقین اور اطمینان اصول میں عند الشیعہ درکار ہے۔ تبھی تو وہ اصول میں تقلید کے قائل نہیں بلکہ بیقین قرآن وسنت پڑھ کر براہِ راست حاصل کرنا ہوگا۔ لہٰذا فروعی احکام اخذ کرنے میں عصمت کی شرط لگانا ایجادِ بندہ اور بدعت ہوئی۔ (ملاحظہ ہو شیعہ رسالہ توضیح المسائل کا دیباچہ اصولِ دین کی بحث ص۲)

قولہ۔ حضورؐ نے اپنے بعد نہ صرف ایک نائب کا اعلان فرمایا بلکہ قرآن و اہلِ بیت سے تمسک کا حکم دے کر امت کو قیامت تک کے لیے بتا دیا کہ قائدینِ امت صرف اہلبیت ہیں۔ ص۲۱۔

جواب۔ جس حدیث سے یہ استدلال ہے وہ از روئے الفاظ و معنیٰ درست نہیں آپؐ نے قرآن وسنّت کا تمسک واجب فرمایا (ملاحظہ ہو رسالہ حدیث ثقلین از مولانا محمد نافع، شیعی اصول پر اہلبیت و امام کے قائد ہونے نہ ہونے کی بحث ہم بالا کر چکے ہیں پھر ملاحظہ فرمالیں۔

مفروضہ امامت پر قرآنی آیات مع جوابات۔ ان غیر مربوط اور مسئلہ امامت

تشیع ۔۔۔ بالکل غیر متعلق آیات کا ایک بنیادی رشتہ کے ساتھ پرونے اور پھر استدلال کرنے کی سعی لاحاصل کی گئی ہے

۱۔ اِنَّا اَرْسَلْنَا اِلَیْکُمْ رَسُوْلًا شَاهِدًا عَلَیْکُمْ کَمَا اَرْسَلْنَا اِلٰی فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا۔

آیت بالا سے ثابت ہے کہ جناب رسالت مآبؐ حضرت موسیٰؑ کے مثیل تھے اس لیے امت رسولؐ کو بھی امتِ موسیٰؑ سے مماثلت ہے۔ ص۲۳

جواب۔ مماثلت من کل الوجوہ مراد نہیں ہو سکتی ورنہ لازم آئے گا کہ آپؐ کے مخالفین بھی فرعون کی طرح غرق ہوں۔ ہاں بعض وجوہ میں ہے۔ اور وہ اہلِ سنت کے موافق ہے۔ کہ آپ کے خلیفہ اوّل حضرت یوشع بن نون علیہ السلام آپ کے خادمِ خاص اور حضرت ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم کی طرح دور کے رشتہ دار تھے۔ نسب یہ ہے۔ یوشع بن نون بن فراہیم بن یوسف بن یعقوب بن ابراہیم (قصص القرآن ج ۲ ص۱۰ از مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی) تو پانچویں پشت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام بن عمران بن قاہت بن لاوی بن یعقوب علیہ السلامؑ سے نسب ملا۔ آپ کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا جانشین بنایا۔ جیسے حضرت ابوبکرؓ کو حج میں اور نماز میں اپنے مصلیٰ پر جانشین بنایا۔ سب بنی اسرائیل نے ان کی متفقہ بیعت کی۔ اور جبابرہ کے ملک کو فتح کیا۔ اور امتِ موسوی کا اقتدار و غلبہ رہا۔ اسی طرح خلفائے ثلاثہ علیہم الرضوان نے قیصر و کسریٰ وغیرہ فتوحات کے ذریعے امتِ محمدیہ کو غلبہ اور استحکام بخشا (ملاحظہ ہو شیعہ تفسیر مجمع البیان طبرسی پ۱۸ آیت استخلاف)

۲۔ وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَی الْکِتٰبَ فَلَا تَکُنْ فِیْ مِرْیَةٍ مِّنْ لِّقَآئِهٖ وَجَعَلْنٰهُ هُدًی لِّبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً یَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا وَکَانُوْا بِاٰیٰتِنَا یُوْقِنُوْنَ (سورہ سجدہ ع ۳)

اور بالتحقیق ہم نے موسیٰؑ کو کتاب عنایت کی پس ان کی قیامت کی حاضری کے بارے میں شک میں نہ رہنا اور ہم نے اس کتاب کو اولادِ اسرائیل کے لیے ہدایت مقرر کیا اور چونکہ انہوں نے صبر کیا تھا اور ہماری آیتوں پر یقین رکھتے تھے۔ ہم نے بھی ان میں

[۲] قصص القرآن ج ۱ ص ۳۰

سے الیے امام مقرر کیے جو ہمارے حکم کے موجب ہدایت کرتے تھے۔ (ترجمہ مقبول) جعلنا کا ترجمہ بنانے کے بجائے مقرر کرنا شیعی ذہن ہے ورنہ وَسَبَعَلکُم مُلُوکًا کا کیا یہ مطلب ہوگا کہ بادشاہ بھی خدا مقرر کرتا ہے ہم)

قولہ۔ اگر امت محمدیہ کے امام خدا کے مقرر کردہ نہ ہوں تو قوم موسیٰؑ امت مسلمہ سے افضل قرار پائے گی۔ تو ماننا پڑے گا کہ امت رسولؐ کے آئمہ کا تقرر کبھی سنت اللہ کے مطابق منجانب اللہ ہوا ہے اور ہوتا رہا ہے ۲۲

جواب۔ یہاں "آئمہ" کا مصداق انبیاءؑ ہیں۔ کیوں کہ اس قوم میں ایک روایت کے مطابق ستر ہزار اور ایک روایت کے مطابق کم از کم چار ہزار انبیاء کرام علیہم السلام تشریف لائے ہیں۔ انبیاء کو آئمہ سورت الانبیاء پ ۱۷ میں فرمایا گیا وَجَعَلْنَاهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَاَوْحَيْنَا اِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ الاية۔ یہاں اس پر يَهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا قرینہ ہے۔ کہ خدا کے امر وحی و حکم سے ہدایت و تبلیغ انبیاءؑ ہی کا منصب ہے۔ اگر عام ہادی اور پیشوایان دین مراد ہوتے تو لامرنا ہوتا۔ یعنی ہماری شریعت کی طرف رہنمائی کرتے۔ دوسرا قرینہ اگلی آیت میں اِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ۔ (آپ کا رب ان کے درمیان قیامت میں فیصلہ کرے گا) ہے اور یہ جملہ عموماً انبیاءؑ سے اختلاف رکھنے والوں کو وعید سنا کر فرمایا گیا ہے۔ جیسے بنی اسرائیل ہی کے قصہ میں ہے۔

وَلَقَدْ آتَيْنَا بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ... وَاٰتَيْنٰهُمْ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَمَا اخْتَلَفُوْا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ (جاثیہ ع ۲ پ ۲۵)	اور یقیناً ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب اور قوت فیصلہ اور نبوت عطا کی تھی.... اور ہم نے امر دین کی کھلی کھلی دلیلیں عطا کی تھیں۔ پس انہوں نے باہم اختلاف نہیں کیا مگر ان کے پاس علم پہنچ جانے کے بعد محض آپس کی سرکشی کے باعث

بے شک تمہارا پروردگار قیامت کے دن ان کے مابین ان تمام چیزوں میں جن میں

وہ اختلاف کیا کرتے تھے فیصلہ فرما دے گا۔

اگر غیر نبی ہدایت کے پیشوا مراد ہوں تو بنانے کا مطلب تقرر کرنا نہیں جس کا حاصل بقول شیعہ یہ ہوتا ہے کہ آسمانی کتاب میں ان کا نام بنام ذکر ہو یا نبی ان کا نام لے کر لوگوں کو ان کی اتباع کا حکم الٰہی سنائے اور یہ چیز محتاج ثبوت ہے اور کوئی شیعہ ان کے اسماء کی تعیین اور فرداً فرداً تقرری قرآن و حدیث سے نہیں دکھا سکتا۔ تو بنانے کا مطلب یہ ہے کہ ان کو تعلیم دین۔ صبر اور یقین کے ساتھ آراستہ کر کے تبلیغ و ہدایت کی توفیق دینا ہے اور لوگوں کو ان کا متبع بنا دیا ہے۔ بعض مفسرین نے یہی لکھا ہے۔ تو اس مفہوم میں تشبیہ بھی مکمل ہو جائے گی کہ قوم بنی اسرائیل میں جیسے لاتعداد علماء ہادیان پیشوا تھے اسی طرح امت محمدیہ میں بھی لاتعداد علماء آئمہ ہدایت کے لیے خدا بنا دے گا۔ اور یقیناً ایسا اللہ نے کیا تو وہ آئمہ نہ منصوص فی التوراۃ تھے نہ بارہ میں منحصر تھے۔ اسی طرح امت محمدیہ کے پیشوایان دین نہ منصوص فی القرآن والسنۃ ہیں نہ بارہ میں منحصر جیسے وہ آزاد و ظاہر تھے۔ اسی طرح یہ بھی تقیہ میں نہیں نہ غائب ہیں۔ تو امت محمدیہ کی فوقیت بھی اسی مسلک اہل سنت پر برقرار رہی۔

تفسیر فتوحات الٰہیہ المعروف بہ تفسیر جمل ج ۳ ص ۴۱۹ میں ہے۔ قولہ آئمۃ ـ وھم الانبیاء الذین کانوا فی بنی اسرائیل وقیل ھم اتباع الانبیاء۔

بالفرض خدا کے بنائے ہوئے آئمہ غیر انبیاء ہی مانے جائیں تو جیسے حضرت موسیٰؑ کی نبوت اور حضورؐ کی ختم نبوت میں مماثلت نہیں اسی طرح دونوں کے جانشینوں میں تقرر کے لحاظ سے مماثلت ضروری نہیں۔ اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال۔ دراصل شیعہ ایسی آیات میں جَعَلَ کا ترجمہ مقرر کرنا اور نامزد کرنا لے کر دھوکہ دیتے ہیں۔ حالانکہ جَعَلَ کا یہ ترجمہ ایجاد بندہ اور تحریف ہے۔ صحیح ترجمہ بنانا اور پیدا کرنا ہے۔ مندرجہ ذیل آیات کے تراجم میں غور کریں۔

۱۔ هُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ (اعراف)	اسی خدا نے تم سب کو زمین میں جانشین بنایا۔

۲۔ هُوَ الَّذِیْ جَعَلَکُمْ خَلٰٓئِفَ فِی الْاَرْضِ (فاطر) — اسی خدا نے تم کو زمین میں خلیفہ بنایا۔

۳۔ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِیْهَا الخ (البقرہ) — میں زمین میں خلیفہ پیدا کرنے والا ہوں۔ فرشتے بولے کیا آپ اس میں فساد کرنیوالے پیدا کریں گے۔

۴۔ اِذْ جَعَلَ فِیْکُمْ اَنْبِیَآءَ وَجَعَلَکُمْ مُّلُوْکًا (مائدہ) — خدا نے تم میں انبیاءؑ بنائے اور تم کو بادشاہ بنایا۔

۵۔ وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً یَّدْعُوْنَ اِلَی النَّارِ (قصص) — ہم نے فرعونیوں کو جہنم کی طرف بلانے والے امام بنایا۔

اس قسم کی تمام آیات میں جَعَلَ کا معنیٰ مقرر کرنا، نامزد کرنا کہنے کی بالکل ضرورت نہیں نہ گنجائش ہے۔ تو معلوم ہوا کہ جعلنا ہم ائمۃ کا ترجمہ آئمہ مقرر کرنا بالکل غلط اور بدعقیدہ چلانے کی ناکام کوشش ہے۔ (معاذ اللہ)

۶۔ وَلَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَیْ عَشَرَ نَقِیْبًا وَقَالَ اللّٰهُ اِنِّیْ مَعَکُمْ لَئِنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَاٰتَیْتُمُ الزَّکٰوةَ وَاٰمَنْتُمْ بِرُسُلِیْ وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ وَاَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا لَّاُکَفِّرَنَّ عَنْکُمْ سَیِّاٰتِکُمْ — الی — فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِیْلِ (پ ۶ مائدہ ع ۳، ۲۴)

بے شک اللہ نے بنی اسرائیل سے عہد لیا اور ان میں سے ہم نے بارہ سردار بھیجے اور پھر اللہ نے یہ فرمایا کہ بے شک میں تمہارے ساتھ ہوں اگر تم نماز پڑھو گے اور زکوٰۃ دو گے اور میرے رسولوں پر ایمان لاؤ گے اور ان کی مدد کرو گے اور اللہ کو قرض حسنہ دیتے رہو گے تو ضرور میں تمہاری برائیاں تم میں سے دور کر دوں گا اور تمہیں ایسی جنتوں میں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں داخل کروں گا۔ پس اس کے بعد جو تم میں سے منکر ہو گا وہ ضرور سیدھے راستے سے بھٹک جائے گا۔ (ترجمہ مقبول)

جواب (۱) آیت میں بارہ شیعہ ۱۲ سردار کا لفظ (؟) کرکے پھر انہیں [illegible] یہاں

سائل نے بھی ایسا ہی کیا اور اپنا ترجمہ غلط کیا۔ صحیح شیعہ تفسیر اور ان بارہ اماموں کی حقیقت درج ذیل ہے۔

"نقیبا۔ مطلب ہے وکیل، کفیل، امین اور ہر گروہ کا گواہ جو اپنی قوم کے افراد سے مطلع ہو کر تفتیش کرتا ہے اور ان کے نیک و بد کو پہچانتا ہو۔ روایت میں وارد ہے کہ ہلاکت فرعون کے بعد خدا نے بنی اسرائیل کو حکم دیا کہ تم ملک مصر کو چھوڑ دو اور ارض شام میں سرزمین اریحہ میں چلے جاؤ۔ جس میں اس وقت جبابرہ آباد تھے۔ خدا نے یہ بھی فرمایا تھا کہ میں نے اس کو تمہارے لیے جائے پناہ قرار دیا ہے۔ خدا نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ بھی حکم دیا تھا کہ تم بنی اسرائیل کے ہر سبط میں سے ایک ایک نقیب مقرر کر دو کہ وہ اپنے اپنے گروہ کی وفاداری کا ذکر کرے اور وہ ان کا سردار اور رئیس بھی ہو اس لیے کہ وہ جبابرہ کے جہاد پر مامور کیے گئے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے نقیبوں کا انتخاب کیا اور کل بنی اسرائیل سے عہد لیا اور ان نقیبوں کو ایفائے عہد کا ذمہ دار قرار دیا اور آپ سب کو ساتھ لے کر چلے۔ جب اس زمین کے قریب پہنچے تو حضرت موسیٰؑ نے ان نقیبوں کو بطور جاسوس کے بھیجا انہوں نے بڑے بڑے قوی ہیکل لوگ دیکھے حضرت موسیٰؑ کو آکر اس کی اطلاع دی انہوں نے ارشاد فرمایا کہ اس بات کو پوشیدہ رکھنا ظاہر نہ کرنا مگر اس کی تعمیل صرف کالب بن یوفنا نے جو سبط یہودا سے تھے اور یوشع بن نون نے جو کہ سبط افرائیم بن یوسف سے تھے کی اور باقی لوگوں نے اپنی اپنی قوم سے اس واقعہ کا ذکر کر دیا۔ اسی پر خدا نے فرمایا۔ فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّیْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ۔ (ہم نے اسی طرح ان کے عہد توڑنے سے ان پر لعنت کی (حاشیہ ترجمہ مقبول پ ۶ ص ۱۳۰)

اگر شیعہ کو حضورؐ کے مثیل موسیٰ ہونے اور بارہ نقباء بنی اسرائیل پر ناز ہے تو اپنے آئمہ کو ان آیات پر پیش کر کے فتویٰ لے لیں [illegible] ہو گا۔ آیت ہذا کا غلط ترجمہ کرنے کے بعد سائل نے یہ بہت غلط لکھا ہے۔ "اس میں خداوند تعالیٰ نے ان باتوں کا اعلان فرمایا ہے کہ قوم موسیٰؑ میں نقباء کی تعداد بارہ تھی۔ بنی اسرائیل سے ان کی پیروی کا عہد لیا گیا۔ تائید کی صورت میں جنت کا وعدہ کیا گیا اور مخالفت پر ہلاکت کا پیغام دیا۔" الخ

حالانکہ یہ ثنا جو ارشاد کیے ہیں ہر انجام کا وعدہ ان انتہا رہی سے ہے امت سے نہیں، ۲ کے سوا البقیہ سب بالقبار نقضِ عہد کی وجہ سے مستحق لعنت ٹھہرے گئے۔

گستاخی معاف! اگر کوئی ناصبی آپ کے ناجائز استدلال سے مرتب پاکر یہ کہدے کہ اس امت کے ۱۱ منسوخ شیعی آئمہ میں سے صرف دو (علی و حسینؓ) جنگ کرنے کے عہد پر قائم رہے۔ البقیہ دس نے تقیہ کرکے نقضِ عہد کیا۔ اور ان پر فتویٰ قرآنی (لعنہم) چسپاں ہوا تو آپ کیا جواب دیں گے؟

وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ — اور یقیناً ہم نے موسیٰ کو کتاب عنایت کی تھی
وَجَعَلْنَا مَعَهُ أَخَاهُ هَارُونَ — اور ان کے بھائی ہارون کو ان کا وزیر
وَزِيرًا (الفرقان ۳۵) — مقرر کیا تھا۔

معلوم ہوا حضرت موسیٰؑ کے وزیر اور خلیفہ اوّل ان کے بھائی ہارون تھے۔ کوئی غیر اہل امتی نہ تھے۔ اس لیے امتِ محمدیہ کے خلیفہ اوّل بھی حضرت علیؓ ہی قرار پائے جو برادر مصطفیٰ ہیں اسی لیے حضورؐ نے جناب امیر کو مخاطب کرکے فرمایا۔ یا علی انت منی بمنزلة هارون من موسٰى الا انه لا نبی بعدی۔ اے علیؓ! تیری منزلت مجھ سے وہی ہے جو ہارونؑ کی موسیٰؑ کے ساتھ تھی۔ سوائے اس کے کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ ص ۲۵

جواب - حضرت ہارون علیہ السلام واقعی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھائی اور وزیر تھے۔ وزیر کے معنی، مددگار، مشیر اور کام میں ہاتھ بٹانے والے کے ہیں۔ یہ کام اصل بادشاہ یا نبی کی زندگی میں درکار ہے۔ اس عہدے کا بعد از وفات خلافت و جانشینی سے ذرا بھی تعلق نہیں۔ وزیر اور خلیفہ اوّل ایک ہی زمانہ میں متضاد بات ہے۔ تو شیعہ کا استدلال تمام نہ ہوا۔ ایک نبی یا بادشاہ کے وزیر متعدد ہو سکتے ہیں۔ جیسے وزیر کی حیثیت سے حضرت علیؓ زندگی میں آپؐ کے مشیر اور معاون رہے۔ اسی طرح حضرت ابوبکر صدیقؓ بھی وزیر و معاون رہے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کو بھی آپؐ نے اپنا محبوب یار ساتھی اور بھائی فرمایا ہے۔ (بخاری ج ۱ ص ۵۱۶، ۵۲۱) آپؐ کو منسوخی حکم الٰہی ملا تھا کہ ابوبکرؓ کو اپنا مشیر (وزیر) بنائیں۔ (الریاض النضرہ ص ۱۴۳)

ترمذی شریف کی روایت ہے کہ ہر نبی کے دو وزیر آسمانی ہوتے ہیں۔ دو زمینی۔ میرے آسمانی وزیر تو حضرت جبریلؑ و میکائیلؑ ہیں۔ اور زمینی وزیر ابوبکرؓ و عمرؓ ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا هذان السمع والبصر، کہ یہ ابوبکرؓ و عمرؓ میرے لیے بمنزلہ کان اور آنکھ کے ہیں۔ (مشکوٰۃ ص ۵۶۰)

آپؐ نے جو حضرت علیؓ کو بمنزلہ ہارون کے فرمایا۔ اخوت و وزارت میں حضرت صدیق اکبرؓ کی کما حقہ شرکت کے باوجود۔ اس کا ٹھیک مطلب یہ ہے کہ جیسے ہارونؑ زندگی میں حضرت موسیٰؑ کے معاون اور عارضی طور پر خلیفہ ہوئے تھے۔ جب آپؑ کوہ طور پر گئے اسی طرح تم زندگی میں میرے وزیر، غیر موجودگی میں میرے قائم مقام ہو کہ میں تم کو اپنے گھر والوں کا جانشین بنا کر تبوک کی مہم پر جا رہا ہوں اور دراصل یہ آپؐ نے غزوہ تبوک کے موقعہ پر آپؐ نے اس وقت فرمایا جب آپ علیؓ کو پیچھے چھوڑ کر چلے گئے۔ منافقین نے طعنہ دیا کہ نبی بوجھ سمجھ کر چھوڑ گئے۔ حضرت علیؓ تنگ دل اور پریشان ہو کر لشکر سے جا ملے آپؐ نے وجہ پوچھ کر یہ تسلی دی کہ واپس جاؤ۔ میری جانشینی کرو۔ جیسے ہارونؑ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کی تھی مگر حضرت ہارونؑ تو اس وقت نبی بھی تھے تم نبی اور صاحب اوصاف نبی نہیں ہو کہ یہ عہدہ مجھ پر ختم ہے۔ حدیث کا سیاق اور شانِ نزول ہی یہی بتا رہا ہے کہ زندگی میں عارضی طور پر جانشین ہوگے۔ مگر بعد از وفات نہیں کیونکہ مشبہ بہ حضرت ہارونؑ حضرت موسیٰؑ کی زندگی میں ہی فوت ہو گئے تھے۔ (قصص القرآن ج ۱ ص ۵۳۷) اور خلیفہ حضرت یوشعؑ بن نون ہوئے۔ حضرت موسیٰؑ و ہارونؑ کی اولاد میں سے کوئی نہیں ہوا۔ الا انه لا نبی بعدی۔ اس کا یہ مفہوم غلط لیا جاتا ہے کہ میری وفات کے بعد نبی کوئی نہ ہوگا تو خلیفہ ہوگا۔ کیونکہ جب مشبہ بہ ہارونؑ بعد از وفات موسیٰؑ ہوں گے ہی نہیں تو مشبہ حضرت علیؓ سے نفی نبوت کا کیا فائدہ ہوا۔ اس کا صحیح مطلب یہ ہے کہ حضرت موسیٰؑ کو عطاءِ نبوت کے بعد آپ کے سوال پر حضرت ہارونؑ کو وزارت و نبوت دونوں مل گئیں۔ مگر مجھے نبوت ملنے کے بعد تجھے وزارت و اخوت تو ملی ہے نبوت نہیں مل سکتی۔ کہ مجھے عطاءِ نبوت کے بعد نبی کوئی نہ بنے گا۔ تو یہ بعدیت زندگی میں بھی پائی گئی۔ اسود عنسی۔ طلیحہ، مسیلمہ جیسے جن لوگوں

نے اواخرِ عہدِ نبوت میں نبوت کے جھوٹے دعوے کیے وہ بھی لانبی بعدی کی تلوار سے قتل کر دیئے گئے اور تا قیامت بعد از نبیؐ نیا پیغمبر نہ ہوگا۔ حدیث منزلت اور حدیث مواخات فریقین کے درمیان مسلم سہی۔ مگر صاحب آپ کا چیلنج گوزِ شتر سے زیادہ نہیں۔ یہ وزارت و اخوت کے دونوں منصب حضرت ابوبکر صدیقؓ کو بھی حاصل رہے۔ زید بن حارثہؓ کو آپؐ نے اپنا بھائی فرمایا۔ (بخاری) تو حضرت علیؓ کی خصوصیت نہ رہی۔ بعد از رحلتِ نبوی خلافت بلافصل پر استدلال درست نہ رہا۔

۵۔ وَالَّذِیْٓ اَوْحَیْنَآ اِلَیْكَ مِنَ الْكِتٰبِ هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ اِنَّ اللّٰهَ بِعِبَادِهٖ لَخَبِیْرٌۢ بَصِیْرٌ ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِیْنَ اصْطَفَیْنَا مِنْ عِبَادِنَا فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَیْرٰتِ

(فاطر ۵۶)

اور اے رسولؐ جو کتاب ہم نے تمہاری طرف بذریعہ وحی کے بھیجی ہے وہ برحق ہے اور اپنے سے پہلی کتاب کی تصدیق کرنیوالی ہے۔ بے شک اللہ اپنے بندوں کے حال سے واقف اور ان کا نگران ہے۔ پس ہم نے اپنی اس کتاب کا وارث ان کو بنایا جن کو ہم نے اپنے بندوں میں سے منتخب کر لیا تھا۔ پس ان کے (بندوں) میں سے کچھ تو اپنے اوپر ظلم کرنیوالے ہیں اور کچھ میانہ رو ہیں اور کچھ حکم خدا سے تمام نیکیوں میں بڑھ جانے والے ہیں۔

لفظ اصطفاء ہی وہ مخصوص لفظ ہے جو ہمیشہ خدا کی جانب سے مقرر شدہ ہادیوں کا پتہ دیتا رہا۔

۶۔ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰٓی اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِیْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ

(آل عمران)

بالتحقیق اللہ نے آدمؑ اور نوحؑ اور آلِ ابراہیم اور آلِ عمران کو تمام عالموں سے برگزیدہ کیا۔

یہ لفظ اصطفاء خدا کے انتخاب خاص کو ظاہر کرتا ہے۔ اسی لفظ کے ذریعہ خدا نے ان افراد کا پتہ دیا ہے جو امتِ رسول میں سے اللہ نے منتخب فرمائے۔ اور قرآن مجید کا وارث بنایا۔ ملاحظہ ہو حدیث ثقلین۔ (میں شیعہ کیوں ہوا ص ۲۶)

جواب۔ یہ بالکل غیر معقول اور لغو استدلال ہے۔ آیت اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ میں "بندوں کے چناؤ" سے مراد مطلق امت محمدیہ مراد ہے۔ جو فی نفسہ معزز سابقہ امم پر مصطفیٰ اور برگزیدہ ہے۔ جیسے حیات القلوب ج ۲ ص ۱۳۵ پر حضرت موسیٰ کاظمؒ کی حدیث ہے۔ کہ حق تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تمام پیغمبروں پر فضیلت دی۔ (مقام مصطفیٰ بخشا) اسی طرح آپؐ کی امت کو تمام امتوں پر فضیلت دی۔ (مقام اصطفاء بخشا) چنانچہ فرمایا كُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ (کہ تم سب امم سے) بہترین امت ہو کہ لوگوں کی ہدایت کے لیے تم کو بنایا گیا اور جلاء العیون ص ۱۴ پر ہے کہ "آپؐ کی امت تمام امتوں سے افضل ہے"۔

اگر اس جملہ (اپنے بندوں میں سے ہم نے جن کو چنا) سے مراد شیعہ کے ۱۲ امام ہوں تو یہ سودا انکو مہنگا پڑے گا کہ اللہ نے ظالم، میانہ رو اور سابق بالخیر تین جماعتوں میں ان کی تقسیم کر دی ہے حالانکہ شیعہ ان کو معصوم مطلق مانتے ہیں۔ تبھی تو خائن پیشہ مصنف نے آیت کے خط کشیدہ جملے لکھے نہیں تاکہ چوری سینہ زوری اور ناجائز استدلال قارئین پر کھل نہ جائے۔ تو اس اصطفاء کا آیت اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰٓی اٰدَمَ سے کوئی ربط نہ ہوا۔ کہ یہاں حضرت آدم۔ نوح۔ آلِ ابراہیم (یعقوب واسحاقؑ) آلِ عمران (یحییٰ و عیسیٰؑ) سب کے سب انبیاء کرامؑ ہیں جو عالمین سے ممتاز ہیں اور نیک و بد کی تقسیم ان میں نہیں ہے۔ الغرض اللہ نے اس امت کے کوئی خاص افراد نہیں چنے جن کو کتاب کا وارث بنایا ہو اور وہ اسے لے کر امت کو اس سے محروم کر کے تقیہ میں یا غار میں غائب ہو گئے ہوں بلکہ وارث سے مراد وہ لوگ ہیں جو شب و روز قرآن پڑھتے، پڑھاتے، اس پر عمل کرتے اور دشمنوں کے اعتراضات سے دفاع کرتے ہیں وہ سنی المسلک امتِ محمدیہ ہی ہیں تینوں قسم کے لوگ ان میں پائے جاتے ہیں۔

۷۔ قولہ۔ کسی نبی و رسول و رہبرِ ملت کے بعد اس کی جانشینی کا مقدم حق اس کی اولاد ہی کو حاصل ہوتا ہے۔ جیسا کہ ارشادِ رب العزت ہے۔

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّیَّتُهُمْ بِاِیْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَمَآ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَیْءٍ ؕ كُلُّ

جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے ایمان میں ان کی پیروی کی۔ ان کی اولاد کو بھی ہم ان کے ساتھ ملا دیں گے۔ اور ان کے

اُمْرِیٍٔ بِمَا کَسَبَ رَهِیْنٌ وَ اَمْدَدْنٰهُمْ بِفَاکِهَةٍ وَّلَحْمٍ مِّمَّا یَشْتَهُوْنَ۔ (سورۃ طور آیت نمبر ۲)

اعمال (نیک) میں سے کچھ (بھی) کم نہ کریں گے۔ ہر شخص اپنے کیے (کی جوابدہی) میں گرفتار ہوگا۔ اور ہم انکو میووں سے اور گوشت سے جو (جو) کچھ وہ چاہیں گے۔ مدد دیں گے۔

جواب - اس آیت کا دنیا میں جانشینی سے ذرا تعلق نہیں تبھی تو شیعہ نے خط کشیدہ حصّہ نہیں لکھا۔ جس سے آخرت سے تعلق ہونا یقینی نظر آتا ہے۔ جنت میں نعمتوں کے بیان میں یہ ذکر فرمایا کہ نیک اولاد کو نیک والدین کے ساتھ جنت میں ایک مقام دیا جائے گا کہ نسبی رشتے اور اعمال و ایمان میں اتباع کا تقاضا یہی ہے۔

۸- وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا وَّاِبْرٰهِیْمَ وَجَعَلْنَا فِیْ ذُرِّیَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْکِتٰبَ فَمِنْهُمْ مُّهْتَدٍ وَکَثِیْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ

اور یقیناً ہم نے نوحؑ کو اور ابراہیمؑ کو بھیجا اور ہم نے ان دونوں کی اولاد میں نبوت و کتاب کو قرار دے دیا پس ان میں سے کوئی (کوئی تو) ہدایت یافتہ ہے۔ اور بہت سے ان میں سے نافرمان ہیں۔

اب یہ بات واضح ہوگئی کہ نوحؑ اور ابراہیمؑ کی جانشینی ان کے بعد ان کی ذریت کو عطا ہوئی جو بحیثیت نبوت تھی۔ اب نبوت ختم ہوگئی۔ لیکن کتاب باقی رہی۔ . . . اس لیے تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ (کتاب میں) جانشینی کا حق صرف ذریت ہی کو حاصل ہے اور کسی غیر کو نہیں۔ صہ ۲

جواب - حضرت نوحؑ علیہ السلام تو آدمِ ثانی ہیں اور آج تمام ذریتِ انس ان کی اولاد ہے جن میں کفار وغیرہ سب شامل ہیں۔ تو یہ نکتہ شیعہ کو مفید نہ ہوا۔ حضرت ابراہیمؑ بھی حضرت نوحؑ کی اولاد سے ہو کر پھر ایک عظیم دنیا کے جدِ خاص ہیں۔ تفسیر الجمل ج ۴ صہ ۲۹۵ میں ہے۔

ونوح هو الاب الثانی لجمیع البشر وابراهیم ابو العرب والروم وبنی اسرائیل۔

تمام انسانوں کے دوسرے باپ حضرت نوحؑ ہیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام رومیوں۔ عربوں اور عبرانیوں کے باپ ہیں۔

تو پتہ چلا کہ حضرت ابراہیمؑ کی اولاد بھی اکثر روئے زمین۔ برِ اعظم ایشیا۔ یورپ اور افریقہ پر پھیلی ہوئی تھی اب نصِ قرآنی ہر پیغمبر اسی قوم میں سے ہوتا ہے۔ تو ان کے انبیاء بھی انہی میں سے

- ذریتِ ابراہیمؑ سے تھے۔ کَثِیْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ - جسے شیعہ نہیں ظاہر کرتے۔ نے ان کی اکثریت کو فاسق (کافر و گنہگار) بتا دیا۔ یہ حضرت نوحؑ و ابراہیم علیہما السلام کی خصوصی عزت کی گئی کہ سب دنیا یا اکثر کو ان کی اولاد بنا یا۔ ان میں سے بعض انبیاء علیہم السلام بنے اور ان پر کتاب ہر زمانہ میں اترتی رہی۔ اب ظاہر ہے کہ اس ذریت اور اکثر کا حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذریت سے یا ان کو نئی کتاب ملنے سے تو کوئی تعلق نہیں۔ آخر وجہ شبہ اور علتِ ارتباط کیا ہے؟ اگر لفظ ذریت ہی ہے تو ان کے ہزاروں انبیاء اپنی اپنی مخصوص قوموں کے راہنما اور کتاب اللہ کے معلم وقتِ محدود کے لیے تھے۔ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ختم نبوت کی وجہ سے تمام دنیا کے لیے اور تمام اوطان و ملل کے لیے تا قیامت ہادی اور پیغمبر ہیں تو ان کی هدًی للناس کتاب ان کی ذریت میں سے صرف بارہ میں منحصر کیوں رہے؟ اس کا تقاضا یہ ہے کہ ذریتِ رسولؐ کے ہزاروں لاکھوں افراد علم و عمل سے آراستہ۔ قابلِ اتباع نمونہ بن کر دنیا کے کونے کونے میں پہنچیں اور تعلیم و ہدایتِ خلق کا کام کریں۔ مگر اس کثرت اور شان و شوکت کے ساتھ ذریتِ رسول ہوئی ہی نہیں۔ گو ہم اہلسنت سینکڑوں سادات کو علماء و فضلاء اور قابلِ اتباع مانتے ہیں مگر شیعہ اسے کبھی نہیں مان سکتے۔ وہ تو اپنے عقیدہ کے علاوہ ذریتِ رسولؐ کو علانیہ بدتر کہتے اور کتّے سے بھی نجس جانتے ہیں۔ (ملاحظہ ہو مجالس المؤمنین شوستری۔ احتجاج طبرسی وغیرہ) تو کتاب اللہ کا ذریتِ رسولؐ میں بند ہونا اور ہر قریہ و بستی والوں کا ان سے دین حاصل کرنا — تاکہ حجتِ الٰہی بندوں پر تمام ہو — ناممکن اور دلیل مشاہدہ سے غیر واقعی ثابت ہوا۔ تو یہ ماننا پڑے گا کہ ذریتِ رسولؐ کو ذریتِ نوحؑ و ابراہیمؑ سے کوئی مشابہت نہیں۔ ان کی بزرگی تو ان کے غیر انبیاء افراد پر نمایاں ہے۔ مگر کتاب اللہ حسب هدی للناس ہے اور ذریت کے ساتھ خاص نہیں تو اس کی تعلیم و تدریس عملی تشریح بھی ذریت کے ساتھ خاص نہ ہوئی بلکہ ذریت و غیر ذریت امتِ مصطفاۃ میں عام رہی کہ ان کے لاکھوں کروڑوں افراد کو اللہ نے کتاب اللہ کا وارث بنا کر علم و عمل سے آراستہ کیا اور وہ دنیا کے کونے کونے میں دین اسلام کی تبلیغ کر رہے ہیں اور یہی جانشین رسول ہیں جو سنی المسلک ہیں اور شیعہ کے خیال میں اصل وارثِ ذریت، قرآن کو اپنے ساتھ لیے دنیا سے غائب ہے۔ اور امتِ محمدیہ ان کی زیارت۔

ہدایت، تعلیم و تبلیغ سے یکسر محروم ہے۔

۹۔ یَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍۭ بِاِمَامِهِمْ۔ پ۱۵ ع ۸

جس دن ہم بلائیں گے ہر گروہ کو ان کے پیشوا کے ساتھ۔

ثابت ہوا کہ ہر دور زمانے میں کوئی نہ کوئی امام ضرور رہے۔ ص۲۷۔ (ملخصًا)

جواب۔ یہاں امام سے مراد مطلقاً پیشوا ہے۔ خواہ نیک ہو۔ جیسے انبیاء کرامؑ اور ان کے متبوع متبعین۔ خواہ بد ہو۔ جیسے فرعونیوں کے متعلق فرمایا ہم نے ان کو امام بنایا۔ وہ لوگوں کو آگ کی طرف بلاتے تھے۔ قیامت کے دن بدشکل ہوں گے (قصص ع ۷) اس کا قرینہ اگلی آیت ہے۔ کہ جن کو نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں ملیگا۔ وہ خود پڑھیں گے۔ ان پر ذرہ ظلم نہ ہوگا (اور جس کو بائیں ہاتھ میں ملا) وہ دنیا میں اندھا تھا آخرت میں بھی اندھا ہوگا یا اس سے بھی زیادہ گمراہ ہوگا۔" معلوم ہوا کہ اس آیت کا بھی شیعہ کی امامت سے ذرا تعلق نہیں۔

۱۰۔ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا۔ (البقرہ ع۱۷)

اور اسی طرح ہم نے تم کو بیچ کا گروہ مقرر کیا ہے تاکہ تم لوگوں پر گواہ رہو اور رسولؐ تم پر گواہ رہیں۔

معلوم ہوا کہ یہ اشخاص جو لوگوں کے ساتھ بلائیں جائیں گے وہ ہیں جو رسول کے ماتحت اور تمام امت کے حاکم و ولی ہیں۔ اور انھیں کو امام کہا جاسکتا ہے، انہی کی تابعداری کا ہر زمانہ والوں کو حکم دیا ہے "اے ایمان والو! تقویٰ اختیار کرو اور صادقین کے ساتھ رہو۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر زمانہ میں ایسا وجود باقی رہتا ہے جو صدق فی القول والعمل کے ساتھ حقیقی معنی میں معصوم ہوگا۔ پھر فرمایا۔

اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ۔

تم ڈرانے والے ہو اور نسلِ انسانی کے ہر طبقے کے لیے ایک راہنما ہے۔

ثابت ہوا کہ ہر طبقہ انسانی کے لیے رہنمائے حقیقی کا وجود یقینی ہے۔ (میں شیعہ کیوں ہوا ص۱۲۸)

۵ جواب۔ اس خالی خولی استدلال اور سخن سازی کا لچر پوچ ہونا ہر عامی پر بھی ظاہر ہے۔ بھلا آیت امت وسط کو آیت گذشتہ یَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍۭ بِاِمَامِهِمْ سے کیا تعلق ہوا پھر جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا (تم کو معتدل امت بنایا) کا خطاب سب امتِ محمدیہ کو ہے۔ صرف بارہ امام کیسے بن گئے؟ یہ قرآن کی صریح تحریف ہے۔ پھر اہلِ تقویٰ اور صادقین ہر زمانے میں ہیں اور وہ ہزاروں لاکھوں افراد ظاہر و باہر ہیں اور دنیا ان کی اتباع کر رہی ہے۔ یہ تو نہیں کہ ہر زمانے میں صرف ایک ایک فرد وہ بھی تقیہ میں مستور اور گمنام ہوکر رہا۔ اور ۲۵۵ھ سے امام عصر کے غائب ہو جانے سے وہ بھی ختم ہو گیا۔ کیا عقلِ سلیم کی روشنی میں ایسے صادقین کی معیت کسی کو میسر آسکتی ہے۔ پوری امت میں صرف ۵۰۰ افراد ہی کی فہرست درکار ہے جن کو ان کی معیت مع سندِ ایمانی نصیب ہوئی ہو۔ دیدہ باید؟ آیت اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ کے دو مطلب ہیں۔ کہ اے پیغمبر آپ ہی اس دور کے منذر ہیں۔ اور تمام اقوام عالم کے لیے ہادی ہیں۔ یا یہ کہ آپ منذر و پیغمبر ہیں اور ہر قوم کے لیے پیغمبر و ہادی ہوتا رہا ہے۔ الغرض اس آیت کا بھی شیعہ امامت سے کوئی تعلق نہیں۔

قارئینِ کرام! ہم نے شیعہ مؤلف کی امامت پر پیش کردہ تمام آیات مع شیعہ استدلال کی حقیقت الم نشرح کر دی۔ ہر آیت میں ان کی لفظی چوری اور معنوی تحریف اور بالکل غیر متعلقہ سخن سازی واضح کر دی۔ غور کیجیے کہ "مسئلہ امامت" ان کے ہاں اتنا اہم ہے کہ کلمہ طیبہ کا جزو ہے۔ اور اس میں شک کرنے والی تمام امتِ مسلمہ بھی بے ایمان و منافق ہے۔ مگر دلیل میں قرآنِ کریم کی ایک آیت بھی صریح یا ظنی مفہوم کی نہیں ہے۔ ہرگز نہیں ہے

ع لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں۔

لیجیے، اب موصوف "امام غائب علیہ السلام" کے عنوان سے قرآن کا خون کرتے ہیں۔

غیب کے معنی نظر نہ آنا ہے نہ کہ معدوم ہو جانا۔ یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ امام کا ہر زمانہ میں ہونا یقینی ہے تاہم اگر ظاہراً اس کا سراغ نہ ملے تو وہ غائب ہے۔ اور پردۂ قدرت میں مستور ہے۔ اِنَّمَا الْغَيْبُ لِلّٰهِ فَانْتَظِرُوْا اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ۔ (غیب اللہ کے قبضہ میں ہے، تم انتظار کرو۔ میں بھی انتظار کرتا ہوں) مطالعہ قرآن سے پتہ چلتا ہے کہ غیب

کی کچھ نہ کچھ حقیقت ضرور ہے جس پر ایمان لانا ضروری ہے۔ جیسے ارشاد ہے۔

هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ	ہدایت ہے پرہیزگاروں کے لیے جو غیب پر ایمان رکھتے ہیں۔

اگر غیب سے مراد اللہ تعالیٰ لیا جائے تو ظاہر ہے کہ ایمان باللہ کے بغیر متقی قرار ہی نہیں پا سکتے۔ اگر قیامت مراد لی جائے تو اس کا ذکر بالیوم الآخر میں علیحدہ موجود ہے لہٰذا غیب کوئی اور ہی چیز ہے جس پر ایمان لائے بغیر متقین ہونے کے باوجود قرآن سے ہدایت نصیب نہیں ہو سکتی ص۲۹۔

الجواب۔ "نام دل گھٹنا پھوٹے آنکھ" کا مصداق اس لایعنی استدلال کا میں کیا جواب دوں جو قرآن کی صحیح تحریف کر رہا ہے۔ اور اس کی سزا حکومت اسلامی۔ پاکستان چوک کراچی میں سولی لٹکا کر دے تو بجا ہے۔ سورت یونس کی آیت اِنَّمَا الْغَيْبُ "کہ غیب کا علم صرف خدا کو ہے۔ کفار کے اس مطالبہ کے رد میں ہے کہ کوئی معجزہ رب کی طرف سے کیوں نہیں آتا۔ بقرہ کی شروع کی آیات میں غیب سے مراد صفاتِ الٰہیہ۔ نبوتِ انبیاء۔ قبر۔ دوزخ جنت کی تفصیل حساب کتاب وغیرہ ہے۔ جنکی تفصیل دیگر آیات سے ملتی ہے۔ ترجمہ مقبول کے حاشیہ میں ان چیزوں کے علاوہ قیام قائم علیہ السلام اور رجعت بھی مثال میں بتایا ہے۔ مگر یہ تو ان کا خاص مسلک ہے۔ جب توحید۔ رسالت۔ دوزخ جنت کی طرح سینکڑوں آیات سے یہ چیز قطعی ثابت نہ ہو تو اسے الغیب کے تحت کیسے لایا جا سکتا ہے۔ پھر تو قادیانی وغیرہ بھی سچے ہو گئے کہ اپنی من گھڑت چیزیں اسی طرح آیات کے تحت لا دیتے ہیں۔ اعاذنا اللہ من تحریف القرآن۔

امام غائب علیہ السلام کا تعارف۔ شیعہ کا یہ خلافِ عقل و نقل بنیادی عقیدہ ہے۔ کہ بارھویں امام (مہدی) پیدا ہوئے اور ۵ سال کی عمر میں دشمنوں کے خوف سے چھپ کر سرمن رای نامی ایک غار میں چلے گئے۔ اصلی قرآن بموجب حدیث "لن یفترقا" کہ امام و قرآن کبھی جدا نہ ہوں گے۔ انہی کے پاس ہے۔ جب ۳۱۳ مومن دنیا میں ہو جائیں گے باہر تشریف لائیں گے۔ اور اصلی قرآن شریف شیعہ لوگوں کو پڑھائیں گے۔ باقی سب لوگوں کے لیے وہ لعنت و عذاب

ہوں گے۔ جیسے حضورؐ سب لوگوں کے لیے رحمت بن کر آئے تھے۔ چنانچہ یہ امام لعنت۔ روضہ نبوی کو بھی گرا دے گا۔ حضرت ابوبکر و عمرؓ کی صحیح سالم لاشیں نکال کر ایک خشک درخت پر (بطورِ سولی) لٹکائے گا۔ وہ ہرا ہو جائے گا۔ جنت البقیع کی قبریں اکھاڑے گا۔ منجملہ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہؓ کی سالم لاش نکال کر اسے اسّی درّے لگائے گا۔ (اصول کافی وغیرہ)

چند باتیں باحوالہ لکھی جاتی ہیں۔ ۱۔ نور اللہ شوستری کہتے ہیں کہ امام مہدی کے انتظار پر اجماع ہے۔ ہر زمانے اور ہر شہر کے شیعہ نے مسلسل اس پر اجماع کیا اور قولِ امام کی حجت بھی ان کے پاس ہے۔ (مجالس المومنین ص۱۶ ج۱) ۲۔ شیعہ محقق شیخ طوسی نے امام غائب کا فلسفہ ایک بادشاہ کے دربار میں یہ بیان کیا۔

لولا الامام لما قامت السمٰوٰت والارض	اگر امام غائب نہ ہو تو آسمان و زمین قائم نہ
ولما انزلت السماء قطرۃ لما اخرجت	رہیں اور آسمان سے بوند تک نہ برسے۔
الارض برکتھا (مجالس المومنین ص۶۲ ج۱)	اور زمین اپنی برکت و پیداوار نہ نکالے۔

گویا امامِ غائب اپنے فرائض۔ اقامتِ نماز۔ اقامتِ حدود۔ تبلیغ اسلام۔ تزکیۂ نفوس وغیرہ۔ تو دشمنوں کے خوف سے چھوڑ کر چلے گئے۔ اور خدا بن بیٹھے یا خدائی کے حصہ دار اور انچارج بن گئے حالانکہ پ۲۰ کی پہلی آیت میں اللہ کا ارشاد ہے۔

"آیا کس نے آسمان و زمین بنائی۔ کس نے تمہارے لیے پانی برسایا۔ آیا کس نے پر رونق باغات اگائے۔ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور الٰہ و خدا ہے؟ بلکہ یہ شرک کرنے والی قوم ہے۔"

۳۔ امام باقرؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد "تم جہاں کہیں ہو گے اللہ تمہیں اکٹھا کر دے گا۔ (البقرہ پ۲ ع۱) سے مراد حضرت قائم مہدی کے اصحاب و شیعہ ہیں جو ۳۱۰ سے چند عدد زائد ہوں گے (۳۱۳) اللہ کی قسم یہی گنتی کی امت ہے۔ ایک گھڑی میں جمع ہو جائیں گے جیسے بادل کے ٹکڑے جمع ہو جاتے ہیں۔ (روضہ کافی ص۳۱۳) گویا آج تک ۳۱۳ مومن شیعہ کبھی دنیا میں نہیں ہوئے ورنہ امام کو چھپ رہنا جائز نہیں۔ (کافی) ۴۔ اصبغ بن نباتہ کہتے ہیں کہ امیر المومنین علی علیہ السلام نے فرمایا میرے گیارھویں بچے مہدی کی غیبت اور گمشدگی ہو گی جس کی وجہ سے بہت سے لوگ گمراہ ہو جائیں گے اور کچھ ہدایت پائیں گے۔ میں نے

پوچھا۔ امیر المؤمنین کتنا عرصہ گمشدگی اور غیبت ہوگی فرمایا۔ چھ دن۔ یا چھ مہینے یا چھ سال۔ میں نے کہا ایسا ضرور ہوگا۔ فرمایا ہاں ضرور ہوگا۔ گویا وہ پیدا ہو چکا ہے۔

(اصول کافی ج ۲ ص ۳۳۸ باب الغیبہ)

امام جعفر صادقؒ کی ایک حدیث میں ہے۔ فرمایا اے زرارہ! یہی منتظر مہدی ہے جس کی ولادت میں بھی شک ہے۔ بعض کہتے ہیں اس کا باپ لاولد مر گیا۔ بعض کہتے ہیں حمل چھوڑ گیا۔ بعض کہتے ہیں۔ باپ کی موت سے دو سال پہلے پیدا ہوا پھر غائب ہو گیا۔ یہی منتظر مہدی ہے مگر یہ کہ اللہ شیعوں کا امتحان چاہتا ہے اس غیبت کبریٰ کے زمانہ میں اہل باطل شک میں پڑے ہوں گے۔ (کافی ج ا ص ۳۳۷) آگے کافی کے باب کراہیۃ التوقیت میں ہے "کہ اللہ نے ظہور مہدی کا وقت سنہ ۷۰ھ بتایا تھا جب حضرت حسینؓ ۶۱ھ میں شہید ہو گئے تو اللہ کا غضب اہل زمین پر (یعنی شیعوں پر) سخت ہو گیا کہ سنہ ۱۴۰ھ تک امام مہدی کو لیٹ کر دیا۔ ہم نے یہ تاریخ تم کو بتائی۔ تم نے اس کی اشاعت کر دی اور پردہ راز پھاڑ دیا۔ اس کے بعد اللہ نے اس کے نکلنے کی تاریخ ہمیں بھی نہیں بتائی۔ اللہ جس بات کو چاہتا ہے مٹاتا ہے (یعنی اپنی خبر بھی غلط کر دیتا ہے۔) اور جسے چاہتا ہے ثابت (سچا) کر رکھتا ہے کہ اصل کتاب اسی کے پاس ہے۔" شیخینؓ کو لٹکانے اور حضرت عائشہؓ کو حد مارنے اور اس امام غائب کے عذاب الٰہی — اور رحمۃ للعالمینؐ کا نور اور ضد ہونے پہ احادیث ملا باقر کی حیات القلوب ج ۲ ص ۶۱۱ وغیرہ پہ موجود ہیں۔

تبصرہ | کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی۔ کا مصداق یہ وہ امام غائب ہے جس کی غیبت کے ثبوت کے لیے شیعہ قرآن کی علانیہ تحریف کرتے ہیں اور اس عقیدہ پہ ناز کرتے ہیں حالانکہ روایات بالا کی روشنی میں نہ خدا سچا رہا نہ امام باقر و صادق سچے ہوئے۔ نہ وہ منتظر ذات شریف کوئی منصف مزاج رحمدل مسلمان صفت ثابت ہوئی۔ آج اگر خلاف سنت پکی قبریں مٹانے والے نجدی برے ہیں تو روضہ نبوی ڈھا کر لاشیں نکال کر سفاکی کا مظاہرہ کرنے والے اور ۳، ۴ افراد کے ماسوا تمام نسل انسانی کے لیے روس و امریکہ

کے ایٹم بموں کی طرح عذاب خداوندی بننے والے کیا ہوئے۔ جیسے خشک کے ساتھ تر جل جایا کرتی ہے۔ اللہ کرے وہ ذات شریف جلد از جلد ظہور فرمائے اور ۳۱۳ افراد کے ماسوا کروڑوں شیعہ ان کی تلوار سے قیمہ بن کر جہنم کی ہانڈی میں پکیں اور چشم فلک یہ نظارہ دیکھے کہ امہات المؤمنینؓ۔ اصحابؓ و خلفاءؓ رسولؐ اور بہترین امت محمدیہؐ کو گالیاں دینے والوں اور گھر گھر متعہ کی فحاشی پھیلانے والوں کا انجام کیا ہوا اور یہ ظلم سے بھری ہوئی دنیا عدل و انصاف سے کیسے معمور ہو گئی۔ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد پر ان کے نام لیوا عیسائیوں کی قیامت آجائے گی اور مسلمان ہو کر بچ سکیں گے اسی طرح حضرت مہدی کے جھوٹے محب ان کے عذاب کا شکار ہو کر یا مٹیں گے یا سنت و جماعت نبی کے مطابق، مسلمان ہو کر اپنی جانیں بچائیں گے۔ فانتظروا انی معکم من المنتظرین۔

قولہ۔ بروئے حدیث بھی آئمہ اثنا عشر صلوات اللہ علیہم اجمعین ہی پیغمبر خدا کے حقیقی جانشین ہیں۔

قرآن حکیم سے امامت کا فلسفہ تحریر کرنے کے بعد موصوف حدیث ثقلین سے اور حدیث من کنت مولاہ سے امامت کو ثابت فرماتے ہیں۔ اور حضرت جابر بن عبداللہ انصاریؓ کی روایت سے ایک جھوٹی روایت پیش کی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ (نساء ع ۸)

اے ایمان لانے والو اللہ کی اطاعت کرو اور اس رسول اور ان والیان امر کی اطاعت کرو۔ جو تم میں سے ہیں۔ پھر اگر کسی معاملے میں تم میں آپس میں جھگڑا ہو تو اسے اللہ اور اس کے رسول کی طرف پھیر دو۔

تو میں نے پوچھا۔ میں نے اللہ اور اس کے رسول کو تو پہچان لیا لیکن اولوالامر کو نہیں پہچانا۔ تو آپؐ نے فرمایا۔ وہ میرے جانشین ہیں۔ وہ میرے بعد تم پہ حاکم و منتظم نگران و متولی بنائے گئے ہیں۔ ان میں کا پہلا میرا بھائی علیؓ ہے۔ پھر آپؐ نے حسب اعتقاد شیعہ گیارہ افراد کے نام لیے۔ (بحوالہ کتب اہل سنت ینابیع المودۃ مصنفہ علامہ سلیمان قندوزی

شواہد النبوۃ ص۱۶۵ - (میں شیعہ کیوں ہوا؟)

آیت اولی الامر کی بحث

الجواب - حدیث ثقلین ۱۲ کتب اہل سنت اور اصول کافی سے ہم پیش کر چکے ہیں - کہ وہ کتاب اللہ اور سنت نبوی ہیں - جن ہماری کتب میں یہ ہے کہ کتاب اللہ اور اہلبیت ہیں - وہ سب غیر صحیح - موضوع یا ضعاف ہیں - فرداً فرداً ہر ایک کی حقیقت "حدیث ثقلین" از مولانا محمد نافع سے معلوم کریں - آیت بالا بھی اسی کی تائید کرتی ہے کہ قرآن میں امر - مضارع - ماضی کے تقریباً ۰۰ صیغوں میں اطاعت خدا اور اطاعت رسول کا مستقل حکم موجود ہے - اور یہ تا قیامت خطاب ہے - یعنی کتاب و سنت کی ہر دور میں اہل ایمان پیروی کریں - صرف اس آیت میں اولی الامر کی ضمنی اطاعت کا - یعنی بواسطہ اتباع رسول - حکم ہے - لفظ اطیعوا اس کے ساتھ مستقل نہیں ہے تو معلوم ہوا کہ اولی الامر سے حکام مراد ہوں - یا فقہاء و علماء دین یا شیعہ کے بارہ[12] امام ان سب کی اطاعت مستقل نہیں بواسطہ اطاعت رسول ہے تو خدا اور رسول کے ساتھ ان کی اطاعت کا ۱-۲ / تناسب رہا - لہٰذا ان کے کلمہ بنانے کی حاجت رہی نہ مستقل اور مفترض الطاعت ماننا جائز رہا - آیت سے مراد کچھ بھی ہو - شیعہ کا استدلال باطل اور مذہب فنا ہو گیا - علاوہ ازیں اولی الامر منکم کا لفظ چاہتا ہے کہ وہ تمہارے ہی منتخب اور چنے ہوئے ہوں - جیسے شیعہ بطور عموم مجازاً آج خمینی صاحب جیسے اپنے حاکموں کی یا مذہبی کمیٹیوں کے سربراہوں کی یا اپنے مجتہدین و ذمہ داروں کی آیت ہذا کی روشنی میں اطاعت کرتے ہیں تو شیعہ اولوا الامر آئمہ کا غیر منصوص اور انسانوں کا منتخب شدہ ہونا قرآن سے ثابت ہوا - مع ہذا منکم مسلمانوں کی جنس سے ہونا چاہتا ہے - جب شیعہ کے امام نہ عام مسلمانوں کی طرح ... (غیر وہبی) مسلمان ہیں - نہ فی نفسہ انسان ہیں بلکہ ان کے بقول خدا کے نور سے نور ... اور ... من اللہ ہیں تو وہ منکم کا مصداق نہیں بن سکتے - مسلمانوں کے اپنے منتخب حاکم اور علماء ... آیت کا ... شیعہ ... جب عادت نقل نہیں کیا - وہ یہ چاہتا ہے کہ ان اولو الامر سے اختلاف و نزاع ... یہ ... بھی ہے کہ صاحب امر ... اس کا ... کتاب و سنت سے فیصلہ

کرائیں تب وہ مومن باللہ و آخرت ہوں گے ورنہ نہیں - شیعہ عقیدہ میں امام کے ساتھ اختلاف و نزاع نبی معصوم کی طرح کفر ہے - لہٰذا ان کے آئمہ اس کا مصداق ہرگز نہیں ہو سکتے ہوں گے کہ سنی عقیدہ کے مطابق ان کو نہ معصوم و غیر منصوص عالم و فقیہ مانا جائے ان کے قول و عمل سے اختلاف ممکن ہے - اسے کتاب و سنت پر جانچا جا سکتا ہے -

حدیث بالا یہ بھی کہتی ہے کہ وہ جانشین حاکم و متصرف ہوں گے - حالانکہ شیعہ کا اتفاق ہے کہ وہ جانشین (حضرت علیؓ کے دور خلافت کے سوا) نہ حاکم بنے نہ متصرف فی امور الناس ہوئے پھر وہ اس کا مصداق کیسے؟ شیعہ مؤلف نے اولی الامر منکم کی وضاحت حاشیہ میں یہ کی ہے "یعنی صاحب اختیار کن فیکون کی" سبحان اللہ! شیعی جست کا کیا کہنا؟ امام دنیا کے حاکم و متصرف تو بن نہ سکے عمر بھر خائف رہے - مگر کن فیکون خدائی کے مالک بن گئے - حالانکہ یہ صفت سورت یٰسین کے آخر میں اللہ نے اپنی بیان کی ہے -

حدیث امامت کی حقیقت

آیت سے استدلال کے جواب کے بعد روایت کا جواب یہ ہے کہ یہ بالکل جھوٹی حدیث ہے - ہماری کسی معتبر کتاب میں اس کا نشان تک نہیں - ینابیع المودۃ کا مصنف سلیمان بن ابراہیم معروف خواجہ کلاں - ظاہراً سنی حنفی باطناً پکا رافضی ہے - تمام شیعہ عقائد اس کی کتاب سے واضح ہیں لہٰذا ہرگز حجت نہیں - (بحوالہ حدیث ثقلین از نافع) شواہد النبوۃ کا مصنف بھی مجہول ہے - بقیہ سب کتابوں کا چونکہ مجمل حوالہ ہے اور وہ اکثر جھوٹی روافض کی ہیں - جیسے ارجح المطالب حبیب السیر روضۃ الاحباب وغیرہ - اور عبارت و الفاظ بھی نہیں لکھے - ان کا جواب ہمارے ذمے نہیں ہے - البتہ صواعق محرقہ کی یہ روایت "کہ میرے بعد میری امت میں ہمیشہ عادلین میرے اہل بیت سے رہیں گے جو اس دین کو گمراہ لوگوں کی تحریف، تاویل جاہلین اور جھوٹے لوگوں سے بچا کر راہ حق کی ہدایت کرتے رہیں گے - خبردار تمہارے پیشوا تم کو خدا کے سامنے اپنے ساتھ لے جانے والے ہیں - اس لیے سوچ لو کہ کیسے شخص کو پیشوا بنا رہے ہو" اگر سنداً ثابت ہو - معناً درست معلوم ہوتی ہے اور من اہل بیتی کی تصریح کے بغیر کئی کتابوں میں یہ حدیث ہے - اگر شیعہ مقصد خاص کے لیے استدلال کریں تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ اضافہ :-

ثقات کے خلاف ہے تو شاذ ہو گئی۔ قابلِ احتجاج نہ رہی مگر اس کی ہمیں ضرورت نہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ اس میں "میری امت میں ہمیشہ عادلین اہل بیت" کا لفظ ہماری ہی تائید کرتا ہے۔

اہل سنت کی خدماتِ دین | کہ اہل سنت کے اعتقاد میں سینکڑوں علماء سادات ہر دور میں امت کی راہنمائی کرتے آ رہے ہیں۔ حضرت علیؓ حسنینؓ۔ زین العابدین۔ حضرت جعفر صادق رحمہم اللہ اجمعین سب سنّی تھے۔ روافض کو ذرہ بھر بھی کوک دیا تھا ان کی علانیہ تردید کی سب دنیا کو مسلکِ اہل سنت کے مطابق کتاب و سنّت کی تعلیم دی کبھی شیعہ کی بات نہ کہی تھی تبھی تو شیعہ بالاتفاق ان کو تقیہ باز کہتے ہیں۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ رئیسِ اولیاء جو والد سے حسنی سیّد ہیں اور والدہ سے حسینی۔ جیسے اسلاف سادات۔ حضرت العلامہ انور شاہ کشمیریؒ۔ علامہ محمد یوسف البنوریؒ۔ بلبلِ ریاضِ رسولؐ عطاء اللہ شاہ بخاریؒ جیسے موجودہ دور کے محقق فضلاء سادات حدیثِ بالا کا مصداق ہیں اور وہ بکثرت ہوتے آ رہے ہیں۔ نہ کہ شیعہ کی طرح ایک ایک امام واجب الاطاعت ہے۔ مگر تقیہ کی وجہ سے اس کی اتباع ناممکن ہے۔ امامِ عصر کا تو کہیں نام و نشان نہیں ملتا۔ اسی لیے ہم نے حدیثِ نبوی پر عمل کرتے ہوئے سوچ کر اپنے اساتذہ۔ ائمہ اور قابلِ اتباع اہلِ علم تلاش کیے جو ہر وقت ہماری راہنمائی اور تزکیہ نفوس اور تعلیم و تبلیغ کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں اور آپ جیسے گمراہ و جاہل جھوٹے لوگوں کی تاویل و تحریف سے راقم اثیم جیسے ان کے ادنیٰ شاگرد لوگوں کو بچا کر راہِ حق کی ہدایت کر رہے ہیں اور ان شاء اللہ کرتے رہیں گے۔ وللہ الحمد والمنۃ۔

الغرض دنیا میں صرف مذہب اسلام ہی سچا ہے اور اہل سنت والجماعت کے مطابق اس کی تشریح و تعبیر ہی برحق ہے۔ عقل و نقل کی کسوٹی پر پرکھا ہوا ہے۔ وہی منصبِ رسالت کے فریضہ تبلیغ کا دنیا میں وارث و جانشین ہوا۔ اس کے اکابر صحابہ کرامؓ تابعینؒ ائمہ دین فقہاء مجتہدین سبھی اعلیٰ درجہ کے شجاع۔ دنیائے اسلام کے عظیم الشان فاتح۔ اقوامِ عالم کے بے مثال ہادی۔ ممالکِ اسلامیہ کے لاثانی مدبر۔ افضل الامم۔ پارسا۔ عابد۔ عادل و رحم دل تھے اور تمام دنیا سے اپنی جلالتِ شان۔ علمی مقام۔ ذہانت اور عظمت و تقویٰ کا لوہا منوایا۔ "زبانِ خلق

نقارہ خدا۔" کا مصداق وہ دنیائے اسلام کے متفقہ امام و پیشوا، عطیہ خدا۔ اور ورثہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ بایں ہمہ وہ اللہ کے عاجز بندے تھے۔ کبھی متکبرانہ بات نہ کی۔ آستانہ کعبہ پر جھکے رہنے والے کیسے کہیں "کہ ہم گناہ و خطا سے پاک ہیں" سحری کے استغفار میں آہ و بکا کرنے والے کیوں اپنے پیروکار دل سے یہ کہلوائیں "ہمارے ائمہ معصوم تھے۔ گناہوں سے پاک تھے انبیاء سے افضل تھے" ان کا خداداد مقام ہی کافی تھا۔

وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي اللهِ مِنْ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ لَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ۔ (نحل ع ۶)

وہ لوگ جنہوں نے بعد اس کے کہ ان پر ظلم کیا گیا خدا کی خوشنودی کے لیے ہجرت کی ہم ضرور بالضرور ان کو دنیا میں رہنے کی اچھی جگہ دیں گے اور آخرت کا اجر تو بہت ہی بڑا ہو گا۔ (مقبول)

آج لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارُ (تاکہ صحابہؓ کی ترقی سے کفار جلیں) کا مصداق ان کے حاسد و دشمن ہزار جلیں۔ حقائق جھٹلائیں۔ قرآن و سنت کو نشانہ طعن بنائیں۔ روئیں پیٹیں لہولہان ہو کر اپنے آپ کو ختم کر دیں ان کو قدرت نے پاداشِ اعمال میں یہی کچھ دینا ہے۔

لِنُذِيْقَهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَخْزٰى وَهُمْ لَا يُنْصَرُوْنَ۔

تاکہ ہم ان کو دنیا میں رسوائی کا عذاب چکھائیں اور آخرت کا عذاب تو اس سے زیادہ رسوا کن ہے۔ ان کی وہاں کوئی مدد نہ کرے گا۔

رہی آخر میں ص۳۷ کی حدیث " یا علی انت و شیعتك هم الفائزون "۔ اس کے جعلی اور من گھڑت ہونے کی حقیقت مع متعلقات ہم نے "تحفہ امامیہ" میں دس صفحات میں کر دی ہے۔ اس کے مقابل نجاتِ اہلِ سنّت پر حدیث صحیح یہ ہے۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم الا ومن مات علی حب اٰل محمد مات علی السنة والجماعة (شیعہ کتاب کشف الغمہ ج ا ص۱۲۴) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو آلِ محمدؐ کی محبت پر فوت ہوتا ہے وہ اہلِ سنّت و جماعت کے مذہب پر فوت ہوتا ہے۔ تا زلیست آلِ محمدؐ سے سچی محبت رکھنے والا بالاتفاق جنتی ہے۔ تو سب اہل سنت جنتی ہوئے۔ نیز حضرت علیؓ نے فرمایا سب سے بہتر لوگ وہ ہیں جو میرے متعلق درمیانہ عقیدہ رکھتے ہیں (کہ علیؓ نہ خدا و رسول کی

صفت والے ہیں نہ منافق و دشمنِ اسلام۔ یعنی شیعہ و خارجی نہیں سنی ہیں) تم اسی گروہ کی اتباع کرو۔ یہی سوادِ اعظم اور جماعت والے ہیں۔ نہج البلاغۃ صہ ۲۶۱ جس گروہ کی اتباع کا علیؓ حکم دیں ان کے جنتی ہونے میں کیا شک ہے۔ محترم! آپ کے ہزار روپیہ انعام کی مجھ جیسے درویش منش کو ضرورت نہیں۔ یہ خونِ اہلبیت کی بیع کا معاوضہ اور متعہ خانہ کی آمدنی آپ کو مبارک ہو۔ آپ اگر مفادِ دنیوی قربان کر کے سنی ہو جائیں تو چشم ما روشن دلِ ما شاد۔ ورنہ ہم دعا گو ہیں اللہ تعالیٰ ہم سب کو محبِ اہلبیتؓ وجمیع صحابہ کرامؓ اور جنتی بنائے۔ آمین

محتاجِ دعا۔ مہر محمد میانوالوی۔

حصہ دوم

سنیہ پر سو سوال کے جوابات

اہلُ السّنت والجماعت کی وجہ تسمیہ

سوال ۱ تا ۱۰ - اہل سنّت والجماعت کے نام سے متعلق ہے۔ مؤلف نے سستی شہرت حاصل کرنے کے لیے اسے دس سوالوں میں پھیلا کر بیان کیا ہے۔

قرآن سے ثبوت سوال ۱: آپ کے مذہب کا نام سنی یا اہلسنت یا اہلسنت والجماعت ہے۔ اپنے مذہب کا نام قرآن سے بتائیے۔

جواب - تینوں الفاظ ایک ہی حقیقت ہیں اور ایک ہی دینِ نبوی کی متبع جماعت کا نام ہیں۔ سب سے پہلے ہم ملتِ ابراہیمی کے پیروکار اور مسلمان ہیں۔ ارشادِ الٰہی ہے۔

مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرَاهِيْمَ هُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ مِنْ قَبْلُ وَفِيْ هٰذَا (حج ۱۰)

یہ تمہارے باپ ابراہیم ہی کی ملت ہے، اور اس خدا نے پہلے ہی سے تمہارا نام مسلم (مطیع و فرمانبردار) رکھا اور اس قرآن میں بھی وہی نام رکھا۔ (ترجمہ مقبول)

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ اور سنت کی اتباع کرنے کی وجہ سے ہم سنی یا اہل سنت کہلاتے ہیں۔ کیونکہ سنتِ نبوی کا منکر کافر۔ تارک۔ گمراہ اور بے دین ہے۔ اتباع رسول ہی میں اللہ کی محبت حاصل ہو گی۔ سنتِ رسول [illegible] اس موضوع پر قرآن کی آیات بکثرت ہیں۔ صرف تین پیش کی جاتی ہیں۔

۱- قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ

اے رسولؐ آپ [illegible] اگر تم اللہ کو دوست [illegible]

فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰهُ وَیَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ۔ (آل عمران ع ۴)

رکھتے ہو تو میری پیروی کرو۔ تاکہ اللہ تمہیں دوست رکھے اور تمہارے گناہ بخش دے۔ (ترجمہ مقبول)

۲۔ فَلْیَحْذَرِ الَّذِیْنَ یُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِیْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ یُصِیْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ۔ (نور ۹۴)

پس ان لوگوں کو جو امرِ رسولؐ سے مخالفت کرتے ہیں۔ اس بات سے ڈرتے رہنا چاہیے کہ ان پر کوئی مصیبت آپڑے یا ان کو دردناک عذاب پہنچے۔

اَمر سے مراد حکمِ رسولؐ اور سنتِ رسولؐ ہے۔ اس کا منکر یا دشمن دردناک عذاب کا مستحق (یعنی کافر) ہے۔

۳۔ وَمَنْ یُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُ الْهُدٰی وَیَتَّبِعْ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰی وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ۔ (النساء ۱۷)

اور جو شخص بعد اس کے کہ حق اس کے لیے کھل جائے۔ رسولؐ کی مخالفت اختیار کریگا اور مومنوں کے راستہ کے سوا اور کوئی راہ اختیار کرے گا ہم بھی اسے اسی راہ پر چلائیں گے اور اسے جہنم میں داخل کریں گے۔

تیسری آیت سے معلوم ہوا کہ سنتِ رسولؐ وہی ہے جس پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تیار کردہ جماعت مومنین صحابہ کرامؓ ہیں۔ اس جماعت کی راہ چھوڑنے والا رسولؐ کا بھی مخالف۔ خواہشِ نفس کا پیرو اور جہنم کا ایندھن ہے۔ سنی شیعہ تاریخ کے اتفاق سے اسی جماعت نے حضرت ابوبکر و عمر عثمان و علی اور معاویہ رضی اللہ عنہم کی بالترتیب بیعت کی۔ ان کو خلیفہ برحق مان کر ان کے جھنڈے کے تحت تمام دنیائے اسلام عرب و عجم اور شرق و غرب کو فتح کیا۔

شیعہ کی معتبر کتاب احتجاج طبرسی ص۴۸ مطبوعہ ایران میں ہے۔

ما من الامة احد بایع مکرها غیر علی واربعتنا۔

امت میں کوئی ایک بھی نہیں جس نے مجبوری سے (ابوبکرؓ) کی بیعت کی ہو بجز حضرت علیؓ اور

ہمارے چار ساتھیوں کے۔ ان ۵ اکابر پر تقیہ کا اتہام لگانا تو خود اپنے منافق ہونے کا ثبوت فراہم کرنا ہے۔ بہرحال فیصلے ظاہر پر ہوتے ہیں۔ جب ساتھیوں سمیت حضرت علیؓ نے بھی بیعت کرلی (روضہ کافی ج ۸ ص۲۴۶) تو سب جماعت مومنین کے اتفاق اور بیعتِ خلافت سے وہ خلفاء برحق ثابت ہوئے۔ اب ان کا مخالف و منکر گویا تمام مہاجرینؓ و انصارؓ اور جماعتِ مومنین کے راستے کا مخالف اور دشمنِ رسول ہے۔ اس آیت سے "اہلِ سنتِ نبیؐ اور اہلِ سبیل المومنین" کا ثبوت قطعی ہوا۔ اسی کو مختصراً اہلِ سنت والجماعت یا سنی کہتے ہیں۔ جیسے "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کو کلمہ طیبہ کہتے ہیں۔ اور یہ قرآن سے قطعی الثبوت ہے۔ جیسے کسی شخص کا یہ مطالبہ بے ہودہ ہے کہ لفظ "کلمہ طیبہ یا کلمہ شہادت" کا ثبوت قرآن سے بتاؤ۔ اسی طرح جب سنتِ رسولؐ اور جماعتِ رسولؐ کی پیروی کا حکم قرآن سے ثابت ہے۔ تو اب لفظ اہل السنت والجماعت یا سنی کا مطالبہ حماقت ہے۔ تحقیقی جواب اتنا کافی ہے۔ اگر لفظِ سنت دکھانے پر اصرار ہو تو ہم کہتے ہیں کہ لفظ سنت اللہ کی طرف یا انبیاء کرامؑ کی طرف مضاف ہو کر قرآن پاک میں استعمال ہوا ہے۔

۱۔ سُنَّةَ مَنْ قَدْ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ رُّسُلِنَا وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِیْلًا (پ ۱۵ ع ۸)

اسی طریقہ پر جس پر ہم نے تم سے پہلے اپنے رسول بھیجے تھے اور تم ہمارے طریقہ میں کوئی تبدیلی نہیں پاؤ گے۔

۲۔ سُنَّةَ اللّٰهِ فِی الَّذِیْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُوْرَا الَّذِیْنَ یُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ۔

خدائے تعالیٰ کا قاعدہ ان لوگوں میں جو پہلے گزر گئے ایک ہی چلا آتا ہے اور خدا کا حکم ایک حد پر اندازہ کیا ہوا ہے۔ پیغمبر ایسے لوگ ہیں جو خدا کا حکم پہنچاتے ہیں۔ اور اسی سے ڈرتے ہیں۔ (پ ۲۲ ع ۲)

ان دو آیتوں میں انبیاء و رسل اور اللہ کی طرف اضافت کی تصریح ہے معلوم ہوا کہ اہلِ سنتُ اللہ اور اہلِ سنت نبی ہی برحق جماعت ہیں۔ اگر دو مقام پر اللہ کی طرف اضافت نہیں ہے تو وہ بھی دراصل مصدر کی اضافت مفعول کی طرف ہے اور فاعل کی طرف مضاف سنۃ اللہ ہونا یقینی ہے۔ جیسے پ ۲۲ ع ۱۷ میں ہے۔

فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا سُنَّةَ الْاَوَّلِيْنَ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا

تو کیا یہ اپنے پہلوں کے قاعدہ کے منتظر ہیں۔ پس تم خدا کے قاعدہ میں ہرگز کوئی تبدیلی نہ پاؤ گے۔ (ترجمہ مقبول)

اگر کوئی شخص اس طرز پر بھی سوچے تو مطلب یہ ہوگا کہ اہلِ سنت والجماعت سنۃ اللہ کا مظہر ہیں کہ وہ کفارِ عرب و عجم پر عذابِ الٰہی بن کر ٹوٹے۔ اور آج بھی ان کے دشمن اس سنۃ اللہ سے خائف اور ماتم کناں ہیں۔ والجماعت ہونے کی تیسری دلیل یہ ہے۔

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ الخ (توبہ ۱۲۶)

اور مہاجرینؓ و انصارؓ میں سب سے پہلے (ایمان کی طرف) سبقت کرنے والے اور وہ لوگ جنہوں نے نیکی میں ان کی پیروی کی خدائے تعالیٰ ان سے راضی ہوگیا اور وہ خدا سے راضی ہو گئے۔

مہاجرین و انصار صحابہ کرامؓ جو سب امت سے سابق، اوّل اور افضل تھے۔ اُن کے ہمراہ نیکی میں ان کے پیروکاروں کو بھی اللہ نے اپنی رضا، جنت اور کامیابی سے نوازا ہے۔ چونکہ تمام صحابہ کرامؓ اہلِ سنت (نبوی) تھے۔ اور مہاجرینؓ و انصارؓ کے پیرو تھے۔ لہٰذا وہ اور تا قیامت ان کے تمام متبعین اہلِ سنت والجماعت فیصلہ قرآن کے مطابق برحق اور دین و دنیا میں کامیاب اور جنتی ہیں۔

سوال ۲ احادیث پیغمبرؐ سے کوئی متواتر مرفوع اور صحیح حدیث بحوالہ سنّی یا اہل السنۃ والجماعۃ نام پر بطورِ مذہب پیش کریں۔

سنی و شیعہ کی احادیث سے ثبوت

جواب۔ احادیث بکثرت ہیں۔ یہاں صرف پانچ کافی ہیں۔

۱۔ امت کے تہتّر ۷۳ فرقوں میں "کون ناجی ہے" کا سوال جب حضور صلی اللہ علیہ و آلہ واصحابہ وسلم سے ہوا تو آپؐ نے فرمایا۔

ما انا علیہ واصحابی۔ (ترمذی، مشکوٰۃ احمد والبو داؤد۔ مستدرک ج ۱ ص ۱۲۹)

میری سنّت اور میرے صحابہؓ (جماعت) کا پیرو ناجی ہے۔

ما سے مراد سنت اور طریقہ ہے۔ یعنی جس طریقے پر میں ہوں اور جس پر میرے اصحاب کرامؓ ہیں۔ تو اس مذہب اور طریقے کے ہی پیروکار۔ اہل سنت والجماعت یا مختصراً بطورِ نسبت سنّی کہلائے۔

۲۔ اپنی وفات کے بعد کئی فتنوں کی نشاندہی کی تو راہِ ہدایت کی تلقین یوں فرمائی۔

علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین تمسکوا بھا وعضوا علیھا بالنواجذ وایاکم ومحدثات الامور فان کل محدثۃ بدعۃ وکل بدعۃ ضلالۃ۔ (مشکوٰۃ ص ۳۰) احمد۔ ابوداؤد۔ ترمذی۔ ابن ماجہ

تم پر لازم ہے کہ میری سنت پر چلو اور میرے ہدایت یافتہ خلفاء راشدینؓ کے طریقے پر چلو۔ سنت اپناؤ اور سنت کو ڈاڑھوں سے مضبوط پکڑ لو۔ نئی باتیں نکالنے سے بچو۔ کیونکہ دین بنا کر ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

آپؐ کے خلفاء اور جانشین وہی ہوں گے جو آپؐ کی جاری ڈیوٹی سنبھال کر ملت کا انتظام اور امت کی راہبری قول اور عمل سے فرمائیں گے۔ نماز کے امام کا (بصورت حدث وغیرہ) خلیفہ وہی ہوتا ہے جو اس کی نماز کو اسی رکن سے سنبھال کر تکمیل کرائے۔ دنیا سے رخصت ہوتے وقت آپؐ ہادی و مبلغ بھی تھے اور حکومت و سیاست کے سربراہ بھی۔ آپؐ کی وفات کے بعد بلا فصل جو حضرات مصلّیٰ، تعلیم نبوی اور حکومت کے وارث ہوئے خلیفہ پیغمبرؐ صرف وہی ہیں۔ وہ بلا فصل خلیفہ ہرگز نہیں کہ نہ ان کو حکومت و اقتدار ملا نہ تقیہ و کتمانِ دین کی وجہ سے پیغمبرانہ مشن تعلیم و تبلیغ کی توفیق نصیب ہوئی۔ تو دین و اقتدار دونوں چیزوں کے جانشین ہی آپؐ کے خلفاء ہوئے اور آپؐ نے ان کے راشد و مہدی ہونے کی سند بھی لوگوں کو بتا دی اور اپنی سنت کے ساتھ ان کی سنّت کے اتباع کا بھی حکم دیا تو ایسے کامل خلفاء کو ماننے والے ہی تعلیم نبوی کے مطابق اہل سنت والجماعت ہدایت یافتہ ناجی اور ظلمتوں میں مینارۂ نور ہیں۔ اور ان کے خلاف مذہب نکالنے والے بدبختی ہیں۔

۳۔ مرفوعاً۔ ثنتان وسبعون فی النار حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ۷۲ فرقوں

وواحدة فی الجنة وھی الجماعة۔
(احمد، ابوداؤد، مشکوٰۃ)

میں سے ۷۲ آگ میں ہوں گے اور ایک جنت میں جو اہلِ جماعت ہوں گے۔

۴۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ لایجمع امتی علی الضلالۃ وید اللہ علی الجماعۃ ومن شذ شذ فی النار
(ترمذی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ میری امت کو گمراہی پر جمع نہیں کرے گا اور اللہ کا دستِ حق جماعت پر ہوگا۔ اور جو جماعت سے الگ ہوا جہنم میں پھینکا جائیگا۔

۵۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتبعوا السواد الاعظم فانہ من شذ شذ فی النار۔ (ابن ماجہ)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا لوگو! بہت بڑی (حق پرست) جماعت کی پیروی کرو جو ان سے الگ ہوا جہنم میں گرگیا۔

تینوں احادیث "جماعت"، کی اتباع پر زور دیتی ہیں۔ کسی مسئلے پر ان کے اتفاق کو گمراہی سے پاک۔ اللہ کی تائید سے منصور اور مخالف کو جہنمی بتاتی ہیں۔ ان کی علامت علماء وصلحاء کے نفوس کی کثرت ہے۔ جسے سوادِ اعظم کہتے ہیں۔ اور اسی سے اہل سنت کے بعد والجماعت کی وجہ تسمیہ ظاہر اور قطعی ہے۔

سائل نے صرف سنی احادیث پوچھی تھیں۔ لیجئے ان کے بعد شیعہ احادیث بھی اہل سنت والجماعۃ کی وجہ تسمیہ اور ان کی حقانیت پر شاہدِ عدل بطیبِ خدمت ہیں۔

۱۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں۔ "عنقریب میرے بارے میں دو قسم کے لوگ ہلاک ہوں گے۔ ایک وہ جو محبت میں غلو کرے اور حق سے نکل جاتا ہو۔ (کہ خدا اور رسول کی صفات میں آپ کو شریک کرے۔ ان سے بڑھ کر آپ کا ذکر کرے اور آپ سے محبت رکھے)۔ اور ایک وہ جو عداوت میں غالی ہو اور عداوت ناحق تک اسے پہنچائے۔ (کہ نیک شخص کی زبانی آپ کے ذکرِ صحیح سے بھی جلے اور آپ کو منافق دروغ گو یا تقیہ باز بتائے)۔

وخیر الناس فی حالا النمط الاوسط فالزموہ واتبعوا السواد الاعظم فان ید اللہ علی الجماعۃ (نہج البلاغۃ قسم اول صفحہ ۲۶۱ طبع مصر)

میرے متعلق عقیدت رکھنے والے سب سے بہترین وہ لوگ ہیں جو معتدل راہ چلیں گے تو ان کا دامن تھام لو اور اس بڑی جماعت

کی پیروی کرو۔ بلاشبہ اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہوتا ہے۔

معلوم ہوا کہ فرمانِ مرتضوی کے مطابق۔ شیعہ اور خارجی افراط وتفریط کی وجہ سے ہلاک اور گمراہ ہیں اور اکثریتی جماعت اہلِ سنت والجماعت ہی ہدایت پر ہیں۔

۲۔ فتنوں اور فرقہ بندی کے دوران کتاب وسنت اور "جماعت" چھوڑنے والوں کی مذمت میں حضرت علیؓ نے فرمایا۔

فاجتمع القوم علی الفرقۃ وافترقوا عن الجماعۃ کانھم ائمۃ الکتاب ولیس الکتاب امامھم۔
(نہج البلاغۃ قسم اول صفحہ ۲۸۵ طبع مصر)

ایک قوم علیحدگی پر متفق ہوگئی اور جماعت سے الگ ہوگئی گویا کتاب کے پیشوا ہیں اور کتاب ان کی پیشوا نہیں ہے۔

اس ارشادِ امام میں والجماعۃ کی وجہ تسمیہ واضح ہے۔ جماعت کے تارک گویا کتاب اللہ کے بھی تارک ہیں اور کتاب اللہ کو "امام ہدایت"، نہ ماننے والے اور نئے منصوص اماموں کا سلسلہ ماننے والے درحقیقت گمراہ ہیں۔

۳۔ نہج البلاغۃ قسم اول صفحہ ۲۸۷ پر حضرت علیؓ نے لوگوں کو وصیت فرمائی۔

اما وصیتی فاللہ لاتشرکوا بہ شیئا ومحمد صلی اللہ علیہ وسلم فلا تضیعوا سنتہ اقیموا ھذین العمودین وخلاکم ذم مالم تشردوا

میری وصیت یہ ہے کہ تم اللہ کی ذات و صفات میں کسی چیز کو شریک نہ کرنا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو ضائع نہ کرنا ان دو ستونوں کو تھامے رکھنا اور مذمت تم سے دور رہیگی جب تک تم جماعت سے کٹ کر فرقہ فرقہ نہ بنوگے۔

اس حدیث سے "سنت وجماعت" دونوں کی حقانیت اور ان کو اصولِ دین بنانے کا ثبوت ملتا ہے۔ اسی وصیت پر عامل ہی اہلِ سنت والجماعت اور حضرت علی کا تابعدار گروہ کہلاتے ہیں۔ اور حضرت علیؓ کے گروہ کی (بلفظِ اصحاب، جماعت یا شیعہ) جتنی بھی مدح وتوصیف میں احادیث ہوں گی وہ سب اہلِ سنت والجماعت ہی کی تعریف ہے کیونکہ یہی آپ کے تابعدار، مددگار اور اصحاب تھے اور اب بھی ہیں۔

اور خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تہتّر فرقوں میں سے ناجی گروہ کو جماعت کہا ہے۔

قالوا یارسول الله من تلك الفرقة قال الجماعة الجماعة الجماعة	صحابہ کرامؓ نے جب پوچھا یارسول اللہ! ناجی گروہ کون ہوگا؟ فرمایا۔ جو جماعت ہو، جو جماعت ہو، جماعت ہو۔ یعنی صحابہ کرامؓ کی بڑی جماعت کا پیرو ہو۔
(کتاب خصال لابن بابویہ ج ۲ ص ۱۳۱)	

۴۔ حضرت علیؓ نے اپنے زمانہ کے قاضیوں اور مجسٹریٹوں کو حکم دیا۔

اقضوا کما کنتم تقضون حتی یکون الناس جماعة او اموت کما مات اصحابی۔	تم فیصلے اسی طرح کرو جیسے پہلے کرتے تھے۔ تاآنکہ سب لوگ ایک جماعت ہو جائیں یا میں وفات پا جاؤں جیسے میرے ساتھی فوت ہو چکے ہیں۔
(بخاری ج ۲ ص ۵۲۲ مجالس المؤمنین ص ۲۴ ط ایران)	

معلوم ہوا حضرت علیؓ اہلسنت والجماعت تھے۔ جماعت کو تادمِ زیست پسند کرتے تھے۔

۵۔ عن ابی عبد الله علیه السلام قال من فارق جماعة المسلمین ونکث صفقة الامام جاء الی الله عز وجل اجذم (اصول کافی ج ۱ ص ۴۰۳ ط ایران)	جو مسلمانوں کی عام جماعت سے الگ ہو گیا اور ان کے امام کی بیعت توڑ دی وہ خدا کے پاس کوڑھی شکل میں آئے گا۔

اس جعفری حدیث سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کی جماعت کے مذہب پر رہنا چاہیے۔ اور شیعہ مسلمین کا لفظ اہلِ سنت ہی پر بولتے ہیں۔ خود تو صرف "مؤمنین" کہلانے پر فخر کرتے ہیں۔ کیونکہ ان کے یہاں مسلمان اور منافق ایک ہو سکتے ہیں۔) اور اس سنی جماعت مسلمین کا جو امام و حاکم ہو اس کی بیعت کرنا اور اس کی بیعت پر رہنا ضروری ہے۔ اور نقضِ بیعت کرنا یا ان کے ایسے آئمہ کو برحق نہ جان کر بدگوئی و مذمت کرتے رہنا قیامت کے دن کوڑھے ہونے کا باعث ہے۔

حاصلِ جواب یہ نکلا کہ جب کتبِ فریقین میں "سنّت اور جماعت" کا ثبوت اور ان کی پیروی کرنے کا لازمی حکم موجود ہے۔ تو ان دونوں کو اپنانے والے اہلِ سنت والجماعت ہی کہلائیں گے۔ اس کے برعکس وہ ٹولہ فرقہ، شیعہ اور اہلِ تشیع ہرگز نہیں کہلائیں گے۔ کیونکہ یہ الفاظ جماعت کے مقابل چند ہم خیال افراد پر بولے جاتے ہیں۔ نماز پڑھنے والا نمازی کہلائے گا وہ بے نماز کیوں کہلائے۔ "اہل السنت والجماعت" بطورِ مقدس مذہبی نام کا ثبوت صحابہ کرامؓ کے اقوال سے سوال ۱۵ کے جواب میں ملاحظہ کریں۔

سوال ۳۔ تاریخ اسلام سے وہ تاریخ اور مہینہ اور سن ہجری بتایا جائے جس دن سے یہ لقب اختیار کیا گیا۔

جماعت کی اہمیت

جواب۔ جب قرآن کریم اور احادیثِ صحیحہ سے سنت و جماعت کا ثبوت اور ان کی پابندی کا حکم پایا گیا تو آغازِ اسلام ہی سے جو مسلم۔ اور صاحبِ ملتِ ابراہیمی ہے وہی سنی اور اہلِ سنت والجماعت ہے۔ خواہ وہ بطورِ لقب اپنے نام کے ساتھ یہ لکھے اور کہلائے یا نہ۔ یہ صفات والقاب درحقیقت ضرورت کے موقع پر استعمال ہوتے ہیں خصوصاً جب کہ مقابل اور صفات والا ہو تو بطورِ امتیاز انہیں استعمال کیا جاتا ہے۔ مثلاً اب پنجاب و پاکستان میں رہنے والے باشندے پنجابی و پاکستانی اپنے ساتھ نہیں لکھتے اور نہیں کہلاتے۔ ہاں کراچی و سندھ میں رہیں تو پنجابی کہلائیں گے۔ عرب یا برطانیہ وغیرہ میں رہیں تو پاکستانی کہلائیں گے۔ کسی ایسی کمیٹی کے ممبر ہوں جو مختلف المذاہب لوگوں پر مشتمل ہو تو مسلم کہلائیں گے۔

حالانکہ یہ مذہبی و علاقائی خصوصیات ان کو شروع سے حاصل ہیں مگر ضرورت کے موقعہ پر ان کا تشخص ظاہر کیا جاتا ہے۔ اسی طرح جب عہدِ مرتضوی میں۔ مختلف گروہوں میں مسلمان بٹ گئے۔ شیعہ معاویہؓ۔ شیعہ علیؓ۔ غیر جانبدار۔ خوارج۔ سبائی وغیرہ اور حضرت علی المرتضیٰؓ تمنا کرتے تھے کہ کاش مسلمان حسبِ سابق ایک پلیٹ فارم اور وحدت پر جمع ہو کر "جماعت" بن جاتے۔ جیسے مجالس المؤمنین کی حدیث بالا گذر چکی ہے۔ مگر آپ کے عہد میں یہ تمنا پوری نہ ہو سکی۔ آپ کی حضرت حسنؓ کو اس وصیت کے مطابق ــــ کہ بیٹا معاذ

کی امارت و حکومت کو ناپسند نہ کرنا کیونکہ اگر یہ کبھی دنیا سے چلے گئے تو تم کندھوں سے سر گرتے دیکھو گے۔ (ابن ابی الحدید) آپ کے خامس الرشید حضرت حسن المجتبیٰ رضؓ نے اس بشارت نبوی کو سچا کرتے ہوئے ـــ کہ میرا یہ بیٹا سردار ہے۔ امید ہے کہ اس کے ذریعے اللہ مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں صلح صفائی کرا دے گا ـــ بخاری ج ۱ حضرت امعاویہؓ کے ساتھ مصالحت اور بیعت کر لی۔ آپ کے فرمانبردار لشکر نے بھی کر لی۔ تو سب مسلمان حضرت حسنؓ کے تیار کردہ اس پلیٹ فارم پہ جمع ہو گئے۔ اور وہ سال "عام الجماعت" اتفاق والے سال کے نام سے مشہور ہوا۔ اب ہر قسم کا تشیع اور گروہ بندی ممنوع کر دی گئی اور گمراہی کی علامت قرار پائی۔ بطور تقیہ جب حضرت حسنؓ و معاویہؓ کی مصالحت کے دشمن اپنی پارٹیوں کو ختم کرنے کے بجائے شیعہ اور خارجی کے نام سے زیر زمین سازشوں کا جال بچھاتے رہے۔ تب ضرورت تھی کہ مسلمان اہل سنت کہلائیں تاکہ عقلیت پرست معتزلہ سے اور سنت نبوی کے بجائے امامت کا عقیدہ ایجاد کرنے والے ختم نبوت کے دشمنوں سے امتیاز حاصل ہو جائے اور والجماعت کہلانے کی بھی ضرورت ہوئی تاکہ تمام جماعت صحابہ کرامؓ کے منکر اور دشمن شیعہ رافضی سے بھی امتیاز پیدا ہو۔

فرمایئے اس میں کون سی جدت یا بدعت پیدا ہوئی۔ مسلمانوں کے اس اتفاق واتحاد سے نقصان تو صرف غیر مسلموں یہود و نصاریٰ اور مجوس ہی کو پہنچا کہ ان کے ممالک پر پھر فتوحات اسلامی کی یلغار شروع ہو گئی اب ۱۴ سو سال بعد بھی اس اتفاق واتحاد پہ چیں بجبیں ہونے والے کیا کفار کے ایجنٹ اور ملت اسلامیہ کے دشمن اب بھی ثابت نہیں ہوئے؟

سوال ۸ تا ۱۰۔ اس لقب سے قبل آپ کس نام سے مشہور تھے۔ پرانا لقب آپ نے کیوں ترک فرمایا۔ آپ کے مذہب کے مطابق ہر نئی چیز بدعت ہو جاتی ہے لہذا اس بدعت کو جاری کرانے والا سب سے پہلا بدعتی کون تھا۔ سنی، اہل سنت، اہل السنت والجماعت ان تینوں کے کیا معنی ہیں۔ لغوی اور اصطلاحی مع ثبوت نقل کیجیے۔ ان تینوں میں سے قدیم کون سا ہے۔ ان تینوں میں سے آپ سب سے اچھا کس لقب کو منتخب کرتے ہیں۔ باقی

دو القاب کمتر کیوں ہیں اور ان دونوں میں کمتر ین کون سا ہے اور اس کے کمتر ین ہونے کی وجہ کیا ہے؟

جوابات۔ ہمارا پہلا لقب بھی مسلمان اور سنت نبوی و جماعت صحابہؓ کا پیرو تھا۔ اب بھی مسلمان کہلانا ترک نہیں کیا بطور فخر کہلاتے ہیں۔ شیعہ کی طرح نہیں کہ مسلمان کہلانے کے بجائے شیعہ کہلانے پہ فخر کریں۔ اور مسلمان کو منافق بتائیں۔ ہمارے سب القاب اچھے ہیں۔ ان میں سے کوئی کمتر نہیں۔

جیسے آپ لاہوری، کراچوی، ناظم آبادی، پاکستانی اور ادیب فاضل کہلاتے ہیں سب درست ہے۔ کوئی لفظ اپنے مفہوم میں کسی سے کمتر نہیں ہے۔ اسی طرح ہم مسلمان سنی، اہل سنت والجماعت حنفی دیوبندی وغیرہ کہلاتے ہیں۔ ہر لفظ اپنی جگہ ایک حقیقت ہے جو دیگر اشخاص سے ہم کو امتیاز بخشتا ہے۔ افسوس ہے کہ ایسے لایعنی سوال کرنے والے شیعہ مذہب کے مؤلف بن گئے۔

فیروز اللغات ج ۲ ص ۱۹ پہ ہے سنّی۔ سنت رسول کی پیروی کرنے والا۔ اہلسنت جماعت

بدعتی کون ہے؟

مسلمانوں کو ایک "جماعت" بنانے کو حضرت علیؓ پسند کریں۔ حضرت حسنؓ تکمیل کریں اور اپنے نام کی پارٹی "شیعہ حسن" کو بین کر دیں۔ مگر وہ مشتعل ہو کر آپ پہ قاتلانہ حملہ کر دے، ران کاٹے، مصلیٰ چھینے اور مذلل المؤمنین کا لقب دے۔ اور کئی سال گھورتی رہے۔ (جلاء العیون حالات حسنؓ) آپ ان سے جان بچا کر مدینہ طیبہ آ جائیں۔ تمام مسلمانوں کے سرتاج بن کر حضرت معاویہؓ کے وظائف وانعامات سے عیش و عشرت کی زندگی بسر کریں۔ تمام مسلمان شیعہ علیؓ، شیعہ معاویہؓ، شیعہ فلاں کہلانے یا غیر جانبدار رہنے کے بجائے ایک مرکز پہ متفق ہو جائیں اور یہ سب کریڈٹ اور تاج سیادت حضرت حسنؓ کو پہنایا جائے۔ کیا بدعتی (معاذ اللہ) نواسہ رسول حسنؓ ہوا یا سب مسلمان اور ان کا خلیفہ معاویہؓ؟ اگر یہ دونوں نہیں تو کیا بدعتی وہ رافضی، تبرائی، متعہ باز، بے نماز تو نہیں جو دین اسلام کے قیام کا دشمن، سنت پیغمبر کا زبردست مخالف۔ قرآن کریم کی صحت و صداقت

کا صاف منکر۔ جماعتِ نبی کے ایک ایک فرد کا بیری اور جگر گوشۂ رسولؐ لختِ جگرِ بتول سیدنا حسن مقبولؓ کے بے مثال کارنامہ کا بھی دشمن ہے۔ اور آپؓ کی ذات والاصفات کے خصوصی مناقب سے ناک بھوں چڑھاتا ہے۔

سائل صاحب ملا باقر علی مجلسی کی جلاء العیون سے حالات حسنؓ پڑھ کر اپنے مذہب کا ماتم کریں۔ حضرت حسنؓ کا یہ ارشاد ان کو دشمنِ اسلام واہلبیتؓ ظاہر کرنے نیز معاویہؓ اور ان کی جماعت کو محبِ اسلام واہلبیت بنانے کے لیے سنا کافی ہے۔

بخدا سوگند کہ معاویہؓ از برائے من بہتر است ازیں جماعت اینہا دعویٰ میکنند کہ شیعہ من اند وارادہ قتلِ من کردند و مال مرا غارت کردند بخدا سوگند کہ اگر از معاویہ عہدے بگیرم وخون خود را حفظ کنم وایمن گردم در اہل وعیال خود بہتر است از برائے من از آنکہ اینہا مرا بکشند وضائع شوند اہل و عیالِ خویشان من الخ (جلاء العیون ص۲۶۱)	اللہ کی قسم معاویہؓ میرے لیے ان لوگوں سے بہتر ہے کہ جو کہتے ہیں کہ وہ میرے شیعہ ہیں۔ حالانکہ انہوں نے مجھے قتل کرنا چاہا میرا مال لوٹا۔ اللہ کی قسم اگر میں معاویہؓ سے معاہدہ کرلوں اور اپنا خون محفوظ کرلوں اور اپنے بال بچوں سمیت محفوظ ہو جاؤں تو یہ بہتر ہے میرے لیے اس بات سے کہ یہی (شیعہ) مجھے قتل کر دیں۔ اور میرے اہل وعیال ضائع ہو جائیں۔

اس اقتباس میں تین چیزوں کا ذکر ہے۔ ایک اپنی ذات اور اپنی عیال وبرادری کا کہ ان سب نے حضرت معاویہؓ کے دامنِ عافیت میں پناہ پائی۔ اب جو معاویہؓ سے عداوت رکھے وہ حضرت حسنؓ کا ضرور دشمن ہے۔ دوسرے حضرت معاویہؓ کا ذکرِ خیر اور ان کو اپنے حق میں بہتر بتانا حضرت معاویہؓ کے حق میں نواسۂ رسولؐ کی جانب سے اس سے بڑھ کر پروانۂ محبت اور تمغۂ صداقت نہیں ہو سکتا۔ دشمنوں کا منہ کالا ہو۔ تیسرے اپنے شیعوں کا ذکر کہ وہ صرف زبانی محبِ اہلِ بیت تھے۔ دراصل خانوادۂ پیغمبر کے جانی دشمن تھے۔ موقعہ پاکر اپنے ہر ہاشمی علوی اور سادات کو قتل کیا۔ حضرت حسنؓ کچھ اور دیر کرتے تو آپ ان کے ہاتھوں قتل ہو جاتے۔ جیسے بعد میں حضرت حسینؓ نے شیعانِ کوفہ پر قدرے اعتماد

کیا تو انہی کے ہاتھوں جامِ شہادت نوش کیا اور قافلہ کربلا کی بد دعاؤں کے صلہ میں ماتم وزنجیر زنی اور دینِ اسلام سے لاتعلقی اور مخالفت ان کے گلے کا ہار اور مذہب کا شعار بن گئی۔

لغوی طور پر سنی۔ اہلِ سنت۔ والجماعت تینوں کے معانی بیان ہو چکے ہیں۔ اصطلاحاً خالص ان مسلمانوں کا وصف امتیازی ہے۔ جو کتاب اللہ اور سنت نبوی کا علم۔ جماعتِ نبی کے واسطے سے حاصل کرتے ہیں اور شرک و بدعت اور شخصیت پرستی اور شخصیت دشمنی سے پاک ہوتے ہیں۔ اپنی حقیقت کے اعتبار سے تینوں الفاظ قدیم ہیں۔ تینوں اچھے ہیں اور کوئی کسی سے کمتر نہیں۔ صحیح محبانِ آلِ محمدؐ کا لقب ہی اہل السنت والجماعت ہے۔ اور اہل السنت والجماعت ہی دراصل حبدارِ اہلِ بیتؓ ہیں۔

قال النبی علیہ السلام الا ومن مات علی حب اٰل محمد فقد مات علی السنۃ والجماعۃ	جو آلِ محمدؐ کی محبت پر مرا وہ سنت و جماعت پر فوت ہوا (کشف الغمہ ج ۱ ص۱۴۲)

نام نہاد سنیوں پر تنقید

البتہ موجودہ دور میں "سنی" سن بن چکا ہے۔ کہ اس کے اکابر صحابہ کرامؓ۔ خلفاءِ اسلامؓ۔ اہلِ بیتِ نبیؐ۔ ازواجِ مطہراتؓ بناتِ رسولؐ۔ قرابت دارانِ پیغمبرؐ۔ مشنِ نبوت اور ختمِ رسالت پہ اعداءِ اسلام مسلسل حملے کرتے ہیں۔ گالیاں اور تبرے بکتے ہیں۔ اس کی تمام دنیائے اسلام کی فاتح غیرت کو جھنجھوڑتے ہیں۔ مگر یہ ٹس سے مس نہیں ہوتا۔ ان کی محافلِ عزا اور مجالس دین ربا کو یہ رونق بخشتا ہے چندے دیتا ہے اگر کوئی امتیازی مسئلہ چھیڑے تو ان کی طرف داری کرتا ہے۔ اپنے معمولی فروعی مسائل پر لڑتا مرتا ہے۔ ۹۰٪ ہو کر اسے اپنی قدر وقیمت اور قومی تشخص وامتیاز کا کوئی احساس نہیں ہے۔ غیروں کا تر نوالہ بن کر اپنے اہلِ مذہب کے لیے مصیبتِ جان بنتا ہے۔ جہلاء کا کام یہ رہ گیا ہے کہ وہ اپنے علماء اور مذہبی پیشواؤں کے عیوب ڈھونڈیں اور خوب غیبت کریں۔ متعصب دینداروں کا یہ کام ہو گیا ہے کہ وہ اپنے ہی سنی بھائیوں کو دیوبندی وہابی مشہور کرکے شیعوں سے بدتر سمجھیں ان کی مساجد ومدارس چھینیں اور نیس

مارخاں کہلائیں۔ خواہ ان کا اصلی حریف فقہ جعفریہ کی آڑ لے کر نظامِ اسلام کا نفاذ روک دے۔ جہلاء کو ساتھ ملا کر موجودہ خطرناک حالات میں کمیونسٹوں کو دعوت دے کر پاکستان اور اہلِ سنت کی اسی طرح تباہی کرا دے جیسے ان کے علقمی اور طوسی وغیرہ ہلاکو خاں تاتاری کے ہاتھوں بغداد و سلطنتِ عثمانیہ کی کرا چکے ہیں یا تازہ اہلِ سنت کش تجربہ لبنان میں ہوا۔ فواسفا۔ ایسے بے ضمیر، بے حس، انجام سے بے خبر اور دشمن کی پالیسیوں سے غافل سنی اگر سُن سے مشتق مانیں جائیں تو ٹھیک ہے۔ کیونکہ سنتِ نبوی اور جماعتِ صحابہؓ اور ان کے پیر وکاروں کی طرف ان کی نسبت کرنا توہین ہے۔ قیصر و کسریٰ کے تاج روندنے والے چار دانگ دنیائے اسلام میں لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی عظمتوں کا پھریرا لہرانے والے قرآن و حدیث کی شمع دنیا کے کونے کونے میں روشن کرنے والے اپنا خونِ جگر دے کر اسلام کے شجرِ طوبیٰ کی پرورش کرنے والے۔ ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ و علیؓ کی عظمتوں کے پاسبان اور شریعتِ مصطفویہ کے نگہبان ایک دوسرے کی عبارتوں پر لڑ رہے ہیں۔ بریلوی دیوبندی فتنہ برپا کر رہے ہیں۔ گھر گھر میں ملت دشمن مولوی افتراق و عناد کا بیج بو رہے ہیں سیاسی لیڈر مذہب کو بھی داؤ پر لگا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس قوم کو نوم سے بیدار کرے اور متفق و متحد کرے۔ آمین۔

لفظِ شیعہ کی تحقیق قرآن اور تاریخ کی روشنی میں

سوال ۱۱۔ کیا لقبِ شیعہ قرآن و حدیث سے ثابت ہے اور حضرت ابراہیمؑ کو شیعہ کہا گیا ہے۔ کیا آپ اس بات کو تسلیم کرتے ہیں۔

جواب۔ کتبِ لغت میں شیطان اور شیطنت کے متصل شیعہ کا معنی گروہ، مطیع فرمانبردار۔ مدد کرنے والا لکھا ہے۔ اصطلاحی معنوں میں مذہبِ امامیہ رکھنے والا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سوا حضرت ابوبکر، عمر، عثمان رضی اللہ عنہم اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو نہ ماننے والا لکھا ہے۔ (فیروز اللغات فارسی حصہ دوم صفہ ۹)

جب اصطلاحی معنیٰ مذہبِ امامیہ اور حضرت علیؓ کی ذات کے ساتھ خاص ہے۔ اور یہ چیز نزولِ قرآن کے بعد کی ہے تو قرآن میں لفظِ شیعہ بطورِ مقدس مذہبی لفظ یا اصطلاح کے

استعمال نہیں ہو سکتا۔ معنیٰ لغوی ہی مراد ہوگا۔ چونکہ سورۃ صافات میں مضاف الیہ حضرت نوح علیہ السلام کی ذاتِ گرامی ہے اس قرینہ اور مناسبت سے اس کا لغوی معنیٰ مطیع و فرمانبردار لیا جائے گا۔ نہ یہ حضرت ابراہیمؑ کا لقب ہے نہ نام و تخلص ہے۔ قرآن پاک میں آپؑ کے القاب نبی۔ صدیق۔ حنیف۔ مسلم۔ قانت۔ امت۔ شرک سے مبرا۔ شاکر وغیرہ آئے ہیں۔ کہیں بھی القابِ بالا کی طرح یوں ترکیب نہیں ہے۔ ان ابراھیم کان شیعة قانتا الخ۔ شیعہ کا معنیٰ یہاں نسل سے ہونا بھی مراد ہو سکتا ہے۔ دونوں معنیٰ لغوی ہیں اصطلاحی نہیں۔ لہٰذا شیعہ کو اس سے کچھ فائدہ نہیں۔ پھر شیعہ غیر نبی اور تابعدار کو کہتے ہیں۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ تو مستقل صاحبِ شریعت نبی اور حضرت نوحؑ سے بھی افضل تھے وہ کیسے آپؑ کے شیعہ ہوئے۔ تو شیعہ کا صحیح معنیٰ یہ ہے کہ حضرت ابراہیمؑ حضرت نوحؑ کے گروہ یعنی انبیاءِ کرامؑ کا ایک فرد تھے۔ (از افاداتِ علامہ دوست محمد قریشیؒ)

سوال ۱۲۔ اگر کرتے ہیں تو آپ کے مذہب میں ملتِ ابراہیمیؑ سے کیا مراد ہے۔ اگر نہیں کرتے تو وجہ بیان کریں کہ ابراہیمؑ کے لیے شیعہ کیوں کہا گیا ہے؟

جواب۔ تقریرِ بالا سے اس کا بھی جواب ہو گیا کہ جب شیعہ کا لغوی معنیٰ مطیع مراد ہے تو ملتِ ابراہیمی کا لفظِ شیعہ اور اس کی اصطلاحی حقیقت سے ذرا بھی تعلق نہ ہوا۔ کیونکہ ملتِ ابراہیمؑ یہ تھی اور اب بھی یہی ہے۔ سچ بولنا۔ فرمانبردار ہونا۔ اللہ کے آگے عاجزی سے دست بستہ کھڑے ہونا۔ مطاع و پیشوا ہونا۔ شرک و بدعت سے پاک ہونا۔ خصائلِ فطرت پر کاربند رہنا وغیرہ ہے۔ مذہبِ شیعہ اور اس کے قائل ان صفات سے قطعی محروم ہیں۔ وہ تقیہ کے نام سے جھوٹ بولتے ہیں۔ عزاداری کے ضمن و شغل میں شریعت کی کھلی خلاف ورزی کرتے ہیں۔ کبھی نماز پڑھیں تو متکبرانہ ہاتھ چھوڑ کر پڑھتے ہیں وہ خود تو کجا ان کے آئمہ بھی مطاع و پیشوا نہ رہے۔ کہ ہر امام کے اپنے اپنے عہد میں ۱۰۰، ۵۰ افراد بھی فرمانبردار نہ تھے شرک و بدعت تو شیعہ کی گھٹی میں ہے۔ خصائلِ فطرت کے وہ یہاں تک دشمن ہیں کہ متعہ کے نام سے بغیر ولی اور گواہوں کے وقت اور فیس کے تعین کے ساتھ زنا بالرضا کے قائل ہیں حالانکہ کوئی دین اور کوئی فطرتِ سلیمہ اسے تسلیم نہیں کرتی۔ وہ پیغمبرِ پاک کی بیویوں بیٹیوں

دامادوں بیٹیوں ۔ اصحاب اور دیگر قرابتداروں کو پیغمبر کریمؐ کے ساتھ نازک و عظیم رشتوں کے باوجود تبرا اور گالیوں سے معاف نہیں کرتے ۔ حالانکہ ہر فطرت سلیمہ اس فعل قبیح پر لعنت بھیجتی ہے ۔ بقیہ تمام باتیں اپنی جگہ اٹل حقیقتیں ہیں جو کسی جگہ باحوالہ بیان ہوں گی ۔ ان شاء اللہ ۔ ابراہیمؑ کو شیعہ کہنے کی وجہ بیان ہو چکی ۔

سوال ۱۲ ۔ کیا لقب شیعہ کی مخالفت قرآن کی مخالفت نہیں ہے جبکہ اس کی اضافت علیؓ و فاطمہؓ و اہل بیت کے ساتھ ہو ۔

جواب ۔ قرآن پاک میں تو لفظ شیعہ کی اضافت حضرت علیؓ و اہلبیتؓ کی طرف بالکل نہیں ہے ۔ تو پھر اس کی تنظیم کیسے ؟ اور تردید پر مخالفت قرآن کیسے ؟ ہاں قرآن پاک میں لفظ شیعہ واحد و جمع کے ساتھ مندرجہ ذیل آیات میں مذکور ہے ۔ ہر جگہ شیطان کا گروہ اور کفار و مشرکین مراد ہیں ۔ جن سے نبی کا ذرہ بھی تعلق نہیں ۔

۱۔ اِنَّ الَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَهُمْ وَكَانُوْا شِیَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِیْ شَیْءٍ (انعام ع ۲۰)

بے شک وہ لوگ جنہوں نے اپنے دین میں پھوٹ ڈالی اور گروہ گروہ ہو گئے تم کو ان سے کسی معاملے میں سروکار نہیں (ترجمہ مقبول)

معلوم ہوا شیعہ گروہ اور پیغمبر کریمؐ کا آپس میں ذرا بھی تعلق نہیں ۔ پھر پیغمبرؐ اسکی مدح کیسے کر سکتے ہیں اور اس کی مذمت میں مخالفت رسول کیسے لازم آتی ہے ۔

۲۔ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ مِنَ الَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَهُمْ وَكَانُوْا شِیَعًا ۔ (روم ع ۴)

اور مشرکوں میں سے نہ ہونا یعنی ان میں سے جن لوگوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور گروہ گروہ ہو گئے ۔

معلوم ہوا شیعہ لوگ فرقہ پرست اور مشرک ہوتے ہیں ۔ آج بھی ان کا یہی طرۂ امتیاز ہے کہ فقہ جعفری کے عنوان سے اور نصاب دینیات و کلمہ کی علیحدگی کے عنوان سے پیدائش سے لے کر مرنے تک تمام احکام و رسوم میں جمہور مسلمانوں سے علیحدگی پر زور دیتے ہیں ۔ (ملاحظہ ہو ہفت روزہ شیعہ کا شمارہ جون سنہ ۱۹۷۹ء)

۳۔ قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰی اَنْ یَّبْعَثَ عَلَیْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ اَوْ یَلْبِسَكُمْ شِیَعًا وَّیُذِیْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ ۔ (انعام ع ۸)

کہہ دو کہ وہ اس پر قادر ہے کہ تم پر عذاب

اوپر کی طرف سے بھیجے یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے یا تمہارے کئی گروہ بنا دے اور ایک کی سختی دوسرے کو چکھائے ۔

معلوم ہوا شیعہ ہونا عذاب الٰہی کا شکار ہونا ہے ۔ اب تو اہلسنت میں بھی یہ جراثیم شیعہ پھیلا رہے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ مسلمان اور سنی قوم کو اس عذاب سے بچائے ۔

۴۔ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِیْ شِیَعِ الْاَوَّلِیْنَ مَا یَاْتِیْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ (حجر)

اور بالتحقیق ہم نے تم سے پہلے اگلے گروہوں میں بھی رسول بھیجے تھے اور ایک رسول بھی ان کے پاس ایسا نہ آتا تھا کہ وہ اس کی ہنسی نہ اڑاتے ہوں ۔

معلوم ہوا کہ سابقہ انبیاء کرام کے ساتھ بھی شیعہ استہزاء کرتے اور ان کی تعلیمات کو ٹھکراتے تھے ۔ اس امت کے شیعہ بھی نبیؐ کے تمام اصحاب و تلامذہ کو مرتد و منافق کہہ کر آپؐ کا مذاق اڑاتے ہیں اور کتاب اللہ کے بعد سنت نبوی کو کبھی نقل اور دینی حجت نہیں مانتے ۔ یہ تعلیمات رسالت کا سابق شیعہ کی طرح انکار ہوا ۔ ع

نہ رہے بانس نہ بجے بانسری

۵۔ وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا اَشْیَاعَكُمْ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۔

اور ہم تمہارے ہمسروں کو ضرور ہلاک کر چکے ہیں ۔ پس ہے بھی کوئی نصیحت پانیوالا

سورت قمر کی اس آیت میں تمام شیعوں کی ہلاکت کا ذکر ہے ۔ سب سے پہلے قوم نوحؑ کے شیعوں کی غرقابی کا ذکر اللہ نے کیا ہے ۔ معلوم ہوا سفینۂ نوحؑ میں نجات پانیوالے شیعہ ہرگز نہ تھے تو حضرت ابراہیمؑ بھی نوح علیہ السلام کے شیعوں میں سے نہ تھے ۔ بلکہ فرمانبردار ذریت میں سے تھے ۔

۶۔ وَحِیْلَ بَیْنَهُمْ وَبَیْنَ مَا یَشْتَهُوْنَ كَمَا فُعِلَ بِاَشْیَاعِهِمْ مِّنْ قَبْلُ اِنَّهُمْ كَانُوْا فِیْ شَكٍّ مُّرِیْبٍ ۔

اور ان کے درمیان اور جن جن چیزوں کی ان کو خواہش ہو گی ان کے درمیان ایک آڑ کر دی جائے گی جیسا کہ ان سے پہلے

(سبا آخری آیت) گروہوں کے بارے میں کیا گیا ہے بیشک وہ سب کے سب پریشان کر دینے والے شک میں تھے۔

معلوم ہوا کہ شیعہ ہی اپنی مراد سے محروم۔ عذاب میں گرفتار ہوں گے کیونکہ وہ شک میں مبتلا ہوتے ہیں۔

واضح رہے کہ بعض اصحاب لغت و مفسرین نے اشیاع کا معنیٰ "امثال" کیا ہے۔ یعنی اے امتِ محمدیہ کے مشرکو اِنم جلیسوں کو ہی اللہ نے تباہ و برباد کیا ہے۔ اشیاع جمع شیعہ ہی کی ہے۔ لہذا شیعہ اور ابوجہل و ابولہب یکساں مشرک ہوتے ہیں۔

۷۔ ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِيْعَةٍ اَيُّهُمْ اَشَدُّ عَلَى الرَّحْمٰنِ عِتِيًّا (مریم ۶۹)

پھر ضرور ہم ہر گروہ میں سے ان کو الگ کر لیں گے جو خدا کے برخلاف زیادہ سرکشی کرنے والے تھے۔ (ترجمہ مقبول)

معلوم ہوا شیعہ بڑا ضدی ہوتا ہے خدا کے احکام کے سامنے بھی اکڑتا ہے۔ لہٰذا جہنم میں پھینکے جائیں گے۔

۸۔ اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِى الْاَرْضِ وَجَعَلَ اَهْلَهَا شِيَعًا الى اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ (قصص ۴)

بے شک فرعون اس سرزمین میں غالب تھا اور اس کے باشندوں کو اس نے کئی گروہ بنا دیا تھا۔۔۔۔ بے شک وہ فساد کرنے والوں میں سے تھا۔ (معلوم ہوا کہ اہلِ تشیع کا موجد و بانی فرعون لعین تھا)

قرآن میں مذکور شیعوں کی یہ حقیقت بیان کرنے کے بعد سورۃ قصص کی ایک آیت پر بھی غور کر لیں جس سے شیعہ سادہ لوح عوام کو دھوکہ دیتے ہیں۔

فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِىْ مِنْ شِيْعَتِهٖ عَلَى الَّذِىْ مِنْ عَدُوِّهٖ فَوَكَزَهٗ مُوْسٰى فَقَضٰى عَلَيْهِ قَالَ هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ الى فَلَنْ اَكُوْنَ ظَهِيْرًا لِّلْمُجْرِمِيْنَ۔۔۔۔ وَقَالَ لَهٗ مُوْسٰى اِنَّكَ لَغَوِىٌّ مُّبِيْنٌ۔

پس اس شخص نے جو ان کے گروہ میں سے تھا اس شخص کے برخلاف جو ان کے دشمنوں میں سے تھا ان سے استغاثہ کیا پس موسیٰؑ نے اس کو ایک گھونسا مارا کہ اس کا خاتمہ ہو گیا۔ فرمانے لگے یہ (ان کا جھگڑا) شیطان کی کاروائی تھی۔۔۔۔ میں کبھی گناہگاروں کا پشت پناہ نہ ہوں گا۔۔۔۔ موسیٰؑ نے اس سے فرمایا تو صریح گمراہ ہے۔ (ترجمہ مقبول)

یہاں شیعتہ کا معنیٰ "اپنا قومی" بھائی ہے۔ کہ وہ اسرائیلی تھا اور دوسرے کو آپ نے دشمن کہا کہ وہ قبطی غیر قوم کا تھا۔ یہ شخص موسیٰ علیہ السلام کا نہ لغوی معنوں میں فرمانبردار تھا نہ اصطلاحی معنوں میں شیعہ اور مسلمان۔ کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو اپنی نبوت پر ایمان کی دعوت ہی نہیں دی تھی۔ نہ بالفعل آپ نبیٔ مبعوث تھے۔ وہ مسلمان کیسے ہوتا۔ ہاں وہ بے وقوف بے صبر اور شریر ضرور تھا۔ تبھی تو آپ نے اس کی حمایت میں قتل بلا عمد کو جو گناہ نہ تھا۔ عملِ شیطان کہا اسے مجرم اور کھلا گمراہ بتایا ہے اور اس نے آپؑ کے قتل کا راز افشا کر دیا اور حضرت موسیٰؑ کو جبار اور غیر مصلح بتایا۔ اگر شیعہ حضرات لفظِ شیعہ پر نازاں ہیں تو مجرم اور کھلے گمراہ ہونے کا تاج بھی سر پر رکھ لیں۔

سوال ۱۴ ۔ اگر ہے تو خدا اور رسول کا مخالف کس بات کا سزاوار ہے اور اگر نہیں ہے تو اس کے اصطلاحی معنوں کے لحاظ سے نصِ صریح پیش کیجیے اور ثبوت دیجیے۔

جواب ۔ یہ بھی اس تقریر بالا سے حل ہو گیا کہ جب لقبِ شیعہ قرآن میں کفار و مشرکین اور مخالفین انبیاء ضدی لوگوں کو کہا گیا ہے۔ اور حضور علیہ السلام کا بھی ان سے ذرہ تعلق نہیں ہے تو پھر اس لقب کا دشمن خدا اور رسول کا مخالف ہرگز نہیں ہے۔ لغوی اور اصطلاحی معنوں پر نصوص صریحہ واضح ہیں۔ مزید کیا ثبوت چاہیے۔ ہاں اگر اصطلاحی معنوں میں کوئی "شیعہ اہلبیت" کے عنوان سے حدیث مرفوع آپ ذکر کرتے تو جواب دیا جاتا۔ مگر ایسی حدیث ہی کہاں؟

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے
یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

سوال ۱۵ ۔ دین قیم ہے اور ہر دور میں اس کا وجود لازمی ہے۔ لہذا زمانۂ اصحاب و تابعین میں کون سے القاب رائج تھے؟

جواب ۔ دین واقعی قیّم ہے۔ جس کا معنیٰ ہے مضبوط، ثابت قدم اور قائم رہنے والا جس کا ذکر آیت ہذا میں ہے۔

فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ (روم ع ۴)

پس اے نبی تم خالص دل سے دین کی طرف اپنا رخ کیے رہو۔ خدا کی بنائی ہوئی سرشت جس پر اس نے آدمیوں کو پیدا کیا یہی ہے خدا کی بناوٹ میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی راہِ مستقیم بھی ہے۔

معلوم ہوا دینِ قیّم میں شرک سے برأت نظامِ عبادت کا قیام اور انسان کی طرف سے عبدیّت کا مظاہرہ ہی فطرۃ اللہ ہے۔ اس دینِ قیّم اور فطرتِ الٰہیہ سے شیعہ کا کیا تعلق ہے؟ وہ تو دینِ قیّم کے قیام اور اس کے کامیاب اجراء و نفاذ کے قائل نہیں۔ ان کے لٹریچر میں سینکڑوں شہادتیں اس بات پر موجود ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے غلبہ دین۔ نصرت بر کفار، استحکامِ اسلام اور خلافتِ راشدہ عادلہ کے قیام کے جو وعدے پیغمبرِ اسلام سے کیے تھے ان میں سے کوئی بھی پورا نہیں ہوا۔ وہ ان کے بقول حضرت مہدی صاحب العصر کے ہاتھ پر پورے ہوں گے گویا حضرت مہدی حضور خاتم المرسلینؐ سے بھی افضل ہوں گے۔ شیعہ مذہب میں شرک سے برأت کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ جیسے عنقریب بیان ہوگا۔ رہا عبدیت کا مظاہرہ تو شیعہ کے ائمہ کے ارشادات میں سینکڑوں مرتبہ تعلّی آمیز دعاوی ہیں مثلاً: ہم خدا کا نور ہیں۔ خدا کے ہاتھ ہیں۔ ہم نے مخلوق کو بنایا۔ ہم جو چاہتے ہیں وہی ہوتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ دیکھیے کتاب الحجۃ کافی کلینی) بہت کم ہی انہوں نے بندے ہونے کا اقرار کیا ہے۔ تو دینِ قیّم کی تصویر شیعہ مذہب ہرگز نہیں ہو سکتا۔

دینِ قیّم بلاشبہ اہلِ سنّت کے اکابر ہی میں رہا اور ان کے لٹریچر کے مطابق بزرگانِ اہلِ بیت اور سادات ہاشمی عباسی وغیرہ سبھی قرآن و سنت پر عامل اور دینِ قیّم کے علمبردار تھے۔ وہ مسلمان کہلاتے تھے۔ خود کو اہلِ سنت والجماعت جانتے تھے۔ اور امتِ محمدیہ کہلانے پر فخر کرتے تھے۔ چند روایات ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ احتجاج طبرسی میں طویل حدیث ہے۔ حضرت علیؓ نے اہل السنۃ کی تعریف میں فرمایا

سے۔ چنانچہ تہران ٹائمز انگریزی ۲۹ جون سنہ ۸۰ علامہ خمینی کا یہ انٹرویو شائع ہوا ہے کہ امام مہدی انصاف کا پیغام لائینگے جس سے دنیا کی کایا پلٹ جائیگی یہ ایسا کام ہے جسکو حاصل کرنے کیلئے حضرت محمد صلعم بھی مکمل طور پر کامیاب نہ ہوئے تھے (معاذ اللہ)

واما اهل السنة فالمتمسكون بما سنه الله لهم ورسوله (احتجاج طبرسی ص ۲۲۶)

اہل السنۃ والجماعۃ وہ لوگ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول کی سنت کو پکڑنے والے ہیں گروہ کسی جگہ تھوڑے سے بھی ہوں۔

۲۔ حضرت امام حسینؓ نے خطبہ کربلا میں فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اور میرے بھائی کو فرمایا۔ تم جنتی نوجوانوں کے سردار ہو اور اہلِ سنت کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہو۔ (تاریخ کامل ابن اثیر ج ۴ ص ۶۲)

۳۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے آلِ عمران کی آیت يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ کی تفسیر میں فرمایا۔ یعنی قیامت کے دن "اہل السنت والجماعت" کے چہرے روشن ہوں گے اور اہلِ بدعت و فرقہ (تشیع) کے چہرے کالے ہوں گے (تفسیر ابن کثیر)

۴۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اسی آیت کی تفسیر میں فرمایا "کہ اہلِ سنت کے چہرے سفید ہوں گے اور اہلِ بدعت کے کالے ہوں گے۔ (تفسیر درِ منثور۔ بحوالہ سنی مذہب حق ہے۔

ان تمام حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرامؓ اور تابعین کے دور میں لقب اہل السنت والجماعت بطور مذہبی جماعت رائج تھا اور صحابہؓ و تابعین سب سنّی تھے اس کے مخالف کو بدعتی فرقہ باز اور غیر ناجی جانتے تھے۔

سوال ۱۶۔ ان میں سے پرانا لقب کونسا ہے مع ثبوت بتائیے۔

جواب۔ پرانا لقب تو وہی مسلمان۔ امتِ محمدی اور سنت وجماعت والا ہے جو بیان ہو چکا ہے۔ البتہ فرقہ بندی اور مسلمانوں میں انتشار و اختلاف کے دور میں جو پارٹیوں کے نام تجویز ہوئے وہ یہ ہیں۔ بلوائی جو بعد شیعہ بنے۔ شیعہ عثمانؓ، شیعہ علیؓ، شیعہ معاویہؓ۔ خارجی، سبائی وغیرہ۔ ظاہر ہے کہ ناموں کے ساتھ شیعہ کی اضافت پارٹی کے معنی میں تھی۔ جیسے ہم موجودہ دور میں نیشنل عوامی پارٹی۔ ڈیموکریٹک پارٹی، مسلم لیگ پارٹی اور جمعیۃ علماء اسلام پارٹی کہتے ہیں۔ تو یہ لفظ سب کا مشترکہ نام ہوا۔ محض لفظِ شیعہ اور سیاسی پارٹی پر فخر کرنا اور رجسٹرڈ مذہب بنانا یا اس پر مذہب کی بنیاد رکھنا کوئی عقل و دانش کا تقاضا نہیں۔ جب یہ تفرق و تشیع فی نفسہ ایک عیب، اسلام میں ایک رخنہ اور ملی کمزوری کا

پیش خیمہ تھا۔ کہ جب تک یہ پارٹیاں رہیں مسلمان آپس میں دست وگریباں رہے۔
کفار سے مقابلہ نہ رہا۔ نہ ایک بالشت زمین فتح کی۔ بعد میں انعام الٰہی سے باقی پارٹیاں
متحد ہو جائیں اور اپنا تشیع و تفرق اور علیحدہ تشخص ختم کر دیں۔ مگر شیعہ علیؓ اپنے اسلاف کی
تعلیم کے خلاف۔ اور اسی طرح خوارج بھی۔ اپنے علیحدہ وجود پر اصرار کریں۔ اہل تشیع و
تفرق ہونے پر فخر کریں اور تا ہنوز یہ سلسلہ نہ چھوڑیں۔ میں تمام ذی شعور عقلمند۔
سیاست ملی سے واقف اور دنیا کی سیاسی تاریخ کے نشیب و فراز سے آگاہ قارئین سے
فیصلہ چاہتا ہوں۔ کہ آیا وحدت ملی اور امت محمدیہ کی اجتماعی قوت کی ضرورت کے پیش نظر
وہ رویہ بہتر تھا اور بہتر ہے۔ جو باقی پارٹیوں نے اپنایا اور امت واحدہ کالبنیان المرصوص
بنے رہے ہیں۔ یا نام نہاد شیعہ علیؓ و خوارج کی معاندانہ نفرت آفرین پالیسی کہ آج بھی ۱۴
سال تک گڑے مردے اکھاڑتے تمام امت کے اساطین اور فاتحین اسلام کو گالیاں
دیتے ہیں اور اپنا ملی تشخص برقرار رکھنے کے لیے قرآن و سنت کی نصوص کی کتربیونت اور
اصولوں کی پامالی سے بھی باز نہیں آتے ؟ ۔ ظاہر ہے کہ اس طرز عمل سے ان کا ملی وجود
تو الگ قائم ہو گیا اور اس کے لیے انہوں نے قربانی بھی بہت دی مگر ملت اسلامیہ کو کیا
فائدہ ہوا۔ خوارج اور شیعہ کی جمہور اہل اسلام کے ساتھ جنگوں عداوتوں نے کتنے لاتعداد
مسائل کھڑے کیے۔ ہماری تاریخ اس کے نقصانات سے لبریز ہے۔ ایک غیر مسلم پڑھ کر
اسلام ہی سے متنفر ہو جاتا ہے۔ مگر کج فہمی اور زیغ قلبی ملاحظہ ہو کہ آج اسی موجب
ننگ و عار لفظ پر فخر کیا جا رہا ہے۔ اسے قدیم ثابت کر کے اپنی حقانیت پر استدلال
کیا جا رہا ہے۔ فوا اسفاہ۔

سوال ۱۷: اگر شیعہ ہے جیسا کہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے تحفہ اثنا عشریہ
میں تسلیم کیا ہے تو پھر تمام صحابہ و تابعین شیعہ ہوئے ان سب بزرگواروں کے نام کو
ناپسند کر کے ان کا نام کیوں بدنام کرتے ہیں۔

لشکر علیؓ کی چار قسمیں

جواب: حضرت شاہ صاحبؒ نے اختلاف آفرین عہد مرتضوی
میں مسلمانوں کی جن جماعتوں کا ذکر کیا ہے۔ ان میں سے حضرت علیؓ

کی جماعت کی چار قسمیں لکھی ہیں۔ ان کی تفصیل خود ان کے قلم سے ہم رقم کرتے ہیں۔ تاکہ شبہ کا
مغالطہ اور دھوکہ دور ہو جائے۔ فرماتے ہیں۔ پس جناب امیر کے لشکر والے شیطان کے
وسواس سے چار فریق ہو گئے۔

ایک فرقہ شیعہ اولیٰ اور شیعہ مخلصین کہ اہل سنت والجماعت کے پیشوا ہیں۔ اور
حضرت امیر کے چال چلن پر ہیں۔ اصحاب کبارؓ اور ازواج مطہراتؓ کے حقوق پہچانتے تھے۔
اور ظاہر و باطن میں ان کی پاسداری کرتے تھے۔ لڑائیوں اور جھگڑوں کے باوجود بھی سینہ
بے کینہ سے مکر و نفاق کو نکال دیا تھا اور صفا و برأت حاصل کی تھی انہی کو شیعہ اولیٰ اور
شیعہ مخلصین کہتے ہیں۔ کیونکہ یہ گروہ ہر لحاظ سے اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ
کہ بے شک میرے خاص بندوں پر تجھ کو غلبہ نہ ہو گا۔ کے تحت شیطان مکار سے محفوظ و
مصئون رہے ان کا دامن اس خبیث کی نجاست پلید سے پاک رہا۔۔۔ اور جناب امیرؓ نے
خطبوں میں ان کی مدح فرمائی اور ان کی روش پسند کی۔

دوسرا فرقہ تفضیلیہ کہ جناب امیرؓ کو سب صحابہؓ پر فضیلت دیتے تھے۔ یہ فرقہ اس لعین
ابن سبا کے ادنیٰ شاگردوں میں سے تھا کہ انہوں نے تھوڑا سا وسوسہ اس کا قبول کیا۔
اور جناب امیرؓ نے ان کو بہت ڈرایا دھمکایا کہ اگر میں نے کسی سے سنا کہ مجھے شیخین پر فضیلت
دیتا ہے تو میں اس کو افتراء کی سزا دوں گا جو اسیؓ کوڑے ہیں۔

تیسرا فرقہ شیعہ سبیہ کا ہے۔ سب بمعنی گالی۔ کہ ان کو تبرائیہ بھی کہتے ہیں۔ جو تمام صحابہؓ کو
ظالم و غاصب بلکہ کافر و منافق جانتے ہیں اور یہ اس لعین کے اوسط درجے کے شاگرد
ہوئے۔ حضرت طلحہؓ، زبیرؓ، عائشہؓ اور حضرت امیرؓ کے مشاجرات کو اپنے دلائل میں سمجھا چونکہ
یہ سب لڑائیاں حضرت عثمانؓ کے قصاص پر تھیں۔ خلافت میں اختلاف پر نہ تھیں۔
بالضرور ان لوگوں نے حضرت عثمانؓ پر بھی زبان طعن کھولی۔ چونکہ حضرت عثمانؓ کی خلافت
شیخین کی خلافت پر مبنی تھی اور حضرت عثمانؓ کی خلافت کے بانی حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ
وغیرہ جیسے اصحابؓ تھے لہٰذا سب کو تیر طعن کا نشانہ بنایا۔ ہر گاہ کہ یہ خبر مخلصین کے توسط
سے حضرت امیرؓ کے سمع مبارک میں پہنچی تو آپؓ خطبہ دیتے اور برا بھلا کہہ کر ان سے اپنی بیزاری

ظاہر کرتے تھے۔

چوتھا فرقہ شیعہ غلات یعنی نہایت حد سے بڑا ہوا تھا کہ یہ لوگ اس خبیث کے خاص الخاص اور ارشد شاگردوں سے تھے کہ حضرت امیرؓ کی الوہیت — خدائی صفتوں والا ہونا — کے قائل ہو گئے۔ پھر جب مخلصین نے ان کو الزام دیا کہ حضرت علیؓ میں تو بشری تقاضے۔ الوہیت کے برخلاف پائے جاتے ہیں تو وہ الوہیت صریح سے پھر کر حلول کے قائل ہو گئے کہ روح الٰہی نے قالب بشری میں نزول کیا ہے۔ (تحفہ اثنا عشریہ باب اول ص۸)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ جو لوگ شیعہ کے نام اور عنوان کے ساتھ باقی رہے اور اب بھی پائے جاتے ہیں۔ وہ یہی تین فرقے ہیں اور یہی شیعہ کی اصل ہیں۔ اب ان میں لاتعداد فرقے امامت میں اختلاف کی بنا پر بن گئے۔ مخلصین کا یعنی حضرت علیؓ کی پارٹی کا پہلا طبقہ ان سے بالکل الگ تھلگ ہے۔ اور وہی دراصل اہلسنت تھے۔ سوال ۲ میں حضرت علیؓ کی پیش کردہ احادیث کو پھر سے پڑھیے وہ انہی کی تعریف کرتے اور اہلسنت والجماعت کے طریقہ پر چلاتے تھے۔ جب ان کا دیگر سبئیہ اور غالیہ اور تفضیلی شیعہ فرقوں سے اشتراک ہی نہیں تو محض لفظِ شیعہ سے خوش ہونا اور اسے قدیم بتانا خوش فہمی کے ماسوا کچھ نہیں ہے۔ اور ہمارے حق پرست ہونے کی دلیل بھی یہی ہے کہ شیعہ بمعنی الفرقہ بازیا خاص مذہبی گروہ کے طور پر اس نام کو نہیں اپنایا۔ بلکہ جب شیعہ عثمانؓ، شیعہ معاویہؓ گروہ غیر جانبدار جو بالکل ان شیعہ اولی مخلصین کے ہم مذہب تھے۔ تو حضرت حسنؓ کی کامیاب سیاست کی رو سے سب متفق ہو کر ایک جماعت بن گئے اور شیعہ کہلانا چھوڑ دیا۔ حضرت حسنؓ اس کے بانی اور ان کے امام تھے۔ لہٰذا شیعہ نام کے ساتھ جو فرقے بعد میں رہے وہ گمراہ ہی رہے۔ اہلبیتؓ سے ان کا تعلق بالکل نہ تھا بجز اس کے کہ لغوی معنوں میں بطور سیاسی پارٹی کبھی استعمال ہوا ہو۔ لہٰذا جب صحابہ کرامؓ تابعین اور تبع تابعین نے شیعہ بننا اور کہلانا چھوڑ ہی دیا۔ تو شیعہ کے نام سے اہلِ بیتِ کرامؓ کو دھوکہ دینے والے گروہ کی مذمت سے صحابہؓ و تابعین کی کوئی بدنامی نہیں ہوتی۔

سوال ۱۸۔ پھر کیوں کہتے ہیں کہ شیعوں نے امام حسینؓ کو شہید کیا؟

جواب ۱۔ ہم سچ کہتے ہیں کہ شیعوں نے ہی امام حسینؓ کو بلایا اور شہید کیا۔ تفصیل کے لیے آپ خلاصۃ المصائب۔ جلاء العیون۔ مجالس المومنین وغیرہ سے قصہ کربلا پڑھ لیں۔ ہم یہاں تفصیل نہیں لکھ سکتے۔ کچھ حوالہ جات ہمارے رسالہ تحفۃ الاخیار سوال ۶ کے جواب میں ملاحظہ فرمالیں۔ یہاں صرف یہ لکھنا کافی ہے۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے شیعانِ کوفہ کو قتل امام حسینؓ کر کے رونے پیٹنے پر فرمایا "تم نے ہمیشہ کے لیے اپنے کو جہنمی بنالیا۔ تم ہم پہ ماتم کرتے ہو جب کہ تم ہی نے خود قتل کیا ہے اللہ کی قسم یہ ضرور ہوگا کہ تم بہت روؤگے اور کم ہنسو گے۔ (جلاء العیون ص۴۲۲ منتہی الآمال ص۱/۱۱۱)

شیعہ ناصبی اور رافضی کی تعریف

سوال ۱۹۔ آپ کے مذہب میں شیعہ کی تعریف کیا ہے؟

جواب۔ فیروز اللغات ص۹/۲ شیعہ۔ گروہ۔ ۲۔ وہ لوگ جو مذہب امامیہ کہتے ہیں اور حضرت علیؓ کے سوا حضراتِ ثلاثہؓ اور عائشہ صدیقہؓ کو نہیں مانتے۔ قرآن سے معنیٰ س ۱۳ میں پھر دیکھ لیں۔

سوال ۲۰۔ ناصبی اور رافضی کی تعریف مع شرح بحوالہ لغت بیان کیجیے۔

جواب۔ ناصِب۔ نصب کرنے والا۔ قائم کرنے والا۔ برپا کرنے والا۔ ۲۔ دشمنی کرنے والا۔ ۳۔ معرب کلمہ میں فتحہ کی حرکت دینے والا۔ (فیروز اللغات فارسی حصہ دوم ص۴۸۰) ناصبہ۔ ناصِب کا مؤنث۔

اس میں ناصبی کی مخترعہ اصطلاح — جو حضرت علیؓ اور اہلِ بیت کا مخالف ہو — لغت اس سے خاموش ہے۔ دراصل یہ آپ کا بناوٹی اصطلاحی لفظ ہے کہ جو شیعہ مذہب پہ نہ ہو یا حضرت علیؓ پر خلفاءِ ثلاثہؓ اور انبیاءِ کرامؑ کو فضیلت دیتا ہو وہ ناصبی ہے اور قطعی جہنمی۔ (مجالس المومنین) پھر آپ کی اسلام دشمن احادیث یہ بھی کہتی ہیں کہ تمام کفار۔ یہود و مجوس اور کتے و خنزیر کے جھوٹے سے بڑھ کر ناپاک سنی ناصبی کا جھوٹا ہے۔ (العوذ باللہ) مثلاً من لایحضرہ الفقیہ کتاب الطہارت میں یہ حدیث ہے۔ کہ کتے کا جھوٹا ناپاک ہے اور خنزیر کا جھوٹا اس سے بھی ناپاک ہے اور سب چیزوں سے بڑھ کر ناپاک

ناصبی (سنی) کا جھوٹا ہے۔

یہ آپ کی رواداری کا اعلیٰ نمونہ ہے اور ایسی غلو آمیز گالیوں سے لبریز روایتوں نے فریقین میں بُعد پیدا کیا اور غیروں کو اسلام سے بیگانہ کیا۔ جب کہ ہمارے نزدیک کفر معنوی چیز ہے۔ جب تک کسی کے منہ میں نجاست نہ لگی ہو بحیثیت انسان کے اس کا جھوٹا پاک ہے۔

رافضہ کی تعریف۔ اپنے سردار پر سرکشی کرنے یا اس کا ساتھ چھوڑ دینے والا گروہ۔ شیعوں کے مشہور گروہ کا نام۔ ان لوگوں نے حضرت زید بن علی بن امام حسین رضی اللہ عنہم کے ہاتھ پر بیعت کی اور ان کو کہا کہ آپ حضرت ابوبکر صدیق و حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہم سے تبرا یعنی نفرت کریں لیکن آپ نے انکار کیا اور کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کو جو ہمیشہ ان کے ممد و معاون رہے ہیں کیونکر برا کہہ سکتا ہوں۔ اس پر ان لوگوں نے صرف ان کا ساتھ ہی نہ چھوڑ دیا بلکہ بے وفائی سے پیش آئے اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت زیدؒ حجاج بن یوسف کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔ رافضی۔ منسوب بہ رافضہ جو شیعوں کا مشہور گروہ ہے۔ دیکھو رافضہ۔ (فیروز اللغات حصہ اصـ ۹۵م)۔

مصباح اللغات عربی صـ ۳۰۵ مادہ رفض میں ہے۔

الرافضہ۔ جنگ وغیرہ میں اپنے قائد و راہنما کو چھوڑ دینے والی جماعت ج روافض اور اسی سے ہے لا خیر فی الروافض۔

الرافضہ۔ شیعوں کی ایک جماعت اور نسبت کے لیے رافضی۔

امید ہے کہ آپ کو لغت سے تو تسلی ہو چکی ہو گی۔ اب اپنی اصح الکتب کافی کتاب الروضہ صـ ۳۴ سے اپنے رافضی نام کی وجہ تسمیہ سماعت فرمائیں۔

وہ راوی کہتا ہے میں نے حضرت صادقؒ سے کہا میں آپ پر قربان جاؤں لوگ ہمیں ایسے گندے لقب سے یاد کرتے ہیں کہ اس سے ہماری کمر ٹوٹ جاتی ہے اور دل مردہ ہو جاتے ہیں اور حکام ہمارا خون حلال جانتے ہیں۔ اس حدیث کی بنا پر جو ان کے علماء نے ہدایت کی ہے

فقال ابوعبد الله علیه السلام الرافضة ؟ قلت نعم قال والله ما هو سموكم ولكن الله سماكم به.

تو امام جعفر صادقؒ نے فرمایا۔ روافض کا لقب؟ میں نے کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا اللہ کی قسم انہوں نے تمہیں یہ لقب نہیں دیا بلکہ اللہ نے تمہیں یہ لقب دیا ہے۔

اب یہ اللہ کا رکھا ہوا نام ہے۔ اگر شیعہ لوگ کسی برائی کی نسبت ہونے کی وجہ سے اسے برا جانیں تو اس برائی یعنی مذہب سے توبہ کر لیں ورنہ اسے برداشت کریں۔ اور ناراض نہ ہوا کریں۔ کیونکہ یہ لقب اور نام خود شیعہ حضرات کبھی اپنے حق میں استعمال کرتے تھے۔ مثلاً کافی جلد ا صـ ۵۰۴ میں ہے۔

احمد بن عبداللہ نے اپنے باپ سے پوچھا۔ جو شیعہ تھا۔ ابا جان! وہ آدمی کون تھا جو کل میں نے آپ کے پاس دیکھا اور آپ نے اس کی بڑی عزت اور تعظیم و تکریم کی اور اپنے ماں باپ اور جان قربان کرنے کی تمنا کی۔ فرمانے لگا۔

یا بنی ذاك امام الرافضة ذالك الحسن بن علی المعروف بابن الرضا فسكت ساعة ثم قال یا بنی لو زالت الامامة عن خلفاء بنی العباس ما استحقها احد من بنی هاشم غیر هذا اثنی علیه كثیرا۔

اے بیٹے! وہ رافضیوں کا امام تھا حسن بن علی رضا۔ پھر کچھ دیر خاموش رہ کر والد نے کہا اے بیٹے! اگر عباسیوں سے خلافت چھن جائے تو بنو ہاشم میں سے اس نوجوان سے بڑھ کر کوئی مستحق نہیں۔ پھر علی رضا کی بہت تعریف کی۔

شیعہ اور غداری

رافضہ کی وجہ تسمیہ تو ظاہر ہو ہی گئی حقیقت یہ ہے کہ اس کا مصداق کوئی خاص شیعہ گروپ نہیں۔ بلکہ از اول تا امروز تمام شیعہ پر یہ لقب صادق آتا ہے۔ کیونکہ ہر ایک نے اپنے امام کو بے یار و مددگار چھوڑ دیا۔

ا حضرت علیؓ نے اپنے شیعہ کہلانے والوں کی مذمت میں طویل خطبہ میں فرمایا۔

فتركتم الائمة فتركوكم فاصبحتم تحكمون باهوائكم (روضہ کافی صـ ۳۲)

تم نے اپنے آئمہ (اصحاب رسولؐ) کو چھوڑ دیا انہوں نے تم کو چھوڑ دیا۔ اب تم اپنی خواہشات

پر فیصلے کرتے ہو۔

۲۔ حضرت حسنؓ نے تو صاف طور پر حضرت معاویہؓ کو اپنے لیے بہتر اور شیعوں کو قاتل و بدخواہ بنایا جیسے گزر چکا ہے۔

۳۔ حضرت حسینؓ نے میدانِ کربلا میں شیعانِ کوفہ سے کہا۔

اے بے وفاؤ غدار و مجبوری کے وقت اپنی مدد کے لیے تم نے ہم کو بلایا۔ جب ہم آ گئے تو کینے کی تلوار ہم پر چلائی۔ (جلاء العیون ص۳۹۱ منتہی الآمال۔

۴۔ حضرت زین العابدینؒ کو بروایتِ شیعہ کچھ ساتھی نہ ملے حتیٰ کہ مجبوراً یزید کی غلامی کا اعتراف کیا۔ (روضہ کافی)

۵۔ حضرت باقرؒ نے اپنے شیعوں کے متعلق فرمایا۔

فیهم التمیز و فیهم التبدیل و فیهم التمحیص (کافی باب المؤمن وعلاماته)	ان میں چھانٹی ہوگی۔ ان کے مذہب بدلیں گے اور ان کو جدا جدا کیا جائے گا۔

۶۔ حضرت صادقؒ کے نام پر جعفری شیعہ یوں تو ہزاروں بنتے تھے اور اب بھی کہلاتے ہیں۔ مگر مخلص و وفادار سترہ بھی نہ تھے ورنہ امام ان کو ساتھ لے کر وقت کے عباسی خلیفہ پر چڑھائی کر دیتے۔ (کافی ج۲ ص۲۴۳ باب قلة عدد المؤمنین)

یہی وجہ ہے کہ حضرت جعفر صادقؒ ان کی روایات کے مطابق خوب تقیہ کرتے تھے۔ اور صاف سچی بات ان پر بے اعتباری کی وجہ سے نہ بتاتے تھے۔ مثلاً زرارہ کہتے ہیں کہ میں امام باقر علیہ السلام سے تنہائی میں مسائل پوچھتا تھا کہ وہ مجمعِ عام میں تقیہ کرتے تھے وکنت اکره ان اساله الا خالیا خشیة ان یفتینی من اجل ان یحضره احد بالتقیة (ج۶ کافی ج۳ ص۵۲) پھر امام ان کو جھٹلا بھی دیتے تھے۔ مجالس المؤمنین مجلس پنجم ص۱۶۶ پر ہے کہ ایک اہلِ مجلس نے امام جعفر صادقؒ سے پوچھا کہ آیا تم میں امام مفترض الطاعت موجود ہے؟ حضرت نے فرمایا۔ اپنے درمیان ہم ایسا کسی کو نہیں جانتے اس نے کہا کوفہ میں ایک جماعت ہے ان کا خیال ہے کہ تم اہلِ بیت میں مفترض الطاعۃ (امام معصوم) ہے وہ جھوٹ نہیں بولتے کیونکہ وہ متقی اور عبادت گزار ہیں۔ ان میں عبداللہ یعفور اور

فلاں فلاں ہیں۔

پس آنحضرت فرمودند کہ من ایشاں را بایں اعتقاد امر نکردم۔ گناہِ من دراں چیست۔	حضرت صادقؒ نے فرمایا میں نے ان کو یہ اعتقاد نہیں بتایا۔ میرا اس میں کیا گناہ ہے۔

معلوم ہوا کہ آئمہ نے شیعوں کی برسرِ عام تکذیب کی اور اس مذہب سے تبرا کیا۔ جو وہ منسوب بسوئے اہلِ بیت کرتے تھے اور آج بھی کرتے ہیں تو ان دلائل کی رو سے رافضی غدار و بے وفا کے علاوہ جھوٹا اور بدمذہب بھی ثابت ہوا۔

بحثِ الٰہیات

سوال ۲۱۔ کیا آپ توحیدِ خداوندی پر اعتقاد رکھتے ہیں؟ اگر رکھتے ہیں تو ذاتِ خداوندی واجب الوجود ہے یا ممکن الوجود؟

اہلِ سنت کی توحید

جواب۔ اللہ تعالیٰ کی ذات واجب الوجود ہے۔ باقی تمام کائنات و مخلوقات بمعہ شیعی امام حادث۔ مخلوق اور ممکن الوجود ہیں۔ تمام اشیاء معدوم تھیں پھر معرضِ وجود میں آئیں۔ پھر ہر چیز محلِ فنا و زوال ہے۔ صرف خدائے خلاق ہی واجب الوجود اور دائم البقاء ہے۔ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ اسی کی شان ہے۔

هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ۔ (حدید)	وہی خدا سب سے پہلے ہے۔ وہی سب سے آخر ہے۔ وہی ظاہر ہے وہی پوشیدہ ہے۔

صرف اللہ کا خاصہ ہے۔ بدترین کفار ہیں وہ لوگ جو اپنے آئمہ کو اللہ کی صفات و کمالات میں شریک کرتے ہیں۔ ہمارے درسِ نظامی کی ابتدائی کتاب مالا بدمنہ کے آغاز پر ہے۔

حمد و ستائش مر خدائے راست کہ بذاتِ مقدس خود موجود است و اشیاء بایجاد او تعالیٰ موجود اند و در وجود و بقاء بوے	خوبی اور تعریف اس اللہ کی ہے جو اپنی ذاتِ مقدس کے ساتھ از خود موجود ہے اور تمام چیزیں اس کے پیدا کرنے سے وجود

محتاج [illegible]، و دے ہیچ چیز محتاج نیست
یگانہ [illegible] ذات [illegible] و ہم در صفات
و ہم [illegible] و در ہیچ امر با دے
شریک نیست [illegible] الخ۔

میں آئیں اور وجود و بقا میں اسی کی محتاج ہیں وہ کسی چیز کا محتاج نہیں ہے۔ وہ ذات میں، صفات میں اور کاموں میں بالکل اکیلا ہے لاشریک ہے۔ کسی ہستی کو [illegible] میں اس کے ساتھ شرکت نہیں ہے۔

بہرحال ہم اللہ تعالیٰ کی توحید کو زبانی نہیں بلکہ عملاً مکمل توحید مانتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ذات میں صفات میں، خلق، علم، قدرت، عبادت۔ دعا و پکار۔ نذر و نیاز، قربانی صدقہ، طواف بیت اللہ، مناسک حج وغیرہا ہر چیز میں اللہ تبارک و تعالیٰ کو وحدہٗ لاشریک لہٗ جانتے ہیں۔ ہر کام بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر شروع کرتے ہیں۔ شیعہ کی طرح یا علی مدد کہہ کر نہیں کرتے۔ رب و رازق صرف اللہ کو جانتے ہیں حضرت علیؓ کو نہیں۔ اولاد کی درخواست مصائب ٹالنے کی دعا صرف اللہ سے کرتے ہیں۔ تعزیہ اور علم پر۔ دورِ جدید کے بت۔ جو سابق زمانہ میں بزرگوں کی یادگار مجسموں اور بتوں کے قائم مقام ہیں۔ عرضیاں نہیں لٹکاتے۔ خانہ خدا میں نماز کے بعد اللہ کے آگے روتے گڑگڑاتے ہیں۔ یہ ورد نہیں پڑھتے۔ یا علیؓ مدد۔ نادِ علیؓ۔ دے خوشیاں سرکار حسینؓ۔ غم ٹال مرا اے حسنؓ حسینؓ وغیرہ۔ بہرحال ہماری توحید۔ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ (ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور صرف تجھی سے مدد مانگتے ہیں) کی تصویر ہے۔

سوال ۲۲۔ اگر واجب الوجود ہے تو حلول کے بارے میں آپ کا کیا عقیدہ ہے؟ جیسا کہ مولانا روم نے بایزید بسطامی کے متعلق لکھا ہے۔

با مریداں آں فقیرِ محتشم ۔۔۔ بایزید آمد کہ یک یزداں منم

جواب۔ خدائے تعالیٰ کا کسی بندے میں حلول کرنا کہ اس بندے کو خدا کہا جا سکے ہمارے نزدیک یہ کفر و شرک ہے۔ عیسائی اسی بنا پر تو کافر ہوئے۔ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ بْنُ مَرْيَمَ۔ بلاشبہ وہ لوگ کافر ہوئے جنہوں نے مسیح بن مریم کو اللہ کی صورت بنایا۔

ہمارے عقاید کی کتابوں میں ہے۔
و او تعالیٰ در ہیچ چیز حلول نکند و چیزے
در وے تعالیٰ حال نبود (مالابدمنہ صفحہ ۹)

خداوند تعالیٰ کسی چیز میں گھل مل نہیں جاتا اور نہ کوئی چیز اس میں گھل مل جاتی ہے (یعنی وہ کسی کی شکل و صورت میں ظاہر نہیں ہوتا۔

مولانا روم کا شعر بغیر کتاب اور صفحہ کے حوالے سے لکھا ہے۔ اگر حوالہ ہوتا تو ممکن تھا کہ سیاق و سباق سے اس کا مطلب لیا جاتا۔ بظاہر یہ غلط ہے۔ اور اس کی تاویل واجب ہے۔ جب ہم متشابہ آیات کی تاویل کرتے ہیں تو اس معمولی سے شعر کی توجیہہ کیا مشکل ہے۔ سب سے آسان توجیہہ ہے۔ کہ یہاں مضاف محذوف نکالیں یعنی حضرت بایزید بسطامیؒ ایک مرتبہ اپنے مریدوں کے ساتھ آئے تو فرمایا۔ کہ ایک اللہ کا بندہ میں بھی ہوں۔ لفظِ یک اس کا قرینہ ہے کہ بندہ ایسی چیز ہے جس میں تعدد ہو سکتا ہے اور وہ اللہ کے بندے ہیں۔ تو اللہ کے بندوں سے ایک بندہ میں ہوں۔ ع چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد کا مصداق۔ سائل نے اس شعر کو تو محل اعتراض بنا ڈالا مگر اپنے گھر مذہب اور آئمہ کے افکار کی خبر نہ لی کہ "ایں خانہ ہمہ شرکستان است" کا ترجمان دشمنِ ایمان ہے۔

شیعہ کی توحید

کافی کلینی کے ابواب الحجۃ ایک نظر میں ملاحظہ فرمائیے۔

۱۔ باب ان الائمۃ نور اللہ عزوجل۔ ۔۔۔ اس بات کا بیان کہ آئمہ علیہم السلام اللہ کا نور ہیں۔

کیا اللہ کے نور سے نور کا الگ ہونا، اللہ تعالیٰ کا تجزیہ کرنا اور اس کے اجزاء ماننا نہیں ہے؟ حالانکہ کفار کی مذمت اللہ نے یوں کی ہے۔

وَجَعَلُوْا لَهٗ مِنْ عِبَادِهٖ جُزْءًا اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ مُّبِيْنٌ (پ۲۵ ع۶) ۔۔۔ (کافر) لوگوں نے خدا کے بندوں کو خدا کے ٹکڑے بنا دیا۔ ایسے انسان کھلے ناشکرے (کافر) ہیں۔

۲۔ ان الائمۃ ولاۃ امر اللہ ۔۔۔ امام اللہ کے حکم کے والی اور اس کے

وخزنة علمه - علم کا خزانہ ہیں۔

پھر اس میں حضرت صادقؒ کی حدیث میں ہے۔

نحن ولاة امر الله وخزنة علم الله وعيبة وحي الله۔ ہم اللہ کے حکم کے والی اس کے علم کا خزانہ اور اس کی وحی کا ظرف ہیں۔

اللہ کا حکم چلانے والے حاکم، اللہ کے علم کا خزانہ اور انبیاء پر بھیجی جانے والی وحی کا برتن اور منبع و مصدر جب آئمہ بن گئے تو خود خدا کیا ہوا؟ اور ان صفات والے خدا سے الگ وجود کیسے ہوئے۔ کیا اس سے بڑھ کر حلول و تجسیم کی مثال کسی اور مذہب میں مل سکتی ہے۔ شیعہ حدیثیں اپنے اماموں سے یہ کہلاتی ہیں۔ کہ وہ اللہ کے ہاتھ ہیں اللہ کا چہرہ ہیں۔

باب - آئمہ اپنی موت کا وقت جانتے ہیں اور وہ صرف اپنے اختیار سے مرتے ہیں۔

باب - آئمہ آئندہ اور گذشتہ ہر چیز کا علم رکھتے ہیں۔ ان سے کوئی چیز بھی مخفی نہیں۔

علامہ کلینی کا یہ وہ مایۂ ناز لٹریچر ہے جو اس نے اللہ کی توحید کی نفی اور خدائی پر براجمان آئمہ کی جلالتِ شان پر پیش کیا ہے۔ آج عوام و خواص شیعہ سبّی اور تبرائی ہونے کے علاوہ ٹھیک غالی اور نصیری بھی ہیں۔ کہ حضرت علیؓ کو انسانی روپ میں خدا اور الٰہ مانتے ہیں۔ اگر آج حضرت علیؓ کا دورِ خلافت ہوتا تو آپؓ ان سب کو اسی طرح زندہ جلا دیتے اور کسی ملامت کی پرواہ نہ کرتے۔ جیسے اپنے عہد میں اسی آدمیوں کو جلا دیا تھا۔ (رجال کشی) قرآن میں بیسیوں نصوص ہیں کہ اللہ جزو اولاد ر حصص سے پاک ہے۔ اعضاء سے پاک ہے۔ اس کے علم کا کوئی مخلوق احاطہ نہیں کر سکتی۔ موت و حیات پر اس کے ماسوا کوئی قادر و مختار نہیں۔ صرف وہی مارتا جلاتا ہے۔ مگر شیعہ حضرات یہ سب خدائی صفات اپنے آئمہ میں مانتے ہیں۔ پھر ایمان و اسلام کے بھی واحد ٹھیکیدار وہی ہیں۔ فیا للعجب۔

ان کے بہت ذمہ دار عرفانی مدیر ہفت روزہ شیعہ نے کیا صاف کہہ دیا ہے۔

ما علی بشر کیف بشر ربہ تجلی فیہ وظہر۔ (دیباچہ نہج البلاغۃ اردو)

اب عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق اور یہودی حضرت عزیرؑ کے متعلق اور ہندو اپنے اوتاروں کے متعلق جو عقائد رکھتے ہیں۔ کیا شیعہ کا عقیدہ حلول۔ ذاتِ علیؓ میں رب کی تجلی و ظہور اس سے کم ہے؟ پھر وہ امام بارڑوں میں علیؓ ربی کا ورد کیوں کرتے ہیں۔ میرے سامنے "مولودِ کعبہ" کے عنوان سے ایک سہ رنگا چارٹ ہے جو ۱۳ رجب ۱۳۹۹ھ کو راولپنڈی میں منعقدہ ایک جلسہ کا اشتہار ہے۔ مہمانِ خصوصی "مفتی نصیر الاجتہادی" صاحب ہیں۔ اس کے تین سطری القاب در مدح ابو تراب میں یہ لفظ بھی ہیں۔ خالقِ معجزات مرکزِ شش جہات۔ معلمِ روح الامین۔ قسیم النار والجنۃ وغیرہ ہیں۔ حالانکہ یہ سب خدائی صفات ہیں۔ حضرت علیؓ کی طرف ان کی نسبت قرآن کی تکذیب ہے۔

قرآن میں ہے اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ۔ معجزات بھی شے ہیں اور اللہ کی مخلوق۔ شش جہات یعنی کائنات کا مصدر و مرکز صرف اللہ ہے۔ وَهُوَ الَّذِیْ فِی السَّمَاءِ اِلٰهٌ وَّفِی الْاَرْضِ اِلٰهٌ۔

حضرت جبریلِ امینؑ کے استاذ خدا تھے۔ حضرت علیؓ نہ تھے۔ کیا شیعہ حضرت علیؓ کو نبی کا استاذ الاستاذ بنانا چاہتے ہیں (معاذ اللہ) اللہ کا ارشاد ہے۔ تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِیْ نُوْرِثُ مِنْ عِبَادِنَا۔ اس جنت کا وارث اپنے بندوں کو ہم بنائیں گے۔

بہر حال شیعہ عقائد منجملہ دیگر اسلام کے عقیدہ توحید کے بھی سخت دشمن ہیں۔ شیعہ کبھی اللہ کو وحدہٗ لاشریک نہیں مان سکتا۔ اگر محض خدا کے وجود کو ماننے یا کبھی نام لے لینے کا نام توحید ہے۔ تو مشرکینِ مکہ کی توحید ان سے بھلی تھی۔ کیونکہ وہ اللہ ہی کو رازق۔ خالق رب السموات والارض۔ آنکھ، کان، اعضاء کا مالک۔ موت و حیات پر قادر، شہنشاہِ مطلق ہر کام پر خود مختار اور کائنات کا مدبر و منتظم مانتے تھے۔ (القرآن مومنون ۶ ۵ یونس ۶۸ وغیرہ)

اس بحث کو شیعہ کے شہیدِ ثالث نور اللہ شوشتری مشرکِ اصلی کی رباعی پر ختم کرتا ہوں۔

زہے روزی دہِ خلقاں علیؓ بن ابی طالب رحیمِ مطلق و رحماں علیؓ بن ابی طالب

هوالاول هوالآخر، هوالظاهر هوالباطن — هوالحنان هوالمنان علی بن ابی طالب

(بحوالہ الافادات بنگش ص۳۱۶)

ترجمہ- (معاذ اللہ) مخلوق کو روزی دینے والے علیؓ کیا خوب ہیں مطلق رحمان و رحیم علیؓ بن ابی طالب ہیں۔ وہی اول و آخر۔ ظاہر و باطن ہیں۔ وہی کائنات پر مہربان اور احسان کرنے والے علیؓ بن طالب ہیں۔

دوزخ کی وسعت پر اعتراض

سوال ۲۳۔ کیا آپ خدا کو عالم و علیم مانتے ہیں۔ اگر مانتے ہیں تو آپ کی سب سے بڑی کتاب بخاری شریف ج۳ پ۳۰ کتاب التوحید ورد جہمیہ کی حدیث ۲۲۳۷ میں موجود ہے "کہ خدا اپنا پیر دوزخ میں رکھے گا تاکہ وہ سمٹ جائے کیا دوزخ خلق کرتے وقت خدا کا اندازہ غلط ہوگیا کہ دوزخ کو ضرورت سے زیادہ بڑھا دیا ہے کہ خود اپنا پیر ڈالنے کی نوبت آگئی۔

جواب۔ سبحان اللہ! ایسے یاوہ گو جس مذہب کے محقق و مؤلف بن جائیں تو اس کا خدا حافظ ہے۔ قرآن پاک میں ہے۔

يَوْمَ نَقُوْلُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَأْتِ وَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ (ق۳۶) — اس دن ہم جہنم سے (دوزخیوں کو ڈالنے کے بعد) پوچھیں گے کیا تو بھر گئی؟ وہ کہے گی اور بھی چاہیے۔

اب کیا یہاں بھی اعتراض ہوگا کہ خدا نے جہنم اتنی بڑی اندازہ سے زائد کیوں بنائی کہ بھرتی نہیں ہے اور مانگتی ہے۔ بخاری شریف میں مقام بالا پر اسی ضمن میں یہ حدیث ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنا قدم مبارک ڈال کر اسے چپ کرا دیں گے اور وہ مطمئن ہو جائے گی۔ قدم ڈالنا بطور محاورہ ہے۔ یعنی بطور کنایہ ہے کہ اللہ اس پر خصوصی توجہ ڈال کر اسے مطمئن کرا دیں گے۔ یہاں شارحین حدیث نے یہ نکتہ لکھا ہے کہ جنت جب وسعت کی وجہ سے اور لوگ مانگے گی تو اللہ تعالیٰ اور مخلوق پیدا کر کے اسے جنت میں داخل کریں گے اور یہ اس کا انعام عطیہ ہوگا۔ جہنم جب زائد مطالبہ کرے گی تو اللہ تعالیٰ زائد مخلوق پیدا کر کے۔ بلا عمل اور آزمائش کے۔ جہنم میں نہ ڈالیں گے۔ ورنہ یہ شانِ عدل کے خلاف اور ظلم ہوگا اسلیے

اللہ تعالیٰ اسے قدم کی خصوصی توجہ کے ساتھ چپ اور مطمئن کرا دیں گے۔ جیسے روتے ہوئے بے قرار بچے کو باپ منہ پر ہاتھ پھیر کر چپ کرا دیتا ہے یا بعض بے صبر لات کھا کر چپ ہوتے ہیں۔

سوال ۲۴۔ کیا اللہ حامل امرِ کن فیکون نہیں ہے؟ اگر ہے تو پھر حکم ہی سے دوزخ کیوں چھوٹا نہیں کرتا ہے؟

جواب۔ یہ بھی اسی تقریر سے رفع ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ دوزخ کو اس طرح مطمئن کر دیں گے گو وہ قادر ہیں کہ اسے کن فرما کر چھوٹا کر دیں۔ کیا یہ بے ہودہ سائل اللہ پر نگران مقرر ہوگیا ہے۔ کہ وہ خدا کے مخلوق کے ساتھ تعلق اور تصرف میں چون چرا کرتا ہے اور مشورے دیتا ہے۔

سوال ۲۵۔ آپ کی صفت ایمان مفصل میں ہے کہ شر بھی اللہ کی طرف سے ہوتا ہے۔ یعنی معاذ اللہ خدا شریر بھی ہے۔ اس عقیدے کو عقلاً ثابت کیجیے۔

مسئلہ تقدیر

جواب۔ سائل کو اتنا تو کچھ پتہ ہے کہ تقدیر خیر و شر کے مسئلے میں ان کا مذہب قرآن کے اور خود ان کی مذہبی تعلیمات کے خلاف ہے تبھی تو وہ عقلی ثبوت چاہتا ہے۔

عقلی دلائل

عقلی ثبوت یہ ہے۔ ۱۔ کہ ہر شخص میں اللہ نے خیر و شر کرنے کمانے کی قدرت رکھی ہے۔ شیطان اسی نے پیدا کر کے ہر بندے کے ساتھ لگا دیا ہے۔ جو لوگوں کو گمراہ کرتا پھرتا ہے۔ فرعون و ہامان اور نمرود و قارون۔ دشمنانِ انبیاءؑ اسی کے پیدا کردہ تھے۔ مختار ثقفی۔ حجاج بن یوسف۔ تیمور لنگ۔ ہلاکو خاں اور نادر شاہ رافضی جیسے شہرہ آفاق ظالم خدا کی ہی مخلوق تھے جو اس کے نیک بندوں پر مظالم ڈھاتے رہے۔ تو کیا خدا نے ان کو پیدا کر کے اور نیکوں پر مسلط کر کے شر کا ارتکاب کیا اور شریر بنا؟ معاذ اللہ۔ معلوم ہوا خیر و شر اللہ کی طرف سے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ تکلیف و مصیبت بھلائی اور برائی اللہ کے مقدرہ فیصلہ کے مطابق آتی ہے۔ بندے کو چون و چرا کرنے کا کوئی حق نہیں۔

یہاں دو باتوں کا سمجھنا ضروری ہے۔ ایک ہے نیکی اور بدی کا پیدا کرنا۔ اور اس کو اپنے ارادے سے مقدر کرنا پھر وجود میں لانا۔ ایک ہے اس کا ارتکاب کرنا اور کمانا پہلی بات یعنی خیر و شر کی خلق و تقدیر صرف اللہ ہی کا کام اور خاصہ ہے اور اس پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ لَا یُسْئَلُ عَمَّا یَفْعَلُ وَهُمْ یُسْئَلُوْنَ۔ مخلوق سے پرسش ہوگی اور اس سے کوئی پوچھ گچھ نہیں کر سکتا۔ اسی کی شان ہے۔ دوسری بات یعنی خیر و شر کا ارتکاب اور کسب و عمل یہ بندے کا کام ہے۔ اپنے خداداد اختیار اور ارادے سے بندہ جو نیکی کرے گا مستحقِ ثواب ہے اور جو بدی کرے گا مجرم اور قابلِ سزا ہے۔

اگر خیر و شر کا خالق بندے کو مانا جائے جیسے شیعہ اور معتزلہ کہتے ہیں۔ تو خالق و آلہہ بے شمار ہو گئے۔ اور یہ عقیدہ مجوسیوں سے بھی بدتر ہے کہ وہ خالقِ خیر تو یزداں خدا کو بتاتے ہیں اور خالقِ شر اہرمن یعنی شیطان کو کہتے ہیں اور اپنے زعم میں وہ خدا کا ادب کرتے ہیں۔ حالانکہ حدیثِ نبوی میں ان کی مذمت آئی ہے۔ القدریة مجوس هذه الامة۔ کہ تقدیر کو بندے کی مخلوق ماننے والے اس امت کے مجوسی، آتش پرست ہیں۔

۲۔ دوسری عقلی دلیل یہ ہے کہ جب بندہ خیر و شر کی آمد کو خدا کی طرف سے سمجھے گا تو وہ مطمئن ہو کر صبر کرے گا۔ انتقام وغیرہ میں ایک خاص حد تک رک جائے گا اور معاشرتی امن اس میں مضمر ہے۔ ورنہ آدمی بے صبر ہو کر جذبہ انتقام سے کبھی نہ رکے گا اور یہ لڑدھاڑ زیر و زبر کرنا اور فتح و شکست ہر طبقہ کی کسی مرحلہ پر نہیں رکے گی۔ جیسے کلاس کے طلباء آپس میں الجھ پڑیں اور استاذ بیچ میں آ کر ظالم کو کچھ خاص کہے سنے بغیر ان کی آپس میں صلح و صفائی کرا دے تو طبعی طور پر فریقِ ثانی لڑائی اور انتقام سے باز رہے گا۔ اور کمی بیشی کو استاذ کے حوالے کر کے مطمئن ہو جائے گا اور اگر استاذ موجود نہ ہو تو پھر ان کی جنگ بڑھتی ہی چلی جائے گی اور کوئی فریق بھی کسر اور نقصان کھانے پر مطمئن نہ ہوگا۔

۳۔ تیسری دلیل یہ ہے کہ بندے کا کام ہے اپنے اختیار و ارادے کے ساتھ وسائل کا استعمال۔ آگے کام کا بن جانا اور مقصد حاصل ہو جانا یہ بندے کے اختیار میں نہیں تو اس کا خلق کیسے ہوا۔ جیسے کوئی آدمی چوری کی نیت سے نقب لگاتا ہے یا قتل کی نیت سے

بندوق چلاتا ہے۔ اب اگر گھر والے جاگ گئے اور یہ چوری نہ کر سکا یا فائر خطا ہو گیا تو اللہ نے چوری اور قتل کا فعل اس کے ہاتھ پر پیدا نہیں کیا (اسے بچا لیا) اور اگر چوری میں کامیاب ہو گیا، گولی نشانے پر لگی اور بندہ مر گیا تو چوری اور قتل کا فعل خدا نے اس کے ہاتھ پہ پیدا کیا کہ اسی نے اس کا کام اور مقصد بنا دیا۔ بس اسی کام بننے اور مقصد (خیر و شر) میں کامیابی کو یا کام کی صورت وجود میں لانے کو ہم خدا کا فعل اور خلق بتاتے ہیں۔ اس میں خدا پر کوئی برائی لازم نہیں آتی۔ کیونکہ کائنات میں ذرے ذرے کی نقل و حرکت اس کی مشیت اور ارادے پر مرتب ہے اور وہ ارادے میں خود مختار ہے۔ مکلف انسانوں کے ارادے بھی اسی کے ارادے کے تابع ہیں تو پھر خلق و تقدیر پر اعتراض کیسا؟ وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ہاں بندہ جزا و سزا کا اپنے اختیار کردہ وسائل کی بنا پر مکلف ہے۔ ورنہ اگر یہ غلطی سے قتل کر بیٹھے شرعاً گناہ نہیں۔ گو دیت اور کفارہ لازم ہے۔

نقلی دلائل

اب خیر و شر کے خدا کی مخلوق اور منجانب اللہ ہونے پر شرعی دلائل ملاحظہ کریں

۱۔ اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ — ہر چیز کا خالق اللہ ہی ہے۔ شر بھی ایک چیز ہے۔ خدا کی مخلوق ہوئی۔

۲۔ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ — خدا نے تم کو اور تمہارے اعمال کو پیدا کیا۔

۳۔ وَخَلَقَ كُلَّ شَیْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِیْرًا۔ ہر چیز کو اس نے پیدا کیا اور اس کی تقدیر بنائی۔ یہ نصوص دال ہیں کہ بندے کے اعمال بھی خدا کی مخلوق ہیں اور اس کے لکھ دینے سے ہیں۔ آیت ۲ میں اگر بتوں کے مجسمے مراد ہوتے تو تَصْنَعُوْنَ فرمانا مناسب تھا۔ اگر بت کا مادہ پتھر وغیرہ خدا کی مخلوق ہے تو بندے کے کسب و عمل سے اس کا مزین صورت اختیار کر کے مشرک پجاری کے دل میں بس جانا بھی خدا کا فعل ہے۔ كَذٰلِكَ زَیَّنَّا لِكُلِّ اُمَّةٍ عَمَلَهُمْ۔ (انعام) اسی طرح ہر امت کے اعمال ہم نے ان کو خوبصورت کر کے دکھائے۔

۴۔ وَاِنْ تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ یَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَیِّئَةٌ یَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِكَ قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ — اور اگر ان کو کچھ بھلائی پہنچتی ہے تو کہہ دیتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے اور اگر ان کو کچھ برائی پہنچتی ہے تو کہہ دیتے کہ یہ تمہاری

اللّٰہ (النساء ۶ ع ۱۱) طرف سے ہے۔ تم کہہ دو کہ سب اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ (ترجمہ مقبول)

حسنہ اور خیر سیئہ اور شر تقریباً مترادف الفاظ ہیں۔ ان نصوص سے واضح ہوا کہ یہ سب اللہ کی طرف سے ہوتی ہیں۔ اب سائل کا اعتراض گویا قرآن پاک پر ہوا۔ اب ذرا احادیث سے بھی اس مسئلہ پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔

جہاں تک راقم کا مطالعہ ہے۔ اس مسئلہ میں سنی و شیعہ کا چنداں اختلاف نہیں اتحاد کے دشمن، علیحدگی پسند شیعہ علماء اور ذاکرین اسے اچھالتے اور اہل سنت کو مطعون کرتے ہیں ورنہ ان کی احادیث اہل حق کے مطابق ہیں۔ ملاحظہ ہوں۔

۱۔ کافی کلینی باب السعادۃ والشقاوۃ میں ہے۔

امام جعفر صادقؒ فرماتے ہیں۔ اللہ نے مخلوق پیدا کرنے سے پہلے ان کی نیک بختی اور بدبختی لکھ دی ہے جسے اللہ نے سعید پیدا کیا کبھی برا نہ سمجھے گا۔ اگر وہ برا عمل کرے تو برائی سے بغض رکھے گا اور اس شخص سے نہ رکھے گا۔ اور اگر بدبخت پیدا کیا ہو تو اس سے کبھی محبت نہ کرے گا۔ اگر وہ اچھے عمل کرے۔ تو عمل پسند ہے مگر اس کی ذات پسند نہیں (کافی ج ۱ ص ۱۵۲)

۲۔ باب الخیر والشر کی تمام احادیث یہ بتاتی ہیں کہ اللہ ہی خیر و شر کا خالق ہے اور اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے یہ جاری کرتا ہے۔

۳۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے جس نے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ گناہ اور بے حیائی کا حکم دیتا ہے۔ اس نے جھوٹ کہا جس نے یہ خیال کیا کہ خیر و شر اللہ کی مشیت کے بغیر ہے تو اللہ نے اس کو اپنی بادشاہی (یعنی ذمہ داری) سے نکال دیا جس نے یہ گمان کیا کہ گناہ بغیر اللہ کی مدد کے ہو جاتے ہیں اس نے جھوٹ کہا اور جو اللہ پر جھوٹ کہے اللہ اسے آگ میں داخل کرے گا۔ (کافی ج ۱ ص ۱۵۵، باب الجبر والقدر والامر بین الامرین۔

رضا اور مشیت میں فرق

ہاں یہ چیز بھی ملحوظِ خاطر رہے کہ مشیت اور چیز ہے۔ رضا اور چیز ہے۔ کفر و معصیت پر اللہ راضی ہرگز نہیں گو اس کی مشیت سے واقع ہوتا ہے۔ اِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنْكُمْ وَلَا يَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ

وَاِنْ تَشْكُرُوْا يَرْضَهُ لَكُمْ (زمر)

کسی کام کی نسبت جب کاسب و عامل کی حیثیت سے ہو تو مخلوق کی طرف ہوتی ہے۔ کہ شیطان بندوں کو گمراہ کرتا ہے۔ انبیاء کرامؑ ہدایت دیتے ہیں۔ فلاں نے اسے مار دیا ہے۔ فلاں نے اسے (معاف کر کے) زندگی بخش دی وغیرہ۔ اور جب اسباب عادی بندہ مرتب کر لے اور پھر خدا کی مشیت سے وہ کام ہو جائے تو اس کی نسبت اللہ کی طرف کی جاتی ہے۔ جیسے ارشاد ہے۔ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابٌ اسی طرح اللہ تعالیٰ ہر اس شخص سے جو حد سے گذر جانے والا اور شکی ہو توفیق ہدایت سلب کر لیا کرتا ہے۔ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَاءُ وَيَهْدِيْ اِلَيْهِ مَنْ اَنَابَ (رعد) تم کہہ دو اللہ جس سے چاہتا ہے توفیق ہدایت سلب کر لیتا ہے اور جو رجوع کرتا ہے اس کو اپنی راہ بتاتا ہے۔ (ترجمہ مقبول)

امید ہے اس تفصیل سے سائل اور قارئین کو انشراح صدر نصیب ہو جائے گا۔

کفر اور تبرے کا مفہوم

سوال ۲۶۔ چھٹے کلمہ ردِ کفر میں وتبرأت من الکفر و الشرك و الكذب آیا ہے کیا آپ تبرا کرنا جائز مانتے ہیں؟

جواب۔ یہ ترکیب اس آیت کی طرح ہے۔

فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى (پ ۳) پس جو شخص طاغوت کا منکر ہوا اور اللہ پر ایمان لائے تو اس نے بے شک مضبوط رسی پکڑ لی۔

عرفاً تبرا اور کفر برے مفہوم میں استعمال ہوتا ہے جب اس کا صلہ اور مضاف الیہ مقدس اشیاء و ذوات ہوں اور اگر صلہ و مضاف الیہ بدل کر بری چیزیں آ جائیں تو یہ کارِ خیر بن جاتا ہے۔ جیسے اس آیت اور کلمہ میں ہے۔ اب فی نفسہ کفر و تبرے کی اچھائی برائی سے بحث نہیں بلکہ اس کے متعلق سے ہے۔ اب کفر و شرک اور جھوٹ سے تبری اور بیزاری کرنے والا اور شیطان کا منکر و کافر۔ دراصل مسلمان اور مومن ہوا۔

شیعہ کے یہاں تبرا کا استعمال الٹ ہے۔ وہ شیطان و طاغوت سے کفر نہیں کرتے

نہ اس پر تبرے پڑھتے ہیں۔ نہ کفر و شرک اور جھوٹ سے تبرے کرتے ہیں۔ کیونکہ شرک تو ان کی گھٹی میں ہے جیسے مفصل گزرا۔ جھوٹ بنام تقیہ اعلیٰ درجے کی عبادت ہے کہ اس کے بغیر ان کا دین و ایمان مکمل نہیں ہوتا۔ اس سے وہ کیسے تبرا کریں۔ ہر بات میں کفر و انکار تو ان کا شعار ہے۔ سنی عالم قرآن سے اور خود ان کی کتب سے ان کے منشاء اور مروجہ مذہب کے خلاف کتنی ہی آیات و احادیث پڑھ سنائے وہ صاف انکار کر دیں گے ورنہ اعراض تو ضرور ہی کریں گے مانیں گے کبھی بھی نہیں۔ لہٰذا ان کا تبرا سنتِ نبوی سے ہے۔ کہ اسے مذہب کے اصول و فروع سے نکال ہی دیا۔ ان کا تبرا مکتبِ رسالت کے تمام تعلیم یافتہ فضلاءِ کرامؓ سے ہے۔ ان کا تبرا امہات المؤمنینؓ (ازواجِ رسولؐ) بنات مطہرات رسولؐ اور چار ہستیوں کے ماسوا تمام ذوی القربیٰ رسولؐ سے ہے جس کی تفصیل راقم کے رسالہ "شیعہ حضرات سے نو سوالات" کے ص۲۴ پہ دیکھی جا سکتی ہے۔ ان کا تبرا خود قرآن کریم سے ہے کہ وہ اسے ناقص۔ محرف۔ بدلا ہوا۔ بے ترتیب اور اپنے لیے بے حجت اور صامت مانتے ہیں۔ اور قرآن متکلم، واجب الاتباع صرف مزعومہ آئمہ اور ان کے افکار کو جانتے ہیں۔ (ملاحظہ ہو کتاب الحجۃ از کافی) ان کا تبرا توحید الٰہی سے ہے کہ ذکر۔ استعانت۔ نذر و نیاز۔ دعا و پکار۔ ورد و ظائف وغیرہ میں خدا کو چھوڑ کر اپنے آئمہ کا نام لیتے ہیں۔ ان کا تبرا امتِ مسلمہ اور پوری شریعتِ مصطفوی سے ہے کہ تمام امت کو بلا جھجک (منافق و بے ایمان) اور تمام ثابت و جاری شریعت کو جھوٹا بتاتے ہیں۔ اور خود تقیہ کی آڑ لے کر ایک نئے دین نئے نظام اور نئے مکتبِ فکر کے بانی مبانی ہیں۔ لہٰذا اہلِ سنت کا تبرا از کفر و شرک و جھوٹ ان کو مبارک ہو اور شیعوں کا تبرا از سنتِ نبیؐ و جماعتِ نبیؐ ان کو مبارک ہو۔

سوال ۲۷۔ کا جواب بھی اسی تقریر سے ہو گیا۔ کہ دونوں کے تبرے الگ الگ چیزوں سے ہیں۔ دونوں چلتے رہیں گے۔ کیونکہ حزب اللہ اور حزب الشیطان کی جنگ شروع سے جاری ہے اور اللہ نے یہ فیصلہ کر رکھا ہے۔

وَلَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ (هود ۱۰۶)

رحمت رب کے مستحق لوگوں کے بغیر افراد اختلاف کرتے رہینگے۔ اسی لیے خدا نے ان کو بنایا۔ آپ کے رب کا یہ فیصلہ پورا ہو چکا۔ کہ میں یقیناً جنوں اور انسانوں سب سے جہنم کو بھروں گا۔

مسئلہ رؤیتِ الٰہی

سوال ۲۸۔ "لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ" قرآنی الفاظ ہیں۔ اس کا ترجمہ کیجیے۔ اور لن ترانی کا مطلب واضح فرمائیے۔

جواب۔ ادراک کا معنیٰ دیکھنا نہیں ہے۔ بلکہ سمجھ لینا اور معلوم کر لینا ہے۔ اب ترجمہ یہ ہوگا کہ نگاہیں اس کو معلوم نہیں کر سکتیں۔ تو واضح ہے کہ محدود بصر لامحدود ذات کے جمال و انوار کا احاطہ کیا کر سکتی ہے؟ لہٰذا ان آنکھوں سے عالمِ بیداری میں خدا کو دیکھ سکنا اہلسنت کے نزدیک بھی عقلاً محال ہے۔ اور لن ترانی کا بھی یہی مطلب ہے کہ تو مجھے اس عالم میں ان آنکھوں سے دیکھ نہ سکے گا۔ ہمارا مسلک بھی یہی ہے۔

لن ترانی۔ رای رؤیۃ سے بنا ہے۔ جو افعالِ قلوب میں سے ہے۔ جس کا معنیٰ بصارت یا بصیرت سے دیکھنا ہے۔ (مصباح اللغات) تو اب نفی کا حاصل یہ نکلے گا کہ تم بصارت کے ساتھ خدا کو یوں دیکھ نہیں سکتے کہ بصیرت بھی اس سے حاصل ہو جائے۔ گویا مشاہدہ جمال کا احاطہ ہو جائے۔ کسی چیز سے وصفِ خاص کی نفی عقلاً اس کے وجود کو ممکن بنا دیتی ہے۔ تبھی تو وہ نفی یا نہی کا محل ہوا۔ مثلاً اندھا اسے کہتے ہیں۔ جس میں دیکھ سکنے کی طاقت چاہیے تھی۔ دیوار وغیرہ کو اندھا نہیں کہا جا سکتا کہ وہ دیکھنے اور بصر کے لائق ہی نہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کو تو دیکھ نہیں سکتا۔ یا آنکھ ادراک نہیں کر سکتی کا مفہوم یہ ہوا کہ عقلاً رؤیت ممکن ہے۔ مگر اس عارضی دنیا میں فانی حواس اس کے مشاہدہ جمال کا تحمل نہیں کر سکتے تو لن ترانی فرمایا کہ تو نہیں دیکھ سکے گا۔ اب اگر عالم بدل جائے یا حواس بدل جائیں تو رؤیۃ کا عقلی امکان وقوع میں تبدیل ہو سکتا ہے شیعہ کی کتاب رجال کشی ص۲۸۱ پر حضرت علی رضا سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنے

مخلص حسین لبشار سے کہا اگر تو چاہے کہ اللہ تجھے بلا پردہ دیکھے اور تو اسے (جنت میں) بلا پردہ دیکھے تو آلِ محمد اور ان کے ولی امر کے ساتھ محبت رکھ۔ میں نے کہا کہ میں اللہ کو دیکھوں گا؟ امام نے فرمایا ہاں! اللہ کی قسم ضرور دیکھے گا)

سوال ۲۹۔ کیا جب حضورؐ معراج پر تشریف لے گئے تو اللہ کا شرفِ دیدار حاصل ہوا۔ اگر ہوا تو وہ حدیث مع مکمل حوالہ پیش کیجیے جس میں حضورؐ نے اللہ کی شکل وصورت بیان فرمائی ہو۔

جواب۔ اس مسئلہ میں اکابر صحابہ کرامؓ میں اختلاف ہے۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کائنات سلام اللہ علیہا، حضرت ابوذر غفاریؓ رویتِ حقیقی کے قائل نہیں بلکہ رویتِ قلبی کے قائل ہیں۔ اور دلیل میں مذکورہ بالا آیات پڑھتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن عباس اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم۔ اور بعد کے بہت سے فقہاء اور بزرگانِ دین رویتِ حقیقی کے بھی قائل ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ وہ عالم اور تھا۔ جب معجزہ کے تحت اس جسمِ عنصری کا گرم وسرد، بلا آب وہوا کرات سے گزرنا اور محفوظ وسالم رہنا ممکن ہوا تو تجلی ذات سے بہرہ ور ہونا اور برداشت کر سکنا بھی ممکن ہو گیا۔ لہذا اگر رویت پر ٹھوس دلیل نہیں تو نفی بھی قطعی یقینی نہیں ہے جب اللہ تعالیٰ کی ذات جسمانیت۔ اعضاء۔ رنگ وشکل سے پاک ہے تو حضور علیہ الصلاۃ والسلام مشاہدہ جمال کے بعد لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ (کہ اس کی مثل کوئی چیز نہیں) ذات کے خدوخال اور حلیہ جمال کیسے بیان فرماتے۔ اور محبوب کا حلیہ اور رازدارانہ باتیں غیروں سے بیان ہی کب کی جاتی ہیں۔ اس لیے یہ سوال از خود غلط ہے سعدی علیہ الرحمۃ نے کیا خوب کہا ہے ؎

بشر ماورائے جلالش نیافت — بصر منتہائے جمالش نیافت
وگر سالکے محرمِ راز گشت — بر بند تدبیر وے در باز گشت
یکے باز را دیدہ بردوختہ است — یکے دیدہ ہا باز و پر سوختہ است

سوال نمبر ۳۰۔ اگر اللہ پردہ میں رہا اور صرف کلام کی سیر کرائی اور تواضع فرمائی تو

پھر رخِ زیبا سے محبوب کو کیوں محروم کیا؟

جواب۔ سوالِ بالا کی طرح یہ بھی بے ہودہ ہے۔ تعجب ہے کہ زیارت ہو تو بھی اعتراض وانکار ہے۔ نہ ہو تو بھی طعن ہے۔ کیا حضور علیہ الصلاۃ والسلام سے شیعہ کو دشمنی تو پیدا نہیں ہو گئی کہ اتنی لیت ولعل اور سخت گیری پر اتر آئے ہیں۔

شیعہ حضرت علیؓ کو الہ مانتے ہیں

دراصل شیعہ حضرات عرش پر خدا کے وجود کے قائل ہی نہیں۔ ان کا اعتقاد ہے کہ عرش معلیٰ پر علیؓ مستوی تھے ان سے محبت آمیز گفتگو تھی اور وہ باپردہ تھی۔ اب اگر پردہ ہٹا کر دیدار مانا جائے تو شیعہ کی جعلسازی کھل جاتی ہے لہٰذا وہ ناجائز عقیدہ کے تحفظ کی خاطر عدمِ رویتِ الٰہی کا مسئلہ چھیڑتے ہیں۔ مجالس المومنین شوشتری میں ہے۔

"معراج کی رات بالائے عرش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خدائے تعالیٰ عزاسمہ کی جانب سے جو جو محبت آمیز باتیں ہوئیں وہ خدا کی طرف سے نہ تھیں بلکہ ؎

از علیؓ مے شنید نطقِ علیؓ — بدعلیؓ جز علیؓ نہ بُد آنجا (معاذ اللہ)

شوشتری صاحب کی اتباع اور تائید میں باذل صاحب حملہ حیدری والے بھی علیؓ کی خدائی پر یوں شہادت دیتے ہیں۔

دمانندہ گل ز نارِ خلیلؑ — رہانندہ موسیٰؑ از رود نیل
بساحل رسانندہ فلک نوحؑ — کشانندہ بابہائے فتوح!

بحوالہ افاداتِ بنگش ص۱۱۳ مطبوعہ دریا ہنگو ضلع کوہاٹ

کہ علیؓ نے حضرت خلیلؑ پر آگ کو گلزار بنایا۔ موسیٰ علیہ السلام کو دریائے نیل میں غرق ہونے سے بچایا۔ حضرت نوحؑ علیہ السلام کی کشتی کنارے پر علیؓ نے لگائی فتوحات کے دروازے آپ کھولنے والے ہیں۔

سوال ۳۱۔ آپ کے عقیدہ دیدارِ خدا کی اساس قرآنی ہے یا حدیثی۔ اگر قرآنی ہے تو آیت بتائیے اور اس کے تضاد کی وجہ بیان کیجیے۔ جبکہ اللہ کے کلام میں تضاد نہیں ہے اور اگر حدیثی ہے تو حدیث کو قرآن سے مطابق کر دکھائیے۔

دیدارِ الٰہی کے نقلی دلائل

جواب۔ اس کی بنیاد قرآنِ پاک پر ہے۔ سورہ قیامۃ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ (پ۲۹) — کچھ چہرے اس دن تروتازہ ہوں گے اپنے رب کی طرف دیکھ رہے ہوں گے۔

ناظِر کا معنیٰ دیکھنے والا۔ یہ فعل متعدی ہے۔ یعنی مفعول منظور الیہ چاہتا ہے اور وہ خود رب تعالیٰ کی ذات مذکور ہے۔ وہ اپنی شایانِ شان اپنے مؤمنین بندوں کو ضرور مشاہدہ کرائے گا اور مؤمنین دیکھیں گے۔

۲۔ كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ (پ۳۰) — ہرگز نہیں! وہ اس دن اپنے رب سے آڑ اور پردے میں کر دیئے جائیں گے۔

معلوم ہوا کہ کفار و منافقین رب تعالیٰ سے آڑ اور پردے میں کر دیئے جائیں گے۔ اور یہ وہی لوگ ہوں گے جو خدائے تعالیٰ کی ملاقات اور دیدار کے منکر ہوں گے۔ جیسے ارشاد ہے۔

اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَلِقَآئِهٖ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا (کہف) — وہ وہی ہیں جنہوں نے اپنے رب کی آیات کا انکار کیا اور رب تعالیٰ کی ملاقات کو نہ مانا تو ان کے اعمال ضائع ہو گئے تو ہم قیامت کے دن ان کے اعمال نہ تولیں گے۔

قرآن کریم کی بیسیوں آیات میں مومنین کی رب تعالیٰ سے ملاقات اور کفار کا ملاقات سے انکار کرنا اور پھر آخرت میں بطورِ سزا محروم ہونا ذکر کیا گیا ہے۔ یہاں اشارہ کافی ہے ملاقات۔ لقاء اور تلقی بظاہر حقیقۃً طرفین سے مواجہہ مشاہدہ اور استقبال چاہتے ہیں۔ خصوصاً جبکہ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ اس پر صریح دلیل ہو۔

ان آیات کا لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ سے کوئی تعارض و تضاد نہیں ہے۔ کیونکہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی تفسیر کے مطابق اس کا مطلب یہ ہے کہ ابصار احاطہ نہیں کر سکتیں، اور اس جملہ الی ربہا ناظرہ میں [illegible] کے آخرت [illegible] بھی ہم مدعی [illegible] ہیں۔ علاوہ ازیں وہ آیت

دنیا سے متعلق ہے۔ سیاق و سباق یہی چاہتے ہیں۔ قیامت کے متعلق وہ خاموش ہے۔ اس کا ذکر الیٰ ربہا ناظرۃ سے کر دیا۔ پھر دونوں جہانوں کے احکام الگ ہیں۔ وہاں ہر شخص کو دنیا کے سو مردوں کے برابر طاقت دی جائے گی۔ اور نگاہ بھی خوب تیز کر دی جائے گی جیسے ارشاد ہے فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَآءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ۔ (ہم نے تیرے پردے دور کر دیئے آج تیری نگاہ بہت تیز ہے) اگر اسے کافر کا حال بتایا جائے تو مومن کی بدرجہ اولیٰ نگاہ تیز ہونی چاہیے۔ کہ ان کو خصوصی نور۔ نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ — حاصل ہوگا۔

جنت میں دیدارِ الٰہی کا ثبوت صحیح بخاری و مسلم کی صحیح حدیثوں سے بھی ہے۔ مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کراچوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی شہرہ آفاق تفسیر معارف القرآن ج۳ ص۴۱۹ پر رقمطراز ہیں۔

"اور آخرت میں حق تعالیٰ کی زیارت مختلف مقامات پر ہوگی۔ عرصۂ محشر میں بھی اور جنت میں پہنچنے کے بعد بھی، اور اہلِ جنت کے لیے ساری نعمتوں سے بڑی نعمت حق تعالیٰ کی زیارت ہوگی۔

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اہلِ جنت جنت میں داخل ہو جائیں گے تو حق تعالیٰ ان سے فرمائیں گے کہ جو نعمتیں جنت میں مل چکی ہیں ان سے زائد اور کچھ چاہیے، تو بتلاؤ ہم وہ بھی دے دیں؟ لوگ عرض کریں گے یا اللہ آپ نے ہمیں دوزخ سے نجات دی۔ جنت میں داخل فرمایا اس سے زیادہ ہم اور کیا چاہیں۔ اس وقت حجاب درمیان سے اٹھا دیا جائے گا اور سب کو اللہ تعالیٰ کی زیارت ہوگی اور جنت کی ساری نعمتوں سے بڑھ کر یہ نعمت ہوگی۔ یہ حدیث صحیح مسلم میں حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

اور صحیح بخاری کی ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات چاند کی چاندنی میں تشریف فرما تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مجمع تھا۔ آپ نے چاند کی طرف نظر فرمائی اور پھر فرمایا کہ آخرت میں تم اپنے رب کو اسی طرح عیاناً دیکھو گے جیسے اس

چاند کو دیکھ رہے ہو۔

ترمذی اور مسندِ احمد کی ایک حدیث میں بروایت ابنِ عمرؓ منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ جن لوگوں کو جنت میں خاص درجہ عطا فرمائیں گے ان کو روزانہ صبح و شام حق تعالیٰ کی زیارت ہوگی۔

خلاصہ یہ ہے کہ دنیا میں کسی کو حق تعالیٰ کی زیارت نہیں ہو سکتی۔ آخرت میں سب اہلِ جنت کو ہوگی اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو شبِ معراج میں زیارت ہوئی وہ بھی درحقیقت عالمِ آخرت ہی کی زیارت ہے۔ جیسا کہ شیخ محی الدین ابنِ عربیؒ نے فرمایا کہ دنیا صرف اس جہان کا نام ہے جو آسمانوں کے اندر محصور ہے۔ آسمانوں کے اوپر آخرت کا مقام ہے وہاں پہنچ کر جو زیارت ہوئی اس کو دنیا کی زیارت نہیں کہا جا سکتا۔

اب سوال یہ رہتا ہے کہ جب آیت قرآن لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ سے معلوم ہوا کہ انسان کو اللہ تعالیٰ کی رویت ہو ہی نہیں سکتی تو پھر قیامت میں کیسے ہوگی۔ اس کا جواب کھلا ہوا یہ ہے کہ آیتِ قرآن کے یہ معنیٰ نہیں کہ انسان کے لیے حق تعالیٰ کی زیارت و رویت ناممکن ہے، بلکہ آیت کے معنیٰ یہ ہیں کہ انسانی نگاہ اس ذات کا احاطہ نہیں کر سکتی۔ کیونکہ اس کی ذات غیر محدود اور انسان کی نظر محدود ہے۔ عارف جامی فرماتے ہیں ؎

دور بینان بارگاہِ الست　　　غیر ازیں پے نبردہ اند کہ ہست

سعدیؒ نے بھی خوب فرمایا ہے ؎

چہ شبہا نشستم دریں سیر گم　　　کہ دہشت گرفت آستینم کہ قم

قیامت میں بھی جو زیارت ہوگی وہ ایسی طرح ہوگی کہ نظر احاطہ نہیں کر سکیگی اور دنیا میں انسان اور اس نظر میں اتنی قوت نہیں جو اس طرح کی رویت کو بھی برداشت کر سکے۔ اس لیے دنیا میں رویت مطلقاً نہیں ہو سکتی اور آخرت میں قوت پیدا ہو جائے گی نور رویت اور زیارت ہو سکے گی مگر نظر میں ذاتِ حق کا احاطہ اس وقت بھی نہ ہو سکے گا۔ (انتہیٰ ص۴۲۰)

بہرحال اصولِ فلسفہ کو آڑ بنا کر آیاتِ رویت میں تعارض پیدا کرنا یا اِلیٰ ربہا ناظرۃ

کے صریح مفہوم کو نہ ماننا بے دینی اور گمراہی ہے جبکہ صحابہ کرامؓ، تابعین اور تبع تابعین سب اہلِ حق اہلِ سنت والجماعت کا متفقہ یہ عقیدہ چلا آرہا ہے۔ دوسرے جہان میں حق تعالیٰ اور اس کے حبیب کے درمیان معاملہ تھا۔ زیارت و مکالمہ جیسے ہوا ہمارا اس پر ایمان ہونا چاہیے۔ ہم اور سائل کون ہیں۔ خدا اور محبوب کے درمیان حائل ہونے والے یا فلسفیانہ موشگافیوں کے پردے لٹکانے والے؟ (اللھم ارزقنا حب حبیبك العظیم)

عدالتِ صحابہ کرامؓ

سوال ۳۲۔ باوجودیکہ آپ اصحاب کو معصوم نہیں سمجھتے بلکہ ان سے گناہ کا سرزد ہونا ممکن جانتے ہیں۔ لیکن پھر بھی سوئے ادب کے تحت ان پر تنقید کرنا اچھا نہیں سمجھتے۔ یعنی ان کا تقدس اسی میں سمجھتے ہیں کہ ان میں عیب شمار نہ کیا جائے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ کسی محترم و معظم ہستی کی توقیر کے لیے ضروری ہے کہ اسے گناہوں سے دور رکھا جائے اور عیبوں سے منزہ مانا جائے اگر آپ کے اس حسنِ ظن کو الفاظ کے قالب میں ڈھالا جائے تو نتیجہ عصمت برآمد ہوتا ہے۔ پھر آخر رسول کو معصوم تسلیم کر لینے پر کیا اعتراض ہے جبکہ ان کے کسی صحابی کو آپ گناہگار کہنا گناہ سمجھتے ہیں اور خود حضورؐ کی عصمت کو پسند نہیں کرتے۔

جواب۔ حسنِ ادب کا تقاضا عقل و نقل کی روشنی میں یہی ہے۔ کہ فی الجملہ امکانِ گناہ کے باوجود — قطعی ثبوت اور بیانِ ضرورت کے بغیر — ان کے گناہوں کو اچھالا نہ جائے۔ نہ موضوعِ سخن بنایا جائے۔ قرآن پاک نے اتنا ادب کرنا ہر مسلمان کا حق بنایا ہے۔ وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا (تم میں سے کوئی دوسرے کی عدم موجودگی میں اس کی برائی بیان نہ کیا کرے) کا فرمان اسی ادب کی تعلیم ہے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان آفتابِ نبوت کی کرنیں۔ ہدایتِ رسالت کے قمقمے۔ منصبِ رسالت کے عینی گواہ۔ نزولِ قرآن کے شاہد۔ شریعتِ محمدیہ کے اولین محافظ۔ مکتبہ نبوت کے مستند فضلاء بستانِ رسالت کے تعلیم یافتہ علماء۔ امت اور نبی ہدایت کے مابین سب سے اول اور

مضبوط واسطہ۔ بہترین امت کے سب سے پیش رو قائدین۔ خدا کے برگزیدہ مومنین۔ رضوان وجنت کی بشارتوں سے سرفراز۔ کتاب وسنت کے علمبردار۔ مغفرت ذنوب کی ڈگری کے حامل اور گناہوں سے تحفظ کے لائق ہیں۔ ان کی غیبت وبدگوئی کیوں حرام نہ ہوگی۔ ان کی بدگوئی اور غیبت گویا خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا گوشت کھانا ہے (معاذ اللہ)

اس مسئلہ کے عقلی نقلی پہلوؤں پر۔ عدالت صحابہ کرامؓ۔ کے عنوان سے ایک مفصل ۳۶۰ صفحات کی کتاب کی توفیق خدا نے راقم کو بخشی ہے۔ بغض صحابہؓ کے ٹی بی مریض اس نسخۂ اکسیر کا استعمال اور مطالعہ کریں۔ یہاں صرف تین آیات پر غور کافی ہے۔

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَ زَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ (حجرات ۶ اپ ۲۶)

لیکن اللہ نے اپنے فضل وکرم سے ایمان کو تمہارا محبوب بنا دیا ہے اور اس کو تمہارے دلوں میں سجا دیا ہے۔ اور کفر نافرمانی اور گناہ کی نفرت تمہارے دلوں میں ڈال دی ہے۔ ایسے ہی لوگ ہدایت پر ہیں۔

جب اللہ تعالیٰ نے ان کو محبوب ترین دولت ایمان ہی دی وہ ان کے دلوں میں سج گیا۔ کفر، نافرمانی اور گناہ کی نفرت ان کے دل میں طبعاً ڈال دی۔ جیسے کوئی شخص گندگی سے نفرت کرتا ہے۔ ان کو ہدایت یافتہ اور نیک بتایا۔ تو کیا ان کے گناہ کی تلاش میں تواریخ وسیرت چھاننے والا جھوٹی روایات سے فہرستیں تیار کرکے لوگوں کو ان سے بدظن کرنے والا۔ اس آیت کا منکر اور بے ایمان نہیں ہے۔ خواہ وہ کسی شیعہ رافضی کی ہو یا خلافت وملوکیت جیسی تالیف جناب ابوالاعلیٰ مودودی تفضیلی شیعہ کی ہو۔

۲۔ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَ اَصْلَحَ بَالَهُمْ (محمد)

اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے اور جو کچھ محمد (مصطفیٰ) پر نازل کیا گیا اور وہ ان کے پروردگار کی طرف سے حق ہے اس پر بھی ایمان

لائے ان سے ان کی بدیاں دور فرما دیں اور ان کی حالت درست فرما دی۔

جب اللہ نے سب گناہ معاف کر دیئے پھر حالت ہی بدل ڈالی تو اب گناہوں کی ان کی طرف نسبت اور گردان چہ معنیٰ دارد؟

۳۔ وَالَّذِيْنَ جَآءُوْا مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (حشر)

(اور مالِ فے ان کا حق بھی ہے) جو ان مہاجرین والنصار کے بعد یہ عرض کرتے ہوئے آئے کہ اے پروردگار ہمارے تو ہمارے گناہوں اور ہمارے بھائیوں کے گناہوں کو جنہوں نے ایمان میں سبقت کی ہے بخش دے اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کی طرف سے کوئی کینہ نہ رہنے دے۔

جب ہم کو حکم ہی یہی ہے کہ مہاجرین والنصار اور تمام صحابہ کرامؓ کے لیے مغفرت بخشش مانگا کریں اور ذکرِ خیر کیا کریں۔ تو اب صحابہ کرامؓ کی بدگوئی کو اپنا مذہب وشعار بنانا کیا قرآن سے بغاوت اور اسلام سے بیزاری نہیں ہے؟۔

ہر شخص یہ حق مانگتا ہے۔ ہر شخص اپنے والد۔ استاذ۔ مرشد اور محسنین اکابر کو یہ حق دیتا ہے۔ اور ان کی بدگوئی اور واقعی گناہوں کے پرچار سے دامن بچاتا ہے اور اسے بڑی گستاخی تصور کرتا ہے۔ کیا یہ ان کی عصمت کا قائل ہو گیا؟ اگر اس پر طعن نہیں ہے اور ان اقارب واکابر کے گناہ ذکر نہ کرنے سے عصمت لازم نہیں آتی تو صحابہ کرامؓ پر جب یہ اصول استعمال کیا جائے تو عصمت کیسے بن گیا؟ دراصل روافض کے ہر ہر فرد کو ہر اس ہستی سے دشمنی۔ نفرت اور ذکرِ خیر سے چڑ ہے جس کے متعلق دنیا کی کسی بھی کتاب میں یہ لکھا مل جائے کہ اس نے حضرت محمد رسول اللہ کی زیارت کی اور لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ لیا۔ اور وہ جماعت نبی کو مومن و مسلمان جان کر السلام علیکم کہتا تھا۔ اگر میں حلفیہ کہنا چاہوں تو کہہ سکتا ہوں کہ کفارِ قریش کو اصحابِ نبیؐ سے کلمۂ توحید ورسالت پڑھنے اور حمایتِ رسول کی وجہ سے اتنی نفرت اور دشمنی نہیں تھی۔ نہ وہ ان کے عیوب کی جستجو اور پرچار میں رہتے تھے

جتنا کہ نیا کلمہ علی ولی اللہ والی امت کو اصحاب نبی سے بغض ہو گیا ہے اور وہ ہمہ دم ان کے عیوب کی جستجو اور پرچار میں لگے رہتے ہیں۔ (اللہ ان کے شر سے ہر مسلمان کو بچائے۔)

عصمتِ انبیاء علیہم السلام

حضور خاتم النبیین والمعصومین کو معصوم نہ ماننے کا اہلسنت پر الزام لگانا دروغ بے فروغ ہے۔ قائل کا ضمیر خود اسے لعنت کرتا ہوگا۔ بحمد اللہ تمام اہلِ سنت از صحابہ کرامؓ، تابعینؒ، تبع تابعین، آئمہ مجتہدین تا ہنوز کے۔ دیوبندی، بریلوی، غیر مقلدین علماء کرام حضور کی عصمت اور گناہوں سے پاکدامنی پر متفق ہیں۔ کسی معتزلی، نیم رافضی یا غیر محقق کا قول۔ مختلف مذاہب و اقوال پر مشتمل کتب کلامیہ میں اگر مل جائے تو وہ اس کی شخصی رائے اور مردود ہے۔ اہلِ سنت کا مسلک اور اس کی نمائندگی ہرگز نہیں ہے۔ عصمتِ انبیاءؑ پر شہادتیں ملاحظہ ہوں۔

۱۔ وانبیاء ہمہ معصوم اند از صغائر و کبائر۔ (مالابد منہ ص۱۱)	تمام انبیاءؑ تمام صغیرہ و کبیرہ گناہوں سے معصوم ہیں۔
۲۔ والانبیاء معصومون من الکفر وتعمد الکبائر والاصرار علیھا یعصمھم اللہ تعالٰی بوجوہ ثلاثہ (حسن العقیدہ ص۳ از شاہ ولی اللہ دہلویؒ)	اور انبیاء کرامؑ کفر سے، عمداً کبیرہ گناہوں کے ارتکاب سے اور ان پر اصرار سے معصوم ہوتے ہیں۔ اللہ ان کو تین وجوہ کی بنا پر گناہوں سے بچاتا ہے۔

حضرت شاہ صاحب کی عمداً کی (مرجوح) قید غالباً حضرت موسیٰؑ کے ہاتھوں قبطی کے قتل ہو جانے کی وجہ سے ہے۔ کہ بظاہر وہ گناہ کبیرہ تھا مگر عمداً نہیں ہوا۔

۳۔ علامہ ابن تیمیہ حنبلیؒ رافضی کے اسی اعتراض کے جواب میں فرماتے ہیں۔

یہ (انبیاءؑ کے معصوم نہ ہونے کا دعویٰ) مسلک جمہور پر عظیم افتراء ہے۔ خوارج کے سوا مسلمانوں کے تمام فرقے اس بات پر متفق ہیں کہ انبیاء (علیہم السلام) خداوندی احکام کے پہنچانے میں معصوم تھے۔ اور ان کی اطاعت واجب ہے۔ جمہور کے نزدیک انبیاءؑ سے صغائر کا صدور ممکن ہے (مگر وقوع نہیں) تاہم وہ صغائر پر قائم نہیں رہتے۔

(المنتقیٰ من المنهاج ص۲۲۸)

۴۔ مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ تفسیر معارف القرآن سورۃ فتح کی آیت لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ کے تحت لکھتے ہیں۔

"ان میں پہلی چیز تمام اگلی پچھلی لغزشوں اور خطاؤں کی معافی ہے۔ سورۃ محمدؐ میں پہلے یہ معلوم ہو چکا ہے کہ انبیاء علیہم السلام گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں ان کی طرف قرآن میں جہاں کہیں ذنب یا عصیان وغیرہ کے الفاظ منسوب کیے گئے وہ ان کے مقامِ عالی کی مناسبت سے ایسے کاموں کے لیے استعمال کیے گئے جو خلافِ اولیٰ تھے۔ مگر نبوت کے بلند مقام کے اعتبار سے غیر افضل پر عمل کرنا بھی ایسی لغزش ہے جس کو قرآن کریم نے بطورِ تہدید کے ذنب و گناہ سے تعبیر کیا ہے۔ (معارف القرآن ج ۸ ص۶۶)

۵۔ میرے کلاس فیلو مولانا عبدالغفور اسلام آبادی تحفۃ الاحیاء فی عصمۃ الانبیاءؑ۔ ایک مستقل تالیف۔ میں فرماتے ہیں۔

" عمداً صغائر سے عصمت اس بارے میں بھی علماء محققین اور اکثر اہل السنۃ والجماعۃ کا مذہب یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اس قسم کے گناہوں سے بھی معصوم ہیں جیسا کہ نظم الفرائد۔ شرح فقہ اکبر، مسامرہ، مسایرہ اور تحفۃ الاخلاء میں تصریح ہے۔"

۶۔ مولانا عبدالعلی مدراسی بحر العلوم ج ۲ ص۳۸۹ میں لکھتے ہیں۔

" حنفیہؒ نے غیر خسیس صغائر کا صدور بھی انبیاءؑ سے منع لکھا ہے۔ میں کہتا ہوں یہی حق ہے۔ کیونکہ صغیرہ کبیرہ ان کے حق میں برابر ہے۔ لہٰذا اس کا صدور ان سے صحیح نہیں۔ فافہم فھو الحق۔"

علامہ تفتازانی سے شرح مقاصد میں نقل مذہب میں سہو ہوا ہے کہ عمداً صغیرہ کے جواز کی نسبت کر دی۔ شرح عقائد میں سہو صغائر کو اتفاقی بنایا تو شارح نبراس نے گرفت فرمائی کہ بعض مشائخ سہوِ صغائر کے قائل نہیں تو اتفاق کا دعویٰ محلِ نظر ہے۔

(نبراس ص۵۳۴)

الغرض عصمتِ انبیاء کرامؑ میں اہلِ سنت متفق ہیں۔ البتہ کئی آیاتِ کریمہ اور تاریخ و سیرت کے بعض واقعات کے پیشِ نظر انبیاء کرام علیہم السلام کے سہو کے قائل

ہیں جس کے موجودہ دور کے شیعہ منکر ہیں۔ پھر اسے نفی عصمت کا الزام بنا کر اچھالتے ہیں۔ مگر شیعہ حضرات کے متقدمین اور اکابر علماء سہو انبیاء کے متفقہ قائل تھے۔ جوں جوں صحابہ کرامؓ سے بغض و عناد اور نصوص کا انکار بڑھتا گیا تو سہوِ انبیاء کا بھی انکار کر دیا۔

جبائی معتزلی کے شیعہ پر اس الزام — کہ شیعہ انبیاء سے سہو و نسیان کے قائل نہیں — کے جواب میں سید الطائفہ علامہ طوسی و طبرسی لکھتے ہیں۔

" یہ اعتراض بالکل غلط ہے۔ کیونکہ ہم (شیعہ) کہتے ہیں کہ انبیاء پہ سہو و نسیان منجانب اللہ تبلیغ احکام میں درست نہیں (یہی اہل سنت کا مذہب ہے) اس کے علاوہ امور میں ان کا بھولنا اور سہو کرنا جائز ہے تاوقتیکہ کمالِ عقل میں خلل لازم نہ آئے۔ اور کس طرح سہو و نسیان ان پہ جائز نہ ہو حالانکہ وہ سوتے ہیں۔ بیمار ہوتے ہیں۔ ان کو غشی بھی آجاتی ہے۔ نیند بھی ایک سہو ہے اور وہ بہت سے اپنے تصرفات اور زمانہ کی آپ بیتی بھی بھول جاتے ہیں۔ (تفسیر التبیان پ ع ۱۴) (مجمع البیان)

شیعہ کے ہاں عصمتِ انبیاءؑ مشکوک ہے

بظاہر شیعہ دعویٰ عصمتِ انبیاء بڑے طمطراق سے اچھالتے ہیں اور کئی ناواقف سنی مؤلفین ان کو اس مسئلہ میں متفق اور اقدم جانتے ہیں۔ مگر شیعہ نے انبیاءؑ کے کردار پر اظہار پہ وہ وہ الزامات لگائے ہیں کہ توبہ ہی بھلی۔ ان سے ان کی نبوت ہی ختم ہو جاتی ہے چند احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ اصول الکفر ثلاثۃ۔ الحرص	کفر کے ستون تین ہیں۔ حرص و لالچ، تکبر
والاستکبار والحسد۔ فاما الحرص	اور حسد۔ لالچ تو آدم علیہ السلام نے کیا
فان آدم علیہ السلام حین نھی عن	جب وہ درخت کھانے سے روکے گئے
شجرۃ حملہ الحرص علی ان اکل منھا	تو حرص نے ان کو کھانے پر آمادہ کیا،
واما الاستکبار فابلیس حیث امر	(حالانکہ اہلِ سنت کے نزدیک وہ بھول
بالسجود فابی (فرمان صادق از اصول کافی ج۲ ص۲۸۹)	کر کھا بیٹھے) تکبر تو ابلیس نے کیا کہ جب

اسے سجدہ کرنے کا حکم ہوا تو انکار کر دیا۔

جب حرص کو اصولِ کفر سے مانا اور حضرت آدمؑ میں مان کر ابلیس کے برابر ذکر کر دیا، کیا عصمت باقی رہی ؟۔

۲۔ دوسرے کفر حسد کا بھی حضرت آدمؑ پہ الزام ہے کہ انہوں نے ایک مرتبہ جنت میں ستارہ دیکھا۔ پانچ نور اس میں چمکتے تھے۔ حضرت آدمؑ کے سوال پر جب آپؑ کو بتایا گیا کہ یہ پنج تن کا نور ہے تو ان کو حسد پیدا ہو گیا۔ چنانچہ اسی پاداش میں ان کو جنت سے نکالا گیا۔ (حق الیقین)

۳۔ حضرت یوسفؑ علیہ السلام کا قصہ۔ چند معتبر سندوں کے ساتھ حضرت صادقؒ سے روایت ہے کہ جب حضرت یوسفؑ نے حضرت یعقوب علیہ السلام کے استقبال میں آکر ایک دوسرے سے ملاقات فرمائی۔ حضرت یعقوب تو (اتر کر) پیدل چلنے لگے اور یوسفؑ کو بادشاہی کا رعب اترنے سے مانع ہو گیا۔ ابھی معانقہ سے فارغ نہ ہوئے تھے کہ حضرت جبریل وحی لے کر آگئے اور رب الارباب کی جانب سے غصے کا خطاب کیا۔ کہ اے یوسفؑ! خدا فرماتا ہے میرے بندہ صدیق کے استقبال میں اترنے سے تجھے بادشاہی نے روک دیا۔ ہاتھ کھولو۔ جب آپؑ نے ہاتھ کھولا تو ہتھیلی سے یا بروایت انگلیوں سے ایک نور نکل گیا۔ حضرت یوسفؑ نے پوچھا اے جبریل! یہ نور کیا تھا ؟ اس نے کہا۔ یہ پیغمبری کا نور تھا۔ اب تیری نسل سے کوئی پیغمبر نہ ہو گا اس سزا میں جو تو نے حضرت یعقوبؑ کے ساتھ کیا کہ ان کے لیے پیدل نہ چلے (حیات القلوب ج ۱ ص ۲۷۱۔ ترجمہ مقبول ص ۴۹۱)

۴۔ ڈر کے مارے تبلیغ چھوڑ کر چلے جانے کا حضورؐ پہ الزام۔

رسولِ خدا از ترسِ قوم خود لبغار	خدا کے رسولؐ اپنی قوم سے ڈر کے مارے
رفت در وقتیکہ ایشاں رالبسوئے دعوت	غار میں چلے گئے۔ جب وہ ان کو دعوتِ توحید
میکرد وایشاں ارادہ قتل کردند۔	دیتے تھے۔ اور انہوں نے آپؐ کے قتل
(حیات القلوب وجلاء العیون ص ۲۵۹)	کا ارادہ کیا۔

حالانکہ یہ ہجرت اور غار میں جانا محض اللہ کے حکم سے تھا۔ ورنہ پہلے ۱۳ سال تک

کفار مار مار کر لہو لہان کرتے تھے آپؐ کیوں نہ ڈر کر بھاگے ؟

مولوی دلدار علی نے عماد الاسلام میں لکھا ہے کہ ولایتِ علیؓ کی تبلیغ بھی حضورؐ نے گول مول الفاظ میں اس وقت کی جب اللہ نے آیت بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اتاری۔ رسول اللہؐ نے بہت سی آیاتِ قرآنیہ ڈر کے مارے چھپا دیں۔ جن کا آج تک کسی کو علم نہیں ہوا۔ (معاذ اللہ)

۵۔ حضورؐ کی حسن نیت پہ بدترین الزام۔

وغرض حضرت فرستادن ایں لشکرِ اسامہ، آں بود کہ مدینہ از اہلِ فتنہ ومنافقاں خالی شود وکسے با حضرت امیرالمؤمنین منازعت نکند۔

(جلاء العیون ص۴۳)

لشکرِ اسامہ کے بھیجنے سے حضرت رسولؐ کی غرض یہ تھی کہ مدینہ اہلِ فتنہ اور منافقوں سے خالی ہو جائے۔ اور کوئی حضرت امیرؓ کے ساتھ دعویٰ خلافت میں جھگڑا نہ کرے۔

غور کیجیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو حضرت اسامہ بن زیدؓ کو غزوۂ موتہ میں ان کے والد ماجد حضرت زیدؓ کی شہادت کے دینی انتقام اور جذبہ جہاد سے امیرِ لشکر بنا کر باصرار و تاکید لوگوں کو جہاد کی ترغیب پر بھیجتے ہیں۔ مگر شیعہ حضرات اسے صرف اپنی ذاتی غرض اور چچا زاد بھائی کی خلافت کامیاب بنانے کے لیے ایک چال قرار دیتے ہیں مگر وہ بھی ناکام ہو جاتی ہے اور ابوبکرؓ خلیفہ ہو جاتے ہیں۔ استغفر اللہ۔

کیا اس سے بڑا حملہ بھی آپؐ پر ہو سکتا ہے ؟ یہ تو وہی بات ہوئی "بارش سے بھاگا پر نالے کے نیچے کھڑا ہو گیا۔"

راقم اپنے ذوقِ مطالعہ سے اس نتیجہ پر پہنچا ہے کہ چونکہ شیعہ حضرات نبوتِ محمدیؐ اور مشکوٰۃِ رسالت سے فیض و ہدایت اور نورِ ایمان پھیلنے کے بالکل قائل نہیں جن چار پانچ حضرات کو صحابی یا مومن مانتے ہیں وہ بھی محض حضرت علیؓ کی تبلیغ اور واسطے سے جیسے یہ حقیقت اپنی جگہ ثابت ہے۔ اس خفت کو مٹانے کے لیے مسئلہ عصمت کے ذریعے حضورؐ سے اپنا تعلق جتاتے ہیں۔ کبھی آغازِ پیدائش پر نبی ہونا مشہور کرتے ہیں۔ کبھی آپؐ کے آباؤ اجداد کے ایمان کا قصہ چھیڑتے ہیں۔ تاکہ عوام ان کو نبی کریمؐ کا احترام کرنیوالا

سمجھیں۔ مگر یہ درحقیقت کاغذ کے خوشنما پھول ہیں ؎

حقیقت چھپ نہیں سکتی بناوٹ کے اصولوں سے
کہ خوشبو آ نہیں سکتی کبھی کاغذ کے پھولوں سے

سنیؔ و شیعہ کی خلافت و امامت میں فرق

سوال ۳۳۔ آپ کے نزدیک خلافت و امامت خدائی منصب نہیں ہے۔ بلکہ امت کے اختیار میں ہے۔ اسی لیے عقیدۂ امامت آپ کے عقائدِ اسلام میں داخل نہیں ہے۔ جب خلافت کا آپ کے ہاں مذہبی مقام ہی نہیں ہے بلکہ یہ دین سے الگ امر ہے تو پھر اس اختلاف کے باعث شیعوں سے مذہبی مباحثے کیوں جاری رکھتے ہیں۔ سیاسی اختلاف سیاسیات تک محدود کیوں نہیں رکھتے ؟

جواب۔ سوال کی تقریر بالکل غلط کی ہے۔ تاہم اس تقریر پر ہم کہتے ہیں کہ امامت کو جزوِ عقیدہ بنانا اور توحید و رسالت کی طرح اسے منصوص بتانا جب جزوِ دین نہ ہوا تو بدعت ثابت ہوا اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ اس کا ازالہ علماءِ دین ہی کا فریضہ ہے۔ اصول کافی میں باب البدع والرأی والمقاییس ص۵۴ پر موجود ہے۔ اور اس میں یہ حدیثِ مصطفیٰؐ بھی موجود ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا ظھرت البدع فلیظھر العالم علمہ فمن لم یفعل فعلیہ لعنۃ اللہ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب بدعتیں ظاہر ہو جائیں تو عالم کو اپنا علم ظاہر کرنا چاہیے اور جو ایسا نہ کرے وہ اللہ کی رحمت سے دور ہو۔

اس سے زیادہ بدعت کا ظہور کیا ہو گا۔ کہ منصبِ رسالت کو ختم کرنے کے لیے عقیدہ امامت ایجاد کیا۔ آئمہ کو حلال و حرام کا مختار بنا دیا۔ انہوں نے شریعتِ مصطفویؐ منسوخ کر کے۔ نیا قرآن۔ نئی احادیث۔ نئی فقہ اور نئی امت "ملتِ جعفریہ" پیدا کر دی۔ وہ اپنی اس امت کے ذریعے نبی کریمؐ کی پاک بیویوں کو گالیاں دے رہے ہیں سب تلامذہ نبوت کو خارج از ایمان بتا رہے ہیں۔ نبی کی بیٹیوں کو کبھی نفی نسب کی

فحش گالیاں دے رہے ہیں۔ نماز روزہ وغیرہ شعائرِ اسلام کا نو٪ ۹۰ ان کے عوام مذاق اڑا رہے ہیں۔ مگر محرم کی بدعات اور اکل و شرب کی رسومات کو اصل دین سمجھ رہے ہیں۔ اب ان کی سر توڑ کوشش یہ ہے کہ قرآن و سنت نافذ نہ ہو، فقہ جعفری نافذ ہو۔ ہاتھ کے بجائے چور کی صرف انگلیاں کٹیں۔ متعہ شریف چالو ہو جائے تاکہ حدِ زنا کا قرآنی تصور دماغ سے بھی اڑ جائے۔ اس عالم میں۔ فرمانِ نبوی کے مطابق ہم اور ہر غیرت مند سنی مسلمان مباحثہ کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ کہیں شیعہ کی طرح ملعون نہ بن جائیں۔

سیاسی اختلاف کی بھی خوب کہی۔ اس پر آپ کو خود عمل کرنا چاہیے۔ جب آپ کے امامِ اوّل سیاسی حاکم نہ بن سکے۔ حضرت ابوبکرؓ فائز ہوئے تو آپ کو صدمہ تو اسی کا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ، عمرؓ و عثمانؓ نے علم و تقویٰ ــــ جسے آپ آج معیارِ امامت بناتے ہیں ــــ تو حضرت علیؓ سے نہیں چھین لیا تھا۔ خلفاءِ ثلاثہ نے اپنا سیاسی دور پورا کر لیا۔ حضرت علیؓ بھی دورِ سیاست پورا کر کے جنت چلے گئے۔ اب آپ اس خود ساختہ سیاسی جھگڑے کو ایک منصوص امامت کا رنگ دے کر ملتِ اسلامیہ سے کیوں برسرِ پیکار ہیں ؟۔ خلافت بلا فصل۔ اور علیؓ حکومت کے زیادہ حق دار تھے ــــ جیسے جھگڑوں کو ختم کیوں نہیں کرتے ؟ آپ بقائمی ہوش و حواس اس ترقی یافتہ دور میں اپنی حرکت اور اختلافی مشن پر کوئی سندِ جواز پیش کر سکتے ہیں۔ یا دنیا کو قائل کر سکتے ہیں ؟ میرے شیعہ بھائی صرف اسی نکتہ پر غور کریں تو ان کو ہدایت نصیب ہو جائے اور وہ ملتِ مسلمہ سے دوبارہ مل جائیں۔

امامت و خلافت کو ہم خدائی منصب بایں معنیٰ نہیں کہتے کہ نبی کی طرح امام کا ذکر اس امت کی الہامی خدائی کتاب میں ہونا چاہیے۔ کیونکہ یہ شرک فی الرسالت ہو جائے گا۔ اسی طرح تحریم و تحلیل۔ عصمت۔ فرضیتِ اطاعت جیسے حقوقِ نبوت بھی ہم ان میں نہیں مانتے۔ کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو جیسے امت کے رسول کا بار بار نام لے کر اللہ نے ذکر فرمایا۔ نبی کی طرح اس کے مقررہ اماموں اور خلیفوں کا بھی قرآن

نام بنام ذکر کرتا۔ تاکہ نہ اختلاف ہوتا نہ امت گمراہ ہوتی۔

اب امامت کو رسالت کے مساوی اور ہم پلہ نہ ماننے کی وجہ سے یہ کہاں سے لازم آیا کہ وہ دین سے الگ امر ہے یا عقائدِ اسلام میں شامل نہیں۔ بلا شبہ خلافت ہمارا جزوِ ایمان ہے۔ لیکن توحید[۱] و رسالت[۲] و قیامت[۳] کی طرح اصولی نہیں۔ اور معتدل شیعہ حضرات بھی امامت کو سہ اصولی مذکورہ عقائد کے بعد درجہ دیتے ہیں۔

(ملاحظہ ہو رسالہ توضیح المسائل کا دیباچہ)

ہمارے یہاں خلفاءِ راشدینؓ کی امامت اس لحاظ سے اصولی اور قطعی ہے۔ اور اس کا راُساً منکر کافر ہی ہوگا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے سورت نور۔ سورت نحل۔ سورت فتح سورت حج اور سورت توبہ وغیرہ میں بطورِ پیشینگوئی فرمایا ہے۔ نہج البلاغۃ میں حضرت علیؓ نے اس پر مہرِ شہادت ثبت فرمائی ہے۔ سورہ تحریم کی ابتدائی آیات کے شانِ نزول میں۔ طبرسی۔ قمی وغیرہ شیعہ مفسرین نے شیخین کی خلافت کی بشارت ذکر فرمائی ہے۔ غلبہ اسلام کے جتنے وعدے بھی اللہ نے فرمائے وہ تمام خلفاءِ راشدینؓ اور عہدِ صحابہ کرامؓ ہی میں پورے ہوئے۔ شیعہ حضرات بھی یہ ماننے پر مجبور ہیں کہ وہ سب پیشینگوئیاں خلفاءِ ثلاثہؓ ہی کے عہدِ حکومت میں پوری ہوئیں اور شیعی نقطۂ نظر سے ایک پیشینگوئی بھی حضرت علیؓ اور بقیہ آئمہ کے عہد میں پوری نہیں ہوئی۔ وہ خود اس کا اعتراف کبھی یوں کرتے ہیں کہ یہ سارے مواعید اور پیشینگوئیاں حضرت مہدی صاحب العصر کے ہاتھ پہ پوری ہوں گی۔ چنانچہ ان کی تفاسیر میں متعلقہ خلافت کی آیات کو ہر عالم دیکھ کر ہماری تصدیق پر مجبور ہوگا۔ بھلا جس امام کا وجود ہی مشکوک۔ مختلف فیہ اور ناقابلِ فہم ہو ہزاروں برس گزر رہے ہیں اور خمینی جیسے فضلاء لاکھوں مسلمانوں کو قتل کرانے کے بعد شاہی تختِ رضائی پہ براجمان ہیں۔ اللہ نے کوئی وعدہ بھی ابھی تک پورا نہیں کیا۔ نہ معلوم خدا کو کیا خوف ہے ؟۔ چونکہ ہم تحفہ اثنا عشریہ مدلل مفصل اور تحفۃ الاخیار میں مجمل اس اہم مسئلہ پہ بحث کر چکے ہیں۔ صرف ان اشارات پر اکتفا کر کے قارئین سے معذرت چاہتے ہیں۔

سوال ۳۴۔ اگر خلافت و امامت دینی مسئلہ ہے تو از روئے قرآن خدا کی سنت تبدیل نہیں ہوتی۔ لہٰذا آدم سے لے کر عیسٰی علیہ السلام تک کسی نبی رسول کا نام بتائیے جس کا خلیفہ بلافصل اس کا صحابی ہوا ہو اور نبی کے اہل بیت کو محروم کر دیا گیا ہو۔

جواب۔ اس کا جواب بھی مذکورہ دو رسالوں میں سوال ۲۳ کے تحت دے دیا گیا ہے۔ یہاں اتنا کہہ دینا کافی ہے۔ کہ انبیاء علیہم السلام کے خلفاء ان کے زائر، متعلم صحابی ہوتے تھے۔ پھر نبوت سے سرفراز ہو کر جانشین سمجھے جاتے تھے۔ خواہ وہ اولاد میں سے ہوں یا غیر ہوں۔ یہ کوئی ضروری نہ تھا کہ وہ چچازاد بھائی یا داماد ہو تب خلیفہ ہو۔ جیسے حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کہ حضرت موسیٰؑ کے خلیفہ اور جانشین بنے آپؑ کے خادم و صحابی تھے۔ بیٹے اور بھائی نہ تھے۔ نبی تھے اس لیے منصوص ہونا لازمی تھا۔ ان کے عہد میں عمالقہ سے زبردست جنگیں ہوئیں اور کامیاب ہو کر بنی اسرائیل نے اپنا آبائی وطن حاصل کیا۔ اگر کبھی خلیفہ غیر نبی ہوتا تو شوریٰ و انتخاب سے حاکم بنتا تھا تاریخ ابن خلدون ج ۲ ص ۱۶۸ پر ہے۔

کہ حضرت یوشع بن نون کی وفات کے بعد . . . . . بنی اسرائیل کا معاملہ شوریٰ پر چلتا تھا۔ وہ حکومت کے لیے عام لوگوں سے جس کو چاہتے منتخب کرتے۔ اور جنگ کے لیے اسی طرح آگے کرتے۔ معہٰذا ان کو معزول کرنے کا بھی اختیار تھا۔ اور کبھی ان کا حاکم پیغمبر بنتا جو وحی سے انتظام کرتا۔ وہ تین سو سال تک اسی طرح رہے (تا آنکہ حضرت سلیمانؑ کا زمانہ آگیا)

سوال ۳۵۔ اگر ایک کم ایک لاکھ چوبیس ہزار ہادیوں کا قائم مقام صحابی غیر اہل نہ ہوا تو پھر حضورؐ کے لیے خدا کی سنت میں تبدیلی کیوں آگئی اور اگر آئی تو کس آیت یا حدیثِ قدسی کے تحت۔ مکمل نشاندہی فرما دیجیے۔

جواب۔ اس کا بھی واضح ہو گیا کہ سنت اللہ میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ کسی پیغمبر کا خلیفہ اللہ نے نبی بنایا تو منصوص کر دیا خواہ اولاد میں سے تھا یا نہ۔ اور اگر غیر نبی

تھا تو نبی کی امت یا اصحابِ نبی کے دلوں میں اس کی عظمت ڈال دی۔ انہوں نے اس کے ہاتھ پر بیعت کر کے خلیفہ ظاہر کر دیا اور پھر نبی کا مشن فتوحات و تبلیغ برابر جاری رہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلفاء بھی یکے بعد دیگرے خلفاءِ بنی اسرائیل کی طرح نص یا انتخاب و بیعت سے بنتے رہے اور کارِ نبوت تبلیغ اور توسیعِ حکومت جاری رہا۔ ہاں شیعہ عقائد پر سنت اللہ بدل گئی۔ کہ نبی کا خلیفہ نااہل اشخاص بن گئے۔ خدا کے بنائے ہوئے امام تقیہ کے نہاں خانہ میں مستور ہو گئے۔ امت گمراہ ہو گئی مسائل و احکام بدل گئے۔ مثلاً مردوں کے تحت ناجائز عورتیں تھیں۔ ظلم سے فیصلے ہوئے۔ ارضِ خیبر کو تقسیم نہ کیا گیا۔ عطیات لوگوں کو دیئے گئے۔ دارِ جعفر کو منہدم کر کے مسجدِ نبوی میں شامل کیا گیا۔ مسح علی الخفین جائز کیا گیا۔ لوگوں کو قرآن کے حکم پر نہ چلایا گیا۔ فارس اور دیگر اقوام کی باندیاں مسلمانوں کے ماتحت رہیں۔ خلفاءِ علیؓ نے رسولِ خداؐ کے عہد کو توڑا۔ آپؐ کی سنت کو بدلا۔ عمداً خلاف ورزی کی مگر خلیفہ (علیؓ) نے اپنے لشکر اور معتقدین کے گھٹ جانے کے خوف سے کوئی اصلاحی قدم نہ اٹھایا۔ (روضہ کافی ص ۲۹)

کیا ایسے خلیفہ کی مثال کسی اور امت میں بھی مل سکتی ہے؟

اصولاً سائل کو چاہیے کہ وہ کسی پیغمبر کے غیر نبی خلیفہ کی خلافتِ منصوص نص قطعی (قرآن پاک) سے بتائے تاکہ اس کا دعویٰ ثابت ہو۔ مجرد ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کا لفظ لکھ کر رعب ڈالنا کہاں کی دانش مندی ہے۔ بالفرض اگر ایسا بطورِ اصولِ کلیہ ثابت ہو جاتا تو ہم جواب میں کہتے کہ چونکہ پہلے نبوت جاری تھی۔ محدود وقت اور محدود مقام کے لیے غیر نبی خلیفہ کو معین کر دیا جاتا تھا۔ تاکہ نزاع کا موقعہ ہی نہ رہے۔ مگر ہمارے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام چونکہ خاتم النبیین اور نذیر للعالمین تاقیامت ہیں۔ زمانہ اور مقام غیر محدود ہے۔ تاقیامت تمام خلفاء و حکام کا نام بنام ذکر آنا بھی غیر فطری تھا اور اس امت میں ہمہ گیر فتوحات اور وسعتِ ارضی کی بنا پر تعددِ خلفاء اور حکام کا ہونا بھی ممکن تھا۔ لہٰذا سنت اللہ یہ ہو گئی کہ پیغمبر کے بعد ایک جماعت تو علیٰ منہاج النبوۃ خلافت و حکمرانی کرے اور نبوت کی جاری کردہ اسکیمیں اور مقاصد پایۂ تکمیل تک پہنچیں۔

پھر جب مسلمان کرۂ ارضی کے ہر کونے میں پھیل جائیں اور کنٹرول ایک حکومت سے باہر ہو جائے تو شرعی قاعدے کے مطابق۔ علاقائی اور جغرافیائی حدود یا سیاسی نشیب و فراز کی بنا پر متعدد خلفاء و حکام بھی بن جائیں تو درست ہے۔ مگر سب کو شریعت جاری کرنا اور عدل قائم کرنا لازمی ہو گا۔ اب ۱۴۰۰ سال تک تاریخ اسلام نے سنت اللہ یہی دیکھی۔ اگر معترض اس کو سابقہ سنت اللہ سے مختلف سمجھتا ہے۔ تو اسے ختم نبوت اور اسلام کی ہمہ گیری کا نتیجہ سمجھے۔ اور اگر وہ مطمئن نہیں تو خود بتائے کہ خدا نے سنت اللہ کیوں بدلی۔ اور وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ارشادِ قرآنی کیوں معاذ اللہ غلط ہوا۔ منصوص آئمہ کیوں تقیہ میں رہ کر حکام کے ہاتھوں پر بیعت کرتے رہے اور آخری صاحب ۱۲۰۰ سال سے نامعلوم کب تک غار میں غائب رہیں گے۔ کیا خلیفہ کا غار میں چھپنا اور دین کی تبدیلی دیکھ کر تقیہ کرتے رہنے کی مثال بطورِ سنۃ اللہ بھی ایک لاکھ چوبیس ہزار میں سے کسی نبی کے خلیفہ کی مل سکتی ہے؟ فما ہو جوابکم فہو جوابنا۔

مسلمانوں کے نعروں کی حقیقت

سوال ۳۶۔ نعرۂ تکبیر اللہ اکبر، نعرۂ رسالت یا رسول اللہ، نعرۂ حیدری یا علی مدد صدیوں سے رائج ہیں۔ حال ہی میں آپ نے ایک نعرہ وضع کیا ہے۔ نعرۂ خلافت حق چار یار۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ خلافت پر چار حضرات ہی کا حق تھا۔ حالانکہ ملا علی قاری نے شرح فقہ اکبر میں یزید بن معاویہ کو بھی رسول کا چھٹا خلیفہ مانتے ہیں۔ خلافت کے باقی خلیفہ کیا ہوئے؟ کیا حضورؐ نے نہیں فرمایا تھا کہ میرے بارہ ۱۲ خلفاء ہوں گے۔ ان کے نام بتائیے۔

جواب۔ نعرۂ تکبیر اللہ اکبر تو درست نعرہ ہے۔ حدیث و سیرت کے بے شمار واقعات سے ثابت ہے۔ باقی دو نعرے بہت بعد کی ایجاد ہیں۔ سنی اصطلاح۔ عہد صحابہؓ، تابعین، تبع تابعین میں اور شیعہ کے عہدِ آئمہ میں ان کا کوئی ثبوت نہیں ملتا نہ شیعہ حضرات اپنی کتب اربعہ یا کسی مستند سیرت و تاریخ سے دکھا سکتے ہیں۔ بلکہ ان کا لٹریچر بھی صرف نعرۂ تکبیر کا ثبوت مہیا کرتا ہے۔ مثلاً قاضی نور اللہ شوستری نے

مجالس المؤمنین ج ۲ ص ۴۲۸ پر ایک فاتح کی تعریف میں اشعار لکھے ہیں۔

از تیغ او بجائے صلیب و کلیسا — در ملک ہند مسجد و محراب و منبر است
آنجا کہ بود نعرہ و فریاد مشرکاں — اکنوں خروش و نعرہ اللہ اکبر است

کہ ہند میں اس کی تلوار سے گرجے اور بت خانے بدل کر مسجد و محراب اور منبر بن گئے۔ جہاں مشرکوں کے (غیر اللہ کو پکارنے کے) نعرے تھے اب وہاں اللہ اکبر کے نعرے کی گونج ہے۔

معلوم ہوا کہ اس فاتح ہند نے امام باڑہ اور عزا خانہ نہیں بنایا نہ مشرکانہ نعرہ یا علی مدد کو رواج دیا۔ یہ بہت بعد کی شیعہ کی من گھڑت ایجاد ہے —— اور پھر یہ ایجاد کرنے والوں کے پیشِ نظر امت میں افتراق اور بگاڑ پیدا کرنا تھا۔ اور شیعہ ہی سے رفتہ رفتہ سنیوں میں یہ رواج چلا دیا۔ ورنہ نعرۂ تکبیر کا جواب جملہ خبریہ ہے۔ یعنی اللہ کی بڑائی بیان کرو۔ جواب ہے۔ اللہ اکبر۔ اللہ سب سے بڑے ہیں۔ بات معقول اور مکمل ہے۔ اب نعرۂ رسالت کا مطلب یہ ہو گا کہ حضرت رسولؐ کی رسالت کا اعتراف کرو۔ تو سائنٹفک مطابقی جواب یہ ہونا چاہیے۔ محمدؐ رسول اللہ۔ محمدؐ اللہ کے رسول ہیں۔ یہ معقول، مفید، مکمل اور ثواب بخش جملہ ہے۔ کوئی مسلمان اس سے اعراض نہیں کر سکتا۔ مگر اس کے جاہل موجد نے من گھڑت عقیدہ حاضر ناظر کو رواج دینے کے لیے جواب یا رسول اللہ تراشا۔ یعنی اے اللہ کے رسولؐ۔ اب یہ اصل کے مطابق نہ ہوا۔ پھر یہ جملہ ندائیہ انشائیہ ہے۔ جواب ندا نہیں ہے تو بات ادھوری اور سخت بے ادبی پر مشتمل ہو گئی۔ آپ کسی کو بلائیں کہ اے فلاں! وہ جب متوجہ ہو تو آپ خاموش ہو جائیں وہ آپ کی حماقت پر آپ کو تھپڑ لگائے گا کہ بے وقوف جب کہنا کچھ نہیں چاہتا تو بلاتا کیوں ہے؟

یہی حال نعرہ حیدری کا ہے۔ کہ یا علیؓ کہہ کر خاموش ہے تو ادھوری اور پُر حماقت بات ہے۔ اور اگر مدد وغیرہ کا لفظ بڑھا کر بات مکمل کرنا ہے تو اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ کی کھلی خلاف ورزی ہے۔ کیونکہ مسلمان صرف

اللہ ہی سے مدد مانگتا ہے۔

حق چار یار کا ثبوت

رہا نعرۂ خلافت تو وہ پورا یوں ہے۔ خلافت راشدہ حق چار یار اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کی آیات اور پیشینگوئیوں میں جو خلافت منصوص مذکور ہے، وہ علیٰ منہاج النبوۃ چاروں خلفاء پر پوری ہو گی کیونکہ ایک حدیث صحیح میں تیس۳۰ سال کا ذکر آیا ہے۔ اور وہ حضرت علیؓ پر ختم ہو جاتا ہے۔ تو اس لفظ سے جو اظہار حقیقت مقصود و مراد ہے وہ ادا ہو جاتی ہے۔ رہے بعد کے خلفاء تو چونکہ ان کی صفات آیت استخلاف وغیرہ میں نہیں پائی جاتیں اس لیے وہ اس طبقے سے کم درجہ میں ہوئے تو چار یار کہنا درست ہوا۔ کہ چاروں حضرات۔ سابقون اولون۔ مہاجرین اور ہر موقعہ پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خاص الخاص مددگار تھے۔ باقی لفظ حق آپ بطور لقب سمجھیں۔ بطور احتراز و خصوصیت نہ جانیں۔ جیسے حضرت جعفر صادق ہیں مگر باقی آئمہ کاذب تو نہیں۔ یا حضرت علیؓ مرتضیٰ ہیں۔ مگر باقی آئمہ خدا کے مبغوض تو نہیں۔ اسی طرح باقی خلفاء حق ہیں۔ مگر "چار یاران نبیؐ" سے کم رتبہ ہیں۔ اس لیے ان کا نعرہ لگا دیا جاتا ہے۔ کہ دل میں عظمت و محبت پیدا ہو اور ان کا کارنامہ خلافت شہرہ آفاق ہو۔

رہا یزید وغیرہ کا ذکر، اس پر مکمل بحث تحفۃ الاخیار و تحفہ امامیہ میں کر دی گئی ہے۔ یہاں یہ کہنا کافی ہے کہ جمہور علماء کے نزدیک بنا بر شہرت اعمالِ ذمیمہ یزید چھٹا خلیفہ نہیں ہے۔ اس کے بجائے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ ہیں جو دس سال حجاز کے خلیفہ و حاکم رہے۔ آج کل جو لوگ یزید کو خلیفہ کہتے ہیں۔ وہ اگر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی تنقیص و برائی کریں تو صریح گمراہی پر ہیں۔ اور اگر حضرت حسینؓ و اہل بیت کا کما حقہٗ احترام رکھتے ہوئے اس بنا پر خلیفہ کہیں کہ امت کے کئی افراد اور بعض صحابہ کرامؓ نے بیعت کر لی تھی اور وہ رطب و یابس تاریخ میں مذکور اعمال شنیعہ کی نفی بھی کرتے ہیں۔ اعتقاداً فاسق جان کر اسے خلیفہ نہیں بناتے تو وہ ان کا مخصوص مسلک ہے جس پر یہاں بحث کا موقعہ نہیں ہے۔ باقی

خلفاء کے نام یہ ہیں۔ عبدالملکؒ۔ ولیدؒ۔ سلیمانؒ۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ۔ یزید بن عبدالملکؒ، ہشامؒ (کذا فی تاریخ الخلفاء) حدیث نبوی کی پیشینگوئی کے مطابق یہ امت کے مقتدر امیر بنے (امارت سے محروم اور تقیہ کر کے زندگی نہیں گزاری) اور ان بارہ[12] پر امت کا اتفاق ہوتا رہا۔ ان کے زیر حکومت غلبہ اسلام اور قرآن و سنت کا نظام نافذ رہا۔ سنی و شیعہ اصول شرع کے مطابق عدل کا قیام سب سے بڑی عبادت ہے۔ گو چند خلفاء کا ذاتی کردار بے داغ نہیں۔ مگر مجموعی اسلامی خدمات کے پیش نظر وہ حدیث میں مذکور ۱۲ امراء خلفاء کا مصداق ہیں۔

ان بارہ میں سے پہلے چھ تو صحابی ہیں۔ ان کی عدالت اور حسن سیرت پر خدا کی لاتعداد شہادتیں کافی ہیں۔ بقیہ حضرات کے متعلق مختصراً اقوال یہ ہیں۔

۱۔ ابن سعد مؤرخ کہتے ہیں کہ "عبدالملک بن مروانؒ خلافت سے پہلے بھی عابد، زاہد اور صالح مدینہ میں مشہور تھا۔ اس کو فقہاء مدینہ میں گنا جاتا تھا۔" (تاریخ الخلفاء ص ۱۶۵)

۲۔ ابن ابی علیہ کہتے ہیں۔ "اللہ ولید بن عبدالملکؒ پر رحم فرمائے۔ ولید جیسا کون ہو گا۔ ہندوستان اور اندلس کو فتح کیا۔ دمشق کی جامع مسجد بنائی مجھے چاندی کے ٹکڑے دیتا تھا۔ میں اسے بیت المقدس کے فقراء پر خرچ کرتا تھا۔ (تاریخ الخلفاء ص ۱۷۱)

۳۔ سلیمان بن عبدالملکؒ ابو ایوب بنو امیہ کے بہترین بادشاہوں سے تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ اس کے وزیر تھے۔ علامہ ابن سیرینؒ فرماتے ہیں کہ سلیمان نے اپنی خلافت کا آغاز بروقت نماز پڑھنے کو زندہ کرنے سے کیا اور اختتام حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو خلیفہ بنانے سے کیا۔ گانے بجانے سے روکتا تھا (تاریخ الخلفاء ص ۱۷۳)

۴۔ خلیفہ عادل حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ تو تعارف سے مستغنی ہیں۔ شیعہ بھی ان کی عدالت کے مداح ہیں۔

۵۔ ہشام بن عبدالملکؒ بڑا محتاط عقلمند خلیفہ تھا۔ بیت المال میں تب داخل ہوتا کہ ہم قاسم گواہی دیتے کہ فلاں فلاں نے اپنا حق لے لیا۔ ہر حقدار کو حق دیتا تھا۔ خونریزی کو بہت ناپسند کرتا تھا۔ (تاریخ الخلفاء ص ۱۸۹)

۶۔ یزید بن عبد الملکؒ ابو خالد اموی نے حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کے بعد خلافت کا چارج لیتے ہوئے یہ اعلان کیا۔ "لوگو! عمر بن عبد العزیزؒ کی سیرت پر چلو"۔ یہ بڑا فیاض تھا (تاریخ الخلفاء ص۱۸۸)

سوال ۳۷۔ ہماری مائیں بہنیں کہتی ہیں کہ ہمارا اللہ، ہمارا رسول ہمارا مولیٰ علیؓ۔ لیکن کوئی بھی عورت یہ نہ کہے گی۔ میرے حق چار یار۔ کیونکہ وہ گالی سمجھے گی۔ اور شرم محسوس کرے گی۔ بتائیے کہ یہ نعرہ مردوں کے لیے ہے۔ یا عورتوں کے لیے بھی؟۔

جواب۔ واہ! شیعہ مؤلف بھی خوب ہے طنز و استہزاء میں نٹوں اور میراثیوں کو بھی مات کر گیا ہے۔ گویا بھنگ پینے والوں کے مجمع میں کرتب دکھا رہا ہے۔ یار کا معنیٰ لغت میں ناصر و مددگار ہے۔ کیونکہ یہ اصل میں فارسی لفظ یاور سے ہے۔ اس کا مصدر یاوری کردن (مدد کرنا) آتا ہے۔ اور یہ اسم فاعل کا صیغہ بنا۔ صحابہ کرامؓ کو انہی معنوں میں یارانِ رسولؐ کہا جاتا ہے۔ اور سب سے زیادہ قدیم الوفا اور مہربان مددگاروں کو چار یار کہا جاتا ہے اور ان کی نصرت و یاوری کے قصوں سے تاریخ بھری پڑی ہے۔ بہرحال اس کا پنجابی عورتوں کی طرف منسوب مفہوم لینا معترض کے خبث دماغ کی دلیل ہے۔ جیسے ٹٹی کا کالا مکڑا گندگی سے کھیلتا ہے۔ ان کا مضاف الیہ لفظاً یا ذھناً ہمیشہ رسولِ پاکؐ کی ذاتِ گرامی ہوتی ہے۔ اور جس کی نسبت آپؐ کی طرف ہو جائے اس کی خوش بختی کا کیا کہنا۔ شیعہ حضرات کو تو روزِ اول سے رسولؐ کے پیغام رسالت اور منصب ہادیت سے شدید دشمنی ہے۔ وہ کیسے آپؐ کی طرف اور آپ کے دوستوں یاروں کی طرف فحش طنزیں نہ کسیں۔ اب تو خود شیعہ چار یار کی اصطلاح (برائے حضرت علی مقداد، ابو ذر، سلمان رضی اللہ عنہم) استعمال کر رہے ہیں۔ ہمارے سائل نے چار یار کے نام پر رسالہ بھی لکھ دیا ہے۔ آپ کی مستورات خصوصاً دنیائے متعہ کی علمبردار "ہمارے چار یار" کہتے وقت کیا تصور کرتی اور دلاتی ہوں گی؟ ذرا فرمایئے، مولیٰ کے کیا معنیٰ ہیں۔ اگر مولیٰ کے معنیٰ۔ دوست۔ پیارے۔ یار اور محبوب کے ہی عرفاً لیے جاتے ہیں۔ تو

شیعہ عورتیں میرے مولیٰ علیؓ کہہ کر کیا جذبات ابھارتی ہوں گی۔؟ تو جیسے نعرہ آپ کا ہے اسی طرح ہمارا جانیں۔

چار یارانِ نبیؐ خلفاء راشدینؓ کا احادیث میں ذکرِ خیر۔ الریاض النضرہ فی مناقب العشرہ الباب الرابع فیما جاء مختصا بالاربعۃ الخلفاء۔ سے چند احادیث پیش کی جاتی ہیں۔ گو شیعہ ان کو نہ مانیں۔ مگر اہلِ سنت کے نعرہ حق چار یار کا تو ثبوت ہیں۔ حدیث ۶ مسند اہلِ بیت سے نقل کی گئی ہے۔

۱۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ نے انبیاءؑ و مرسلینؑ کے سوا سب جہانوں پر میرے صحابہؓ کو چن لیا۔ پھر میرے اصحاب میں سے چار کو چن لیا۔ جو ابو بکر۔ عمر۔ عثمان اور علی (رضی اللہ عنہم) ہیں۔ ان کو میرے سب اصحابؓ سے افضل اور بہتر بنایا اور یوں تو میرے ہر صحابی میں بہتری ہے۔ میری امت کو تمام امتوں سے افضل چنا اور میری امت میں سے ۴ طبقات (صحابہ، تابعین، تبع تابعین دورِ فقہاء) کو چن لیا۔ اسے بزار نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے۔

۲۔ حضرت علی بن ابی طالبؓ فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا۔

"اے علیؓ! مجھے اللہ نے حکم دیا ہے کہ میں ابوبکرؓ کو وزیر بناؤں اور عمرؓ کو مشیر بناؤں اور عثمانؓ کو سند بناؤں اور تجھے مددگار بناؤں۔ تم چاروں بزرگ ہو کر اللہ نے ام الکتاب میں تمہاری محبت کا عہد لیا ہے۔ تم سے صرف مومن محبت کرے گا اور تم سے صرف فاجر نفرت کرے گا۔ تم چاروں میری نبوت کے خلیفہ۔ ذمہ داری کی گرہ۔ میری امت پر حجت ہو۔ آپس میں قطع رحمی نہ کرنا۔ ایک دوسرے کی مخالفت اور نافرمانی نہ کرنا (اسے ابنِ اسحاق نے کتاب الموافقۃ میں ذکر کیا ہے۔)

۳۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ان چار یاروں کی محبت صرف مومن کے دل میں جمع ہو گی۔ ابو بکر، عمر، عثمان، علی رضی اللہ عنہم)

۴۔ حضرت ابنِ عباسؓ فرماتے ہیں۔ اولیاء اللہ چار یاروں سے محبت کریں گے۔ اور اللہ کے دشمن ان سے نفرت کریں گے۔

۵۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں۔ حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا۔ ابوبکرؓ میرے وزیر اور میری امت میں جانشین ہیں۔ عمرؓ میرے حبیب ہیں۔ میری زبان سے بولتے ہیں۔ عثمانؓ مجھ سے ہیں اور علیؓ میرے بھائی اور صاحبِ علم ہیں۔

۶۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں علم کا شہر ہوں۔ ابوبکرؓ اس کی بنیاد ہیں۔ عمرؓ اس کی دیواریں ہیں۔ عثمانؓ اس کی چھت ہیں اور علیؓ اس کا دروازہ ہیں۔ تم ابوبکرؓ عمرؓ عثمانؓ و علی رضی اللہ عنہم کے متعلق بجز کلمہ خیر کے کچھ مت بولو۔ (فصل الخطاب بحوالہ مسند اہل بیت ج ۲ ص ۲۷)

۷۔ حضرت حسن بن علیؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ابوبکرؓ میرے کان ہیں۔ عمرؓ میری آنکھیں ہیں اور عثمانؓ میرا ایک قسم کا دل ہے (شیعہ کتاب معانی الاخبار شیخ صدوق بحوالہ مسند اہل بیت ص ۲۹) نیز حضرت علیؓ مرفوعاً فرماتے ہیں کہ لوگو! تم پر حضرت ابوبکرؓ عمرؓ عثمانؓ و علیؓ کی محبت اسی طرح فرض ہے جیسے نماز زکوٰۃ، روزہ اور حج فرض ہے۔ جو ان میں سے کسی کے ساتھ نفرت رکھے اللہ اس کا کوئی روزہ، نماز، زکوٰۃ، حج قبول نہ کریں گے۔ اسے قبر سے اٹھا کر جہنم میں پہنچا دیں گے۔ (النور الابصار بحوالہ مسند اہل بیت ج ۲ ص ۳۷)

۸۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں۔ "حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا۔ اللہ ابوبکرؓ پر رحمت برسائے۔ مجھے بیٹی بیاہ دی۔ مجھے دار الہجرت تک پہنچایا۔ غار میں میرے ساتھی رہے اور بلالؓ کو آزاد کیا۔ اللہ عمرؓ پر رحمت برسائے۔ حق بات کہتے ہیں اگرچہ کڑوی ہو۔ وہ حق گوئی میں منفرد رہ جاتے ہیں کوئی ساتھ نہیں رہتا۔ اللہ عثمانؓ پر رحم کرے فرشتے بھی ان سے حیا کرتے ہیں۔ اللہ علیؓ پر رحم کرے۔ اے اللہ حق ان کے ساتھ کر دے جہاں کہیں وہ جائے۔ (ترمذی، خلعی ابن سمان۔

۹۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لوگو! اللہ

نے حضرت ابوبکر و عمر و عثمان و علی رضی اللہ عنہم کی محبت تم پر اسی طرح فرض کی ہے۔ جیسے نماز، زکوٰۃ، روزے اور حج فرض کیے ہیں۔ جو ان کی افضلیت اور شان کا انکار کرے اس کی نماز روزہ حج زکوٰۃ اللہ منظور نہیں کریں گے۔ (اخرجہ الملاء فی سیرتہ)

۱۰۔ حضرت انسؓ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں۔ کہ ہر نبی کا ایک ایک نظیر میری امت میں پایا جاتا ہے۔ ابوبکرؓ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نظیر ہیں۔ عمرؓ موسیٰ علیہ السلام کی نظیر ہیں۔ عثمانؓ حضرت ہارون علیہ السلام کی نظیر ہیں اور علی بن ابی طالبؓ میری نظیر ہیں۔

۱۱۔ حضرت ابنِ عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سب سے پہلے قبر سے میں نکلوں گا۔ پھر ابوبکرؓ، پھر عمرؓ، پھر عثمانؓ، پھر علیؓ (بھی آ پہنچیں گے) پھر میں بقیع والوں کے پاس آؤں گا۔ پھر اہلِ مکہ کا انتظار کروں گا۔ وہ اٹھ کر آئیں گے۔ پھر دیگر مخلوق اٹھے گی۔

۱۲۔ امام جعفر صادقؒ اپنے والد محمد باقرؒ سے اور وہ اپنے دادا جان حضرت علیؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تم کو نہ بتاؤں کہ عرش پہ کیا لکھا ہے؟ ہم نے کہا یا رسول اللہ فرمائیے۔ آپؐ نے فرمایا عرش پر یوں لکھا ہے۔

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ ابوبکر الصدیق، عمر الفاروق عثمان الشہید، علی الرضا (اخرجہ ابوسعد فی شرف النبوۃ)

فضائل کی روایتیں کچھ اتنی معیاری اور مستند نہیں ہوتیں۔ مگر علماء فضائلِ اعمال اور فضائلِ اشخاص میں ایسی روایات کو قبول کرتے ہیں۔ جو بالکل موضوع نہ ہوں بلکہ ضعیف ہوں۔ اور ۱۲ پیش کردہ روایات چار یاروں کی محبت پیدا کرنے کے لیے کافی ہیں۔

سوال ۳۸۔ احادیث میں ہے کہ حضرت علیؓ کے لیے تلوار جنت سے آئی۔

اور بی بی فاطمہؓ کے لیے فرشتے آکر چکی پیستے تھے۔ حسنؓ و حسینؓ کے لیے رضوان درزی بن کر آیا اور جوڑے دے گیا۔ آپ کوئی ایسی حدیث بیان فرمائیں کہ حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ وغیرہ کے لیے کبھی جنت سے ایک پیر کا موزہ ہی آیا ہو۔

جواب۔ سائل کی اس طفلانہ تعلّی اور سوال پر بے اختیار ہنسی آتی ہے۔ گویا بچوں کے درمیان تیر بنی اور کھلونے بٹنے کا مقابلہ ہو رہا ہے۔ اور ایک دوسرے سے بڑھ کر اپنی چیزوں کو عمدہ جتلا رہا ہے اور فخر کر رہا ہے۔ بھلا یہ احادیث کہاں کہاں ہیں۔ ان کا پایۂ ثقاہت کیا ہے۔ راوی کون کون ہیں۔؟ اس کا مؤلف کے فرشتوں کو بھی پتہ نہیں ہے۔ پھر ان کے ذریعے مقابلہ کیسا۔ جہاں تک ہمیں معلوم ہے حضرت علیؓ کی شاندار خون آشام تلوار وہی تھی جو ابوجہل کی تھی۔ مالِ غنیمت سے حضورؐ نے آپ کو عنایت فرمائی۔ اور وہ ذوالفقار کہلائی۔ تلوار ابوجہل سے ہاتھ لگے یا جنت سے آئے اس کا حضرت علیؓ کی فضیلت سے کیا تعلق؟ آپ کی فضیلت تو اس میں ہے کہ آپ کی تلوار سے کتنے کفار اور علی مشکلکشا رب السماء کہنے والے کتنے سبائی اشرار جہنم رسید ہوئے۔

حضرت فاطمہؓ چکی خود پیستی تھیں یا فرشتے؟ شیعہ کی مندرجہ ذیل روایت ملاحظہ فرمائیں۔

سلمانؓ نے حضرت فاطمہؓ سے کہا اے رسولِ خدا کی بیٹی تیرے ہاتھ چکی پیسنے سے زخمی ہو گئے اور ران پہ مرہم پٹی لگی ہوئی ہے۔ یہ آپ کی فضہ باندی حاضر ہے۔ اس سے یہ خدمت کیوں نہیں لیتی ہو اور خود کیوں تکلیف اٹھاتی ہو۔ حضرت فاطمہؓ نے جواب دیا۔ مجھے رسولِ خدا نے وصیت کی ہے کہ گھر کا کام ایک دن میں کروں۔ ایک دن فِضہ کرے۔ فِضہ کی باری کل تھی۔ (جلاء العیون ص۹۸ ط فارسی ایران)

وصیتِ نبوی کے مطابق حضرت فاطمہؓ کا کمال اسی میں تھا کہ با مشقت کام خود کریں نہ کہ فرشتوں سے کرائیں۔

جن قدوس صفت بزرگوں کو اللہ تعالیٰ دین و دنیا کی خلافت و سیادت کا

تاج پہنائے۔ جبریل امینؑ عرشِ معلیٰ سے۔ اَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى (اللہ نے کلمہ تقویٰ ان کے ساتھ چمٹا دیا) کی قبا پہنا کر جائیں۔ ساتوں آسمانوں کا رب رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ (اللہ ان سے راضی وہ اللہ سے راضی ان کے لیے خدا نے جنت بنائی) کی پگڑی ان کے سر پہ باندھے۔ خاتم المرسلین اپنا مصلیٰ اور مسند ان کے نیچے بچھا دے۔ تمام اہلِ بیتؓ اور جمیع صحابہ کرامؓ، مومنین دیدہ و دل ان کے سامنے فرشِ راہ کر دیں۔ فرشتۂ حق ان کی زبان سے بولے۔ ربِ قرآن ان کی مدح و تائید میں بیسیوں آیات لوحِ محفوظ سے اتارے۔ ان کی عظمت و محبت تمام مومن جنوں اور انسانوں اور فرشتوں میں سکہ بند کر دے۔ ان کے لیے کیا ضرورت باقی رہ گئی کہ پیر کے موزے جنت سے آئیں؟ ان کو الاتقیٰ کا لباس۔ وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ذٰلِكَ خَيْرٌ (اور تقویٰ کا لباس ہی سب سے بہتر ہے) کافی ہے۔ قَانِتٌ اٰنَاۗءَ الَّيْلِ سَاجِدًا وَّقَاۗىِٕمًا (وہ رات کے اوقات میں سجدہ اور قیام میں رہتے ہیں) کی ردا کافی ہے۔ اَشِدَّاۗءُ عَلَى الْكُفَّارِ کا دُرّہ سب دنیا کا بند و بست کر سکتا ہے يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرِضْوَانًا (وہ صرف اپنے رب کا فضل اور رضا چاہتے ہیں) کے خدائی جوڑے اور پاپوش ان کو جنتی دولہے بنا چکے ہیں۔

سوال ۳۹۔ ۴۰۔ حضرت خاتونِ جنت سیدۃ النساء فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے ایمان کے بارے میں کیا خیال ہے۔ اگر وہ مومنہ ہیں تو ان کی اتباع کرنا جائز ہے یا نہیں؟ جبکہ ہر صحابی عادل ہے۔ کسی ایک کی پیروی باعثِ نجات ہے۔

حضرت فاطمہؓ و علیؓ شیعہ روایات کی روشنی میں

جواب۔ بحمد اللہ ہمارا اور ہمارے تمام اکابر کا ایمان ہے کہ حضرت عفیفہ طاہرہ فاطمہ بتول بضعۃ رسولؐ مومنہ کاملہ عابدہ۔ زاہدہ۔ طلب دنیا سے متنفر اور اپنے نانوں بزرگوں اور دیگر مسلمانوں کے بغض و حسد سے پاک تھیں۔ ان پر طلبِ دنیا کے لیے عدالت میں پیش ہونا۔ گھر گھر میں جا کر اپنی امداد کے لیے بھیک مانگنا۔ وغیرہ زر پرست منافقوں کے جھوٹے الزامات ہیں۔ آپ کی اتباع ہمارے

لیے سرمایۂ افتخار ہے۔ بلاشبہ وہ صحابیہ عادلہ تھیں اور کسی "ایک صحابی کی پیروی پر نجات" اور صحابہؓ کی عدالت کا عقیدہ آج آپ بھی مطلب نکالنے کے لیے تسلیم کر چکے ہیں۔ وللہ الحمد۔

ہاں شیعہ لوگوں کی ایسی روایات ضرور ہیں جن سے موصوفہ کے ایمان پر زبردست حملہ ہوتا ہے۔ کیونکہ ان کے اعتقاد میں حضرت علیؓ کو پسند کرنا اور محبت کرنا اصل الایمان ہے۔ جب زوجہ ہونے کی حیثیت سے نہ آپ کو پسند کریں نہ ان سے مطمئن ہوں جس کا دوسرا مفہوم خاوند کی ناشکری ناقدری ہے۔ اور اس پر شریعت میں سخت وعید موجود ہے۔ تو ایمان سالم کیسے رہا؟ ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ معتبر سند سے کلینی نے روایت کی ہے کہ ایک دن حضرت رسول خدا حضرت فاطمہؓ کے پاس آئے۔ آپ رو رہی تھیں۔ آپؐ نے فرمایا روتی کیوں ہو؟ اگر میرے خاندان میں اس سے بہتر کوئی آدمی ہوتا تو میں تیری شادی اس سے کر دیتا۔
(جلاء العیون صـ۱۳۰)

۲۔ حضرت فاطمہؓ نے کہا اے ابا جان! قریش کی عورتیں مجھے ملامت کرتی ہیں اور کہتی ہیں باپؐ نے تجھے ایسے آدمی سے بیاہ دیا ہے جو پریشان حال اور نادار (غریب) ہے۔ حضورؐ نے فرمایا۔ اے فاطمہؓ! امن رو۔ میں نے تیری شادی اس سے نہیں کی بلکہ خدا نے کی ہے۔ (جلاء العیون)

۳۔ حضرت علیؓ کا حلیہ فاطمہؓ کی زبانی۔ جلاء العیون اردو ج ا صـ۱۸۰ طبع لاہور میں ہے کہ پس جب ارادہ تزویج فاطمہؓ ہمراہ علیؓ ہوا جناب فاطمہؓ سے پنہاں حضرتؐ نے بیان کیا جناب فاطمہؓ نے کہا۔ میرا آپ کو اختیار ہے۔ لیکن زنانِ قریش کہتی ہیں کہ علیؓ بزرگ شکم اور بلند دست ہے اور بندہائے استخواں گندہ ہیں (ہڈیوں کے جوڑ ناموزوں ہیں) اگلے سر کے بال نہیں ہیں۔ آنکھیں بڑی ہیں اور ہمیشہ خندہ دہاں اور مفلس ہیں۔

ان روایات پر تبصرہ یا حضرت فاطمہؓ کے دکھی جذبات کی ترجمانی ہم سوء ادب

سمجھتے ہیں۔ شیعہ حضرات کو خود انصاف کرنا چاہیے کہ آیا وہ اتباع فاطمہؓ میں ایسا کہنے کرنے کو تیار ہیں؟ اگر نہیں۔ اور ایمان کی نفی کا اندیشہ ہے۔ تو حضرت فاطمہؓ کے ایمان کا کیا ہوگا۔ آپ کا اصول کدھر گیا؟ اگر آپ ان سے اعراض کر کے میاں بیوی کو شیر و شکر دیکھنا چاہتے ہیں تو حضرت ابوبکرؓ و فاطمہؓ نانا، نواسی میں یہ اصول کیوں نہیں اپناتے؟

سوال ۱۴۱-۱۴۲۔ اگر نہیں ہے تو پھر بتائیے حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کیوں فرمایا جس نے فاطمہؓ کو ناراض کیا۔ اس نے مجھے ناراض کیا (بخاری) اگر اتباع جائز ہے تو صحیح بخاری میں موجود ہے کہ سیدہ طاہرہ حضرات شیخین پر ناراض ہوئیں اور ان کے لیے جنازے میں شریک نہ کرنے کی وصیت فرمائی (رد یائے صادقہ اشعۃ اللمعات)

جواب۔ حضرت فاطمہؓ کی اتباع ہر مسلمان کرتا ہے۔ لیکن شیعہ کے لیے صرف یہی ناراضی اور شکر رنجی والی بات قابل اتباع رہ گئی؟ حضرت فاطمہؓ کی سیرت طیبہ کو شیعہ مرد و عورتیں کتنا اپناتے ہیں۔ ذرا اپنے گریبان اور فسق و فحشاء سے لبریز معاشرہ پر نگاہ ڈالیں۔ ہم عرض کریں گے تو شکایت ہوگی۔ معلوم ہوا کہ آپ کو اتباع فاطمہؓ نہیں بغض صدیقؓ حضرت رسولؐ و جدِ فاطمہؓ مطلوب ہے۔ حبِ علیؓ نہیں۔ بغض معاویہؓ مذہب و مقصد ہے۔ میت پر نوحہ نہ کرنے۔ ماتمی مجالس قائم نہ کرنے۔ سر و سینہ نہ پیٹنے۔ سیاہ پوشی اور گریبان چاک نہ کرنے کی وصیت اور حضرت فاطمہؓ کا عمل۔ جلاء العیون صـ۶۴-۷۵۔ حیات القلوب ج ۲ صـ۶۸۷ وغیرہ میں موجود ہے۔ اتباع فاطمہؓ کی آڑ میں اکابر و اصاغر مسلمانوں میں منافرت اور جلبِ زر کا پیشہ اختیار کرنے والے شیعہ علماء و مجتہدین اور عزادار حضرت فاطمہؓ کی اتباع میں یہ سب گورکھ دھندا کیا چھوڑ سکتے ہیں؟ اگر نہیں تو اتباع فاطمہؓ کا دعویٰ سفید جھوٹ اور بغض صدیقؓ و فاروقؓ کا آئینہ دار ہے۔

اتباع اکابر میں ایک نکتہ۔ یہاں اس نکتہ پر غور ضروری ہے جس کا لحاظ نہ

کر کے بد باطن گمراہ ہوتے رہتے ہیں۔ کہ اعمالِ صالحہ اور اصولِ شرعیہ میں بزرگوں کی اتباع ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مہاجرین و انصارؓ کی اتباع میں بھی احسان کا ذکر فرمایا ہے۔ مگر یہ ضروری نہیں کہ اس مقتدا کا مزاج اپنا کر دوستی و دشمنی کا میدان تیار کر لیا جائے۔ کیونکہ اسے ہر شخص کے شخصی جذبات واقعات ناسی اور تقلید کا داعیہ نہیں رکھتے۔ پھر اس سلسلے میں اگر ان کی کسی کے ساتھ دائمی دوستی رہی ہے تو اس میں تو اتباع کی گنجائش ہے کہ مثبت پہلو ہے۔ مگر نفرت و ناراضی کی صورت میں گو وہ دائمی ہی کیوں نہ ہو اتباع ضروری نہیں ہے۔ اگر ہمارے پڑدادا اپنی اولاد (ہمارے دادوں) پر ناراض ہوں تو کیا ہم بھی دادوں سے نفرت رکھیں گے؟ دادا جان ہمارے باپ اور چچا پر ناراض ہوں تو ہم بھی ان کو اپنا دشمن سمجھ کر قطع رحمی اور عقوق والدین کرتے رہیں گے؟ فریقین کے ایسے واقعات میں خود ان کو قرآنی حکم ہے فَاعۡفُوۡا وَاصۡفَحُوۡا (عفو و درگزر پر عمل کریں) جذبات میں شدت کے باوجود تین دن سے زیادہ بات چیت بند نہ کریں۔ بالفرض اگر وہ آپس میں صلح صفائی نہ کریں تو دیگر مسلمان انہیں سر توڑ کوشش کر کے صلح کرائیں۔

اِنَّمَا الۡمُؤۡمِنُوۡنَ اِخۡوَۃٌ فَاَصۡلِحُوۡا بَیۡنَ اَخَوَیۡکُمۡ وَاتَّقُوا اللّٰہَ لَعَلَّکُمۡ تُرۡحَمُوۡنَ (حجرات ۱۶)	ایمان والے بھائی بھائی ہیں۔ تو اپنے بھائیوں میں (جھگڑے کی صورت میں) صلح کرا لیا کرو۔ اور اللہ سے ڈرتے

رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

قرآن و سنت کی اسی تعلیم و تلقین پر عمل کرنے سے اصلاحِ معاشرہ اور آپس کی نفرت و عداوت دور ہو گی اور اس کا ازالہ فرض شرعی ہے۔ اب اگر کچھ لوگ صلح صفائی کے بجائے لگائی بجھائی کر کے مزید لڑائیں۔ لہذا ذوات صلح صفائی کی ہر روایت رد کر کے بغض و عناد پر نہ وردیں۔ اور پھر فریقین کے سفلی متبعین آپس میں بغض و عناد کو پالنے والی روایات پر ایمان رکھ کر دست و گریبان ہوں تو کیا اسلامی اخلاق و تعلیم کا خون نہ ہو گا؟ اور پھر غیر مسلم کیا تاثر لیں گے۔ کہ سیدہ فاطمہؓ

بتول اپنے نانا صدیقؓ و فاروقؓ سے۔ جو تمام عمر آپ کے والد کے مصاحبِ خاص مددگار اور چہیتے وزیر و مشیر رہے ہیں اور اب خلیفۃ الرسولؐ ہیں۔ محض اس لیے کبیدہ خاطر اور ناراض ہو جاتی ہیں کہ انہوں نے فدک کی جائیداد حسبِ خواہش آپ کو نہ دی۔ بلکہ فقراء کا مال قرار دے کر بیت المال کی ملکیت بنائی اور اس پر فرمانِ رسولؐ پیش کیا۔ ۵۰۰ ہزار روپے کی فیسیں حلال کرنے کو غلط شعار علماء مجتہدین قضیہ فدک اور خود ساختہ خفگی کی روایات کو اچھالتے اور جاہل عوام سے واہ واہ تو کرا لیتے ہیں مگر یہ کبھی نہیں سوچتے کہ اس سے تو اسلامی اخلاق و کردار کا خون ہو گیا۔ حضرت فاطمہؓ کا زہد اور بتول پن جاتا رہا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بے لوث اور بے اجرت مخلصانہ تبلیغ اقربا پروری کے اتہام سے داغدار ہو گئی کہ اس زاہد ترین اور مردم شناس پیغمبرؐ نے اپنی بیٹی کی ۵، ۷ دن یا چھ ماہ زندگی کے لیے ایک وسیع و عریض جائداد کی (بقول شیعہ) وصیت اس مالِ فے سے کر دی جو بنصِ قرآنی (در حشر ع ۱) آٹھ قسم کے لوگوں کا حق تھا۔ حالانکہ اس کا خاوند شیرِ خدا اور کاسب تھا۔ مگر اپنی ۹ بیوگان کے لیے کچھ نہ کیا۔ جن کی نہ صُلبی اولاد تھی۔ نہ کوئی ذریعہ معاش۔ اے کاش تسخیرِ قمر اور انتہائی ترقی یافتہ دور میں شیعہ کے زبردست لیڈر و مجتہدین۔ اسلام۔ نبی۔ خاندانِ نبی کے لیے ننگ و عار ایسی روایت سازی اور تفرقہ بازی سے توبہ کرتے اور کسی کارِ خیر میں اپنی صلاحیتیں وقف کرتے۔

ہم کہتے ہیں کہ بخاری کے حوالے سے۔ حضرت فاطمہؓ پر یہ الزام۔ کہ شیخینؓ کو جنازے پر نہ آنے کی وصیت کی صریح جھوٹ ہے۔ جو شیعہ کا مایہ ناز اصول ہے۔ وہاں صرف یہ لفظ ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ کو حضرت علیؓ نے اطلاع نہ دی۔ تو کیا وفات کی صورت میں خاوند گھر گھر جا کر ہر شخص کو اطلاع دیا کرتا ہے؟۔ نہیں ایسی خبر از خود گھر گھر پھیل جاتی ہے۔ خصوصاً جب کہ حضرت صدیق اکبرؓ کی اہلیہ ماجدہ حضرت اسماء بنتِ عمیسؓ جو حضرت فاطمہؓ کی تمام بیماری میں تیماردار اور خادمہ و غاسلہ تھیں ان سے آپؓ کو اطلاع یقینی ہوئی ہو گی اور آپ صحابہؓ کی ایک جماعت کو ساتھ لے کر جنازے

پر پہنچے۔ اب حدیثِ اہلِ بیت ملاحظہ ہو۔

حضرت جعفر صادقؒ اپنے باپ دادے سے روایت کرتے ہیں کہ "حضرت فاطمہؓ کی وفات مغرب وعشاء کے درمیان ہوئی تو جنازے پر حضرت ابوبکر، عمر، زبیر اور عبدالرحمٰن بن عوف (رضی اللہ عنہم) حاضر ہو گئے۔ جب جنازہ سامنے رکھا گیا تو حضرت علیؓ نے فرمایا اے ابوبکر آگے بڑھیے۔ آپؓ نے فرمایا اے ابوالحسن کیا آپ کی موجودگی میں؟ فرمایا ہاں - آگے بڑھیں۔ اللہ کی قسم! آپ کے سوا کوئی جنازہ نہیں پڑھائے گا تو ابوبکر صدیقؓ نے آپؓ پر نماز پڑھائی - اور رات کے وقت آپؓ کو دفن کیا گیا۔

(الریاض النضرۃ ج ا ص ۱۵۶ وکنز العمال بر مسند احمد ج ۷ ص ۲۵۵ بحوالہ صدیق اکبر ص ۳۳۴)

گو یہ روایت صحیحین کے معارض ہے۔ کہ وہاں حضرت علیؓ کے نماز پڑھانے کا ذکر ہے۔ مگر دو وجہ سے قابلِ ترجیح ہے۔ ایک تو اس کا سلسلہ سند اہلِ بیتؓ سے ہے۔ اور زین العابدینؒ راوی ہیں۔ وہ اپنے بزرگوں کا واقعہ بہ نسبت دوسروں کے اچھا جانتے ہوں گے۔ دوم۔ اس سے حضرت فاطمہؓ و ابوبکرؓ میں حسنِ تعلق ظاہر ہوتا ہے۔ جو شریعت کا عین مطلوب ہے۔ عرف ورواج کا بھی یہی تقاضہ ہے۔ کہ آپؓ کو سفید ریش - خلیفۃ الرسول۔ اور دونوں کے بزرگ ہونے کی حیثیت سے مصلی پہ دعوت دی جائے۔

طبقات ابنِ سعد میں بھی اس کی مؤید روایات موجود ہیں۔

۱۔ باخبار محمد بن عمر بتحدیث قیس بن ربیع از مجاہد از شعبی۔ فاطمہؓ پر ابوبکرؓ نے نماز پڑھی (پڑھائی) تھی۔

باخبار سبابۃ بن سوار بتحدیث عبدالاعلیٰ بن ابی المساور از حماد از ابراہیم۔ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت فاطمہؓ کے جنازے کی نماز پڑھائی اور چار تکبیریں کہیں۔ (طبقات ج ۸ ص ۱۹ صالحات وصحابیات)

طبقات کی روایات میں یہ بھی ہے۔ کہ حضرت علیؓ نے آپؓ کو رات میں دفن کیا اور رات کی تدفین میں سب کا اتفاق ہے۔

حضرت علیؓ و عباسؓ کے نماز پڑھانے کا ذکر بعض روایات میں ہے۔ بہر حال

روایات مختلف ہیں۔ جس بزرگ نے بھی پڑھائی ہو ہر ایک فاطمہؓ کا وارث اور اہل تھا مگر یہ کہنا سفید جھوٹ ہے کہ ابوبکرؓ و عمرؓ جنازے میں شریک نہ تھے۔ اشعۃ اللمعات ہو یا دیگر کوئی کتاب یہ کہے سب غلط ہے۔ یا شریک نہ کرنے کی آپؓ نے وصیت کی تھی۔ یا رات کو تدفین اس لیے کی کہ شیخین شریک نہ ہوں۔ محض بناوٹی خیال ہیں۔ بلکہ رات کی تدفین اس لیے ہوئی کہ مغرب کو آپؓ کی وفات ہوئی۔ پردہ کے اہتمام کے لیے اور مسئلہ شرعی پر عمل کرتے ہوئے آپ کو نصف شب کے وقت جنت البقیع میں سینکڑوں سوگواروں کی موجودگی میں سپردِ خاک کیا گیا (رضی اللہ تعالیٰ عنہا وعن آبارھا)

بحث فدک کے ۵۰ صفحات میں اس مسئلہ کی پوری تفصیل تحفہ امامیہ میں کر دی گئی ہے۔

سوال ۱۳۴۔ اگر حضرات شیخین پر سیدہ کی ناراضگی مانع ایمان واسلام نہیں ہے تو پھر عام امت پر ان کی محبت کیوں ضروری ہے؟ کیونکہ خدا کی بارگاہ میں امت کہہ سکے گی تیرے رسول کی خاتون جنت بیٹی کی پیروی اور محبت میں ان کے مخالفین سے بیزاری اختیار کی۔

ناراضگی فاطمہؓ کا قصہ

جواب۔ سب سے پہلے آپ جلاء العیون جو تحفۃ المؤلفین خاتم المحدثین ملا باقر علی مجلسی کی تالیفِ رشید ہے۔ کا مطالعہ فرمائیں۔ ناراضی کی تین روایات تو گزر چکی ہیں۔ چند یہاں ملاحظہ فرمائیں۔

۴۔ کشف الغمہ میں حضرت امام محمد باقرؒ سے روایت ہے کہ ایک دن حضرت فاطمہؓ نے حضورؐ کے دربار میں آکر شکایت کی کہ امیر المؤمنین جو کچھ کماتے ہیں فقراء اور مساکین میں بانٹ دیتے ہیں (ہمارے حقوق مالی ادا نہیں کرتے) آپؐ نے فرمایا۔ اے فاطمہؓ! آپ چاہتی ہیں کہ مجھے میرے چچا زاد برادر کے متعلق غصہ دلائیں کیونکہ اس کا غصہ میرا غصہ ہے اور میرا غصہ خدا کا غصہ ہے۔ فاطمہؓ نے فرمایا۔ میں خدا اور رسولؐ کے غصہ سے پناہ چاہتی ہوں۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت فاطمہؓ نے علیؓ سے ناخوش و ناراض ہو کر شکایت

کی۔ حضورؐ اس شکایت پر فاطمہؓ سے ناراض ہوئے۔ اگر حضرت علیؓ کو پتہ چلتا تو وہ فاطمہؓ پر ناراض ہوتے۔ تینوں معصوم ایک دوسرے پر ناراض ہو رہے ہیں۔ کیا چند منٹ کے لیے حضرت فاطمہؓ کے پناہ چاہنے تک۔ کسی کے ایمان پر حرف آیا یا نہیں؟ آپ کا اصول کیا ہوا۔ حضرت فاطمہؓ و علیؓ کی ایک دوسرے پر ناراضگی کے وقوع اور امکان پر ان کے ایمان کا کیا بنا؟

۵۔ علل الشرائع اور بشائر المصطفیٰ میں بہت سی معتبر سندوں کے ساتھ حضرت ابوذرؓ و ابن عباسؓ سے روایت کی گئی ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ "حبشہ سے حضرت جعفر طیارؓ نے ایک باندی حضرت علیؓ کی خدمت میں بھیجی۔ حضرت فاطمہؓ نے اس کا سر حضرت علیؓ کی گود میں دیکھا تو غیرت کے مارے حالت غیر ہو گئی۔ آپ سے اجازت لے کر میکے چلی گئیں۔ حضور علیہ السلام سے شکایت کی۔ آپؐ نے فرمایا۔ تو میرے پیارے یار اور دوست کی شکایت لے کر آئی ہے (تجھے ایسا نہ کرنا چاہیے تھا) کیا اس ناراضی سے حضرت علیؓ کے ایمان پر حرف آیا یا نہ؟ اگر آپ کہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رفع دفع کر دیا تو ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ مزاجِ رسولؐ یہ تھا کہ نہ کسی پر ناراض ہوں نہ کسی کی شکایت و ناراضی سنیں بلکہ حسبِ موقعہ صلح کرا دیں۔ بالفرض حضرت ابوبکرؓ و فاطمہؓ کا معاملہ حضورؐ کے پاس زندگی میں جاتا تو آپؐ کا یہی ردعمل نہ ہوتا۔ کرنا نا تو اسی میں صلح کرا دیتے۔ سنتِ فاطمہؓ سے سنتِ رسولؐ اہم اور اتباعِ فاطمہؓ سے اتباعِ رسولؐ زیادہ ضروری ہے۔ آپ اتباعِ رسولؐ میں صلح صفائی کی بات کیجیے اور مانیے۔

۶۔ ابنِ بابویہ نے معتبر سند کے ساتھ حضرت صادقؒ سے یہ لمبی روایت کی ہے۔ کہ کسی نے قسمیں کھا کر حضرت فاطمہؓ کو بتایا کہ ابوجہل کی بیٹی سے حضرت امیر شادی کرنے والے ہیں۔ آپ ناراض ہو گئیں۔ سب بچوں کو ساتھ لے کر میکے آ گئیں رات کو نیند نہ آئی۔ حضورؐ نے وجہ پوچھی۔ صورتِ حال کا جب علم ہوا تو آپؐ نے فوراً شادی کے گواہ (ابوبکرؓ و عمرؓ اور طلحہؓ) کو بلایا۔ پھر ان کے سامنے حضرت علیؓ سے فرمایا

یا علیؓ مگر نمیدانی کہ فاطمہؓ پارۂ تن منست و من از اویم۔ پس ہر کہ او را آزار کند مرا آزار کردہ است۔

اے علیؓ! شاید تو نہیں جانتا کہ فاطمہؓ میرے بدن کا ٹکڑا ہے اور میں اس سے ہوں جس نے اس کو ستایا اس نے مجھے ستایا ہے۔

پھر حضرت علیؓ نے معذرت کی کہ کسی نے ان کو غلط خبر دی ہے۔ میں نے ایسی کوئی بات نہیں کی۔ (جلاء العیون ملخص ص ۱۵۱)

یہاں سے معلوم ہوا کہ تینوں معصوم عالم الغیب نہ تھے۔ مَنْ اَغْضَبَہَا کا شانِ نزول ہی حضرت علیؓ کا قصہ ہے۔ اگر اتنی عظیم ناراضی سے جو کئی گھنٹوں تک رہی۔ حضرت علیؓ کا ایمان رخصت نہ ہوا۔ تو حضرت ابوبکر صدیقؓ کو بھی چند دن حضرت فاطمہؓ کے خفا رہنے سے کچھ نقصان نہیں ہوا۔ ایمان تو معرفتِ قلبی اور ۵۰ سیکنڈ میں آنے جانے والی چیز ہے۔ آخر شیعہ کا اصول حضرت ابوبکر صدیقؓ کو کیوں خطاوار ٹھہراتا ہے۔ کسی اور پر کیوں لاگو نہیں ہوتا؟

حضرت فاطمہؓ حضرت ابوبکرؓ سے خوش ہو گئیں

بات بالکل واضح ہے۔ جیسے ہم سابق نکتہ میں عرض کر چکے ہیں کہ طبعاً کسی بات پر وقتی طور پر کسی سے خفا ہو جانا نہ حبطِ ایمان کا باعث ہے۔ خصوصاً جبکہ اتفاقاً بغیر مقصد و ارادہ کے ہو۔ نہ یہ کسی کے ساتھ بغض کی تعلیم دیتا ہے۔ ایسے مواقع پر بزرگ صلح ہی کرا دیتے ہیں۔

بخاری کی روایت تا وفات حضرت فاطمہؓ کی ناراضی کا ذکر کرتی ہے۔ مگر وہ نہ حضرت فاطمہؓ کا قول ہے۔ نہ حضرت ابوبکرؓ کا اعتراف۔ صرف راوی کا خیال ہے کہ فدک کے متعلق آپؓ کی حضرت ابوبکر صدیقؓ سے دوبارہ بات چیت نہ کرنے کو ناراضی کا ذریعہ سمجھا اور پھر ذکر کر دیا۔ راوی کا گمان کسی پر حجت نہیں۔ اب وہ روایات اصولاً ان سے اقویٰ اور ارجح ہوں گی جن میں حضرت فاطمہؓ و صدیقؓ (رضی اللہ عنہما) کی مفاہمت کا خود ذکر و اعتراف موجود ہے۔

رضامندی کی روایات ۱۔ عامر کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ شدتِ مرض میں حضرت فاطمہؓ کے پاس آئے۔ اجازت چاہی۔ حضرت علیؓ نے فاطمہؓ سے کہا ابوبکرؓ اجازت چاہتے ہیں۔ کیا آپ اجازت دیں گی؟ حضرت فاطمہؓ نے کہا کیا آپ کو بھی یہ پسند ہے فرمایا ہاں۔ فدخل فاعتذر الیھا وکلمھا فرضیت عنه۔ پھر حضرت ابوبکرؓ آئے تو عذر و معذرت کی تب حضرت فاطمہؓ راضی ہو گئیں۔

۲۔ امام اوزاعیؒ فرماتے ہیں۔ مجھے یہ خبر ملی ہے کہ حضرت فاطمہؓ حضرت ابوبکرؓ سے خفا ہو گئیں۔ حضرت ابوبکرؓ ایک گرم دن میں ان کے دروازے پہ آئے۔ اور فرمانے لگے۔ میں اس وقت تک یہاں سے نہ ہٹوں گا اے بنتِ رسولؐ جب تک آپ راضی نہ ہو جائیں۔ پھر آپؓ اندر داخل ہوئے اور رضا کے لیے آپؓ کو قسم دی۔ چنانچہ حضرت فاطمہؓ راضی ہو گئیں۔ (الریاض النضرۃ ج ۱ ص ۱۵۶-۱۵۷۔ طبقات ابن سعد ج ۸)

۳۔ بالکل اس قسم کی روایت ملا باقر علی مجلسی نے جلاء العیون وحیات القلوب میں ذکر کی ہے۔ کہ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ بار بار حضرت فاطمہؓ کے پاس گئے۔ معذرت کی۔ حضرت علیؓ تو خوش ہو گئے۔ مگر حضرت فاطمہؓ نے کہا میں رسولِ خدا سے شکایت ضرور کروں گی (محصلہ)

جب حضرت علیؓ رضامندی پر خوش تھے تو ان کی اتباع کیوں نہیں؟ "اے اللہ حق علیؓ کے ساتھ کر دے جہاں بھی ہوں" اپنے اصول کو اب شیعہ مان کر حضرت علیؓ کے مذہب رضا بالشیخین ــ جس کا اعتراف انکو بھی ہے ــ کو کیوں نہیں اپنایا جاتا؟ معلوم ہوا دال میں کالا کالا ہے۔ شیعہ کے دل میں شیخین کا بغض رچا ہوا ہے مگر بدنام حضرت فاطمہؓ کو کر رہے ہیں کہ انہوں نے خاوند کی بھی مخالفت کی۔ وَالْکَاظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ (غصہ پینے والے اور معاف کر دینے والے) نصِ قرآنی کو بھی پس پشت ڈال دیا۔ عالمِ برزخ میں حضورؐ کے یاروں کی شکایت کر کے آپؐ کو بھی پریشان کریں گی۔ (معاذ اللہ)

امامیہ کی کئی معتبر کتب میں ہے کہ "حضرت ابوبکرؓ حضرت فاطمہؓ کے پاس

معذرت کرنے آئے تو فرمایا اے رسولؐ کی بیٹی! تو نے دعویٰ تو ٹھیک کیا۔ لیکن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا وہ اسے تقسیم کرتے تھے۔ کہ تم کو اپنا خرچ دے کر باقی فقراء مساکین اور مسافروں میں بانٹ دیتے تھے۔ فرمانے لگیں آپ وہ کیجیے جیسے رسول اللہ کرتے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ اللہ گواہ ہے کہ میں وہی کروں گا جو آپ کے ابا جانؐ کرتے تھے۔ فرمایا بخدا آپ ایسا ہی کریں گے؟ حضرت صدیقؓ نے کہا بخدا ایسا ہی کروں گا۔ فقالت اللھم اشھد فرضیت بذٰلك واخذت العھد الیه۔ کہ حضرت فاطمہؓ نے اللہ کو گواہ بنایا اور حضرت ابوبکرؓ سے راضی ہو گئیں اور ان سے معاہدہ لے لیا۔ ابوبکرؓ اہلِ بیتؓ کو خرچ دے کر باقی فقراء و مساکین میں بانٹ دیتے تھے۔ (محجاج السالکین بحوالہ تحفہ اثنا عشریہ اردو ص ۵۲۸)

نہج البلاغۃ کی شرح فیض الاسلام نقوی ایرانی ج ۲ میں اسی قسم کی روایت کا حاصل یہ ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے یہ طے کیا کہ جو کچھ اخراجات عہدِ نبوی میں اہلِ بیتؓ کو ملتے تھے وہ سب میں آپ کو دوں گا۔ پھر آپؓ اہلِ بیتؓ کو وہ تمام اخراجات دیتے رہے "تا آنکہ مروان نے اپنے دور میں وہ روک دیئے" جب مسئلہ ہی حل ہو گیا تو ناراضگی کیوں اور اس کا پرچار کس لیے؟۔

خاتمہ بحث۔ طاعن شیعہ اب بھی مطمئن نہ ہو تو ہم اسے اپنی طرف سے حضرت ابوبکرؓ و فاطمہؓ کے سلسلے میں علامہ مجلسی کی وہ عبارت سناتے ہیں جو اس نے حضرت فاطمہؓ و علیؓ کی آپس میں ناراضگی کے تصفیہ کے لیے کہی ہے۔ اور یہی متفقہ اصول اگر ہر جگہ استعمال کیا جائے تو سُنّی و شیعہ میں اتحاد کا باعث ہے۔

"مؤلف کہتا ہے کہ بزرگانِ دین اور رب العالمین کے دربار میں مقرب لوگوں کے معاملات میں غور و بحث نہ کرنی چاہیئے۔ جو کچھ ان سے پہنچے اس پر سرِ تسلیم خم کر لینا چاہیئے۔ کیونکہ اکثر ایسا ہوتا ہے۔ کہ یہ اختلاف بظاہر کچھ ہوتے ہیں مگر حقیقت میں غیر متناہی مصلحتوں پر مشتمل ہوتے ہیں۔ اور ہو سکتا ہے کہ اس بنا پر پیش آئے ہوں تاکہ ان کی بزرگی دوسروں پر ظاہر ہو جائے۔ (جلاء العیون ص ۱۳۲)

ہمارے اعتقاد میں حضرت فاطمہؓ، ابوبکرؓ و علیؓ وغیرہ سب بزرگانِ دین ہیں۔ اسی اصول پر ہم ان میں منافرت کا اعتقاد نہ رکھیں گے۔ بلکہ ان کو باہم شیر و شکر مانیں گے۔ اس ظاہری اختلاف سے فوائد یہ ظاہر ہوئے کہ حضرت فاطمہؓ کے دعویٰ سے خلافتِ صدیقؓ پر برہان قائم ہوئی کہ وہ خلیفہ بلا فصل تھے تبھی تو انتقالِ فدک کا دعویٰ ان کی عدالت میں کیا ورنہ علیؓ کی عدالت میں کرتیں۔ ناراضی کی صورت میں حضرت علیؓ کا حضرت صدیقؓ کے حق میں ووٹ رضا دینا ظاہر ہوا کہ حضرت فاطمہؓ کی کوئی مدد نہ کی۔ نہ اپنے عہدِ حکومت میں واپس کیا۔ راضی ہو جانے کی صورت میں حضرت فاطمہؓ کا متبعِ قرآن و سنت ہونا واضح ہوا۔ (و للہ الحمد)

سوال ۴۴۔ آپ کے بقول حضرت علیؓ اور اصحابِ ثلاثہؓ میں کوئی اختلاف نہ تھا چلیے بالفرض محال مان لیا کہ وہ آپس میں بڑے گہرے یار دوست رہے۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ میں بی بی پاک کی پیروی کرتا ہوں کہ جو رسولؐ کی لختِ جگر ہیں اور ان کو یہ شرف حاصل ہے کہ جب وہ خدمتِ والد گرامی قدر میں حاضر ہوتی تھیں تو حضورؐ ایستادہ اپنی بیٹی کا استقبال فرمایا کرتے تھے۔ پس ایسی عظیم معصومہ کا اتباع باعثِ نجات ہوگا یا نہیں؟ بخاری و مسلم سامنے رکھ کر فیصلہ کیجیے۔

جواب۔ یہ بھی اس مفصل تقریر سے لغو ہو گیا۔ کہ جب حضرت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی المرتضیٰؓ حضرت فاطمہؓ سے افضل ہیں تو بالفرض اختلاف کی صورت میں حضرت رسولؐ و علیؓ کی اتباع ہوگی۔ حضرت فاطمہؓ کی نہ ہوگی سائل بغضِ صدیقؓ میں اپنے اصول کو بھی پامال کرتا ہے۔ اور حضرت علیؓ کے قول و فعل کو بھی ناحق بنانا چاہتا ہے۔ بخاری و مسلم کا فیصلہ بھی یہی ہے کہ خدا اور رسولؐ و علیؓ کی متفقہ اتباع سب سے پہلے ہے۔

شیعہ کے قرآن مجید پر اعتراضات

جمع قرآن اور شیعہ کا اس پر عدمِ ایمان

سوال ۴۵۔۴۶۔۴۷۔ کیا جب حضورؐ اس دنیا سے تشریف لے گئے تو قرآن مجید امت کے

حوالے کیا یا نہیں؟ اگر کیا تو جمعِ قرآن کی ضرورت کیوں پیش آئی اور دورِ عثمانؓ تک امت بے قرآن کیوں رکھی گئی؟ اگر نہیں کیا تو منصبِ رسالت پورا نہیں ہوا کیونکہ رسولؐ کا فرضِ منصبی ہے کہ خدا کا پیغام امت تک پہنچائے۔ تو پھر دین مکمل کیسے ہوا؟۔

جواب۔ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ ان سوالات کی آڑ میں سائل کیا کہنا چاہتا ہے، ان کے ظاہری مفہوم کے مطابق تو سائل کو قرآنِ پاک کی حفاظت اور اشاعت سے شدید دشمنی ہے۔ صحابہ کرامؓ کی قرآنی حفاظت و اشاعت پر جب وہ مطمئن نہیں تو ظاہر ہے کہ دوسری بھی کوئی جماعت نہیں جسکو حضرت رسولؐ قرآن دیکر گئے ہوں اور اسنے پھیلا دیا ہو۔ نتیجہ ظاہر ہے کہ نہ رسولؐ نے فرضِ منصبی ادا کیا نہ دین مکمل ہوا۔ اور نہ صحیح قرآن لوگوں کی راہنمائی کے لیے دنیا میں موجود ہے۔ اور یہی شیعہ کا مقصدِ اصلی اور عقیدہ لازمی ہے۔

سادہ لوح سنی مسلمانوں کو اب تو بیدار ہونا چاہیے کہ ان کے متعلق وہ نظریہ رکھیں اور سلوک کیا کریں جو منکرینِ قرآن اور منکرینِ نبوت سے ہونا چاہیے۔

اے قرآنِ حکیم کے دشمن! اب سنیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کو قرآن پڑھانے سکھانے اور عمل کرانے کے لیے تشریف لائے تھے۔ جب آپؐ رخصت ہوئے تو تیئیس ۲۳ برس میں تھوڑا تھوڑا اترنے والا قرآنِ پاک ہزاروں صحابہ کرامؓ کے دل و دماغ میں محفوظ اور رچ بس چکا تھا۔ جو آیت اترتی آپؐ اس کی سورت اور جگہ بتا دیتے اور اسی طرح صحابہ کرامؓ اپنے یادداشت نوشتوں میں لکھ لیتے اور یاد کر لیتے۔ اسی ترتیب سے وہ دور کرتے۔ ایک دوسرے کو سناتے۔ نماز اور تراویح میں پڑھتے۔ رمضان شریف میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام، حضرت جبریل علیہ السلام کے ساتھ دَور کرتے تھے۔ آخری وفات کے سال دو مرتبہ دور کیا تھا۔ ظاہر ہے کہ جس ترتیب پر آپؐ کو یاد تھا اور جبریل سے دور کیا اسی ترتیب سے صحابہ کرامؓ کو یاد کرا کر یہ امانتِ الٰہی ان کے سپرد کی۔ بخاری ج ۲ ص ۷۵۱ پر یہ حدیث ہے کہ شداد بن معقل نے حضرت ابنِ عباسؓ سے پوچھا۔ کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کا کچھ حصہ چھوڑا

ابنِ عباس رضؓ نے فرمایا کہ آپؐ نے وہی کچھ چھوڑا جو دوگتوں کے درمیان (الحمد تا والناس) ہے۔ (یعنی یہی پڑھا کر گئے)۔ محمد بن حنفیہ (ابن علیؓ) سے ہم نے پوچھا تو انہوں نے بھی یہی کہا ما ترك الا ما بين الدفتين کہ دوگتوں کے درمیان محفوظ قرآن کے علاوہ کچھ نہ چھوڑا۔ علماءِ کرام کا اس پہ اتفاق ہے۔

اما ترتیب السور والآیات فالاجماع والنصوص مترادفة على ان ترتیب الآیات توقیفی ولا خلاف فیه بین المسلمین (شرح ملعات بحوالہ حاشیہ بخاری ج ۲ ص ۷۴۵)	رہی سورتوں اور آیات کی ترتیب تو تمام امت کا اجماع اور نصوص لگاتار اس پر دلیل ہیں کہ ان کی ترتیب توقیفی یعنی خدا اور رسولؐ کی طرف سے بتائی ہوئی ہے اس میں کسی مسلمان کا اختلاف نہیں ہے۔

چونکہ منکرینِ قرآن فرقہ روافض بعد کی پیداوار ہے اس لیے وہ لا خلاف فرمارہے ہیں۔ یا پھر مسلمانوں میں اختلاف نہیں قرآن کی ترتیب و حفاظت پہ اعتراض کرنے والا ٹولہ مسلمان کہاں رہا؟

اب رہی یہ بات کہ پھر قرآن کو جمع کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی اس کی وجہ ظاہر ہے کہ دورِ صحابہؓ میں کثیر جنگیں کفار کے ساتھ ہو رہی تھیں۔ اور مسلمان قراء و حفاظ شہید ہو رہے تھے۔ عہدِ صدیقی میں متنبی کذاب مسیلمہ کے ساتھ جو جنگ ہوئی منجملہ اور شہداء کے سات سو حفاظ و قراء شہید ہوئے۔ اس امت کے محدّث ملہم من اللہ جن کے کندھوں پہ اللہ نے حفاظتِ قرآن اور امت کا انتظام ڈالنا تھا۔ حضرت عمرِ فاروق رضؓ، حضرت صدیقؓ کے پاس آئے اور درخواست کی کہ قرآن کو ایک کتابی شکل میں یکجا لکھ لیا جائے۔ ورنہ اندیشہ ہے کہ چند جنگیں یمامہ جیسی اور ہوئیں تو حفاظِ قرآن ختم ہو جائیں گے اور قرآن کے زوال کا خطرہ پیدا ہو جائے گا۔ پہلے تو حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کو تردد ہوا کہ یہ نیا کام جو رسولِ خدا نے نہیں کروایا میں کیسے کروں آخر اللہ نے آپؓ کا سینہ کھول دیا۔ پھر دونوں نے حضرت زید بن ثابت انصاریؓ جو نوجوان حافظ و قاری تھے اور عہدِ نبویؐ سے کاتبِ وحی تھے۔ ان کی ڈیوٹی لگائی کہ

وہ قرآن کتابی شکل میں جمع کریں مگر محض اپنی یادداشت اور حفظ سے نہیں بلکہ ان تمام تحریرات سے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سامنے سب صحابہ کرامؓ کو لکھوائی تھیں اور اس پر کم از کم دو دو گواہ بھی لیں۔ حضرت زیدؓ فرماتے ہیں اللہ کی قسم اگر مجھے کوئی پہاڑ نقل کرنے کا کہتے تو وہ کام آسان تھا اور یہ جمعِ قرآن اس سے زیادہ مشکل تھا۔ پہلے تو میں نے بھی کہا کہ تم یہ نیا کام کیوں کرتے ہو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا اللہ کی قسم یہ کام بہتر ہے۔ پھر برابر مجھے کہتے رہے حتی کہ اللہ نے میرا سینہ اس کام کے لیے کھول دیا جس کے لیے ابوبکرؓ کا کھولا تھا چنانچہ میں نے کھجور کے پتوں سے، چکنے سفید پتھروں سے، چمڑے اور کاغذ کے ٹکڑوں سے، چپٹی ہڈیوں سے اور لوگوں (حفاظ) کے سینوں سے جمع کرنا شروع کر دیا حتی کہ سورت توبہ کی آخری آیت (بصورت تحریر) حضرت ابوخزیمہ انصاریؓ کے پاس پائی۔ اب یہ صحیفہ مکمل ہو کر حضرت ابوبکرؓ کے پاس رہا۔ ان کی وفات کے بعد زندگی بھر حضرت عمرؓ کے پاس رہا۔ ان کی وفات کے بعد ام المؤمنین حفصہ بنت عمرؓ کے پاس بطور امانت رہا (بخاری)

حفاظتِ قرآن کا جو وعدہ اللہ نے اپنے نبیؐ کے ساتھ کیا تھا۔

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ (حجر ۱۶)	ہم ہی نے یہ ذکر (قرآن) اتارا ہے اور ہم ہی اس کے یقیناً زبردست محافظ ہیں۔

وہ حضرت ابوبکر و عمرؓ جیسے ملہم من اللہ امت کے پیشواؤں کے ذریعے پورا کر دیا۔ اور تا قیامت امت تک یہ امانت پہنچ گئی اب دشمنانِ قرآن کو جل کر کہہ دینا چاہیے کہ خدا نے خود وعدہ کیا تھا ابوبکر و عمرؓ کو کیوں واسطہ بنا دیا گیا۔ ہم بھی کہہ سکتے ہیں۔ لَقَدْ اَنْزَلْنَا اِلَيْكُمْ كِتٰبًا اور نَزَّلْنَا الذِّكْرَ میں خدا نے انزال کی صرف اپنی طرف نسبت کی ہے۔ پھر جبریل امینؑ کو واسطہ کیوں بنایا۔ حضرت نبی کریمؐ کو مخلوق کے درمیان تبلیغ قرآن کے لیے واسطہ کیوں بنایا۔ اگر حضرت جبریل امینؑ اور نبی کریمؐ۔ قرآن کے لوگوں تک پہنچانے میں برحق واسطہ ہیں امت کبھی ان کے احسان سے سبکدوش نہیں ہو سکتی۔ تو اسی طرح حضرتِ ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ اور زید بن ثابتؓ اور دیگر کاتبانِ قرآن تبلیغ وحی

الی الناس میں قوی امین اور محفوظ وسیلہ ہیں۔ امت کبھی ان کے احسان سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتی۔ تلاوتِ قرآن اور اس پر عمل سے جو ثواب امت کو پہنچتا ہے اس کا بڑا حصہ بدستور بعد از پیغمبرؐ ناشرین و مبلغینِ قرآن کو بلاشبہ پہنچتا ہے۔ اور ان کی امت پر فضیلت کی اہم دلیل ایک یہ بھی ہے۔

دورِ عثمانؓ تک امت بے قرآن ہرگز نہ رہی بلکہ صحابہ کرامؓ میں سے کثیر حفاظ ہونے کی وجہ سے نوشتہ مصاحف کی ضرورت نہ پڑی۔ جب آرمینیہ کی فتح کے موقعہ پر ایک لفظ کے متعلق لشکر میں اختلاف ہوا۔ صاحب السرّ حضرت حذیفہ ابن الیمانؓ دوڑ کر دربارِ خلافتِ عثمانیؓ مدینہ طیبہ میں پہنچے تو فرمایا۔

ادرک ھٰذہ الامۃ قبل ان یختلفوا فی الکتاب اختلاف الیھود والنصاری فارسل عثمان الی حفصۃ ان ارسلی الینا بالمصحف ننسخھا فی المصاحف ثم نردھا الیک الخ (بخاری ج ۲ ص ۷۴۶)

اس امت کا آپ انتظام کر لیں اس سے پہلے کہ وہ کتاب اللہ میں اسی طرح اختلاف کریں جیسے یہود و نصاریٰ نے کیا۔ تو حضرت عثمانؓ نے حضرت حفصہؓ کی طرف قاصد بھیجا کہ آپ وہ مجموعہ مصحف ہمیں دیں ہم اس کی مزید نقلیں کرا کر اصل آپ کو واپس کر دیں گے۔

چنانچہ حضرت عثمانؓ نے حضرت زیدؓ بن ثابت، عبداللہ بن زبیر، سعید بن العاص اور عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام رضی اللہ عنہم پر مشتمل ایک کمیٹی بنا دی جنہوں نے اس کی نقلیں تیار کیں اور تین قریشی نوجوانوں کو یہ بھی کہا کہ اگر تمہارا زید بن ثابتؓ سے کسی قرأت (وطرزِ ادا کی) بات میں اختلاف ہو جائے تو قریش کی لغت پر لکھنا کیونکہ اولاً قرآن انہی کی لغت میں اترا (پھر آسانی کے لیے باقی صوبوں کی لغات میں پڑھنے کی عارضی اجازت ہوئی تھی) انہوں نے ایسا ہی کیا۔ پھر جب وہ نقولِ مصاحف سے فارغ ہو گئے تو حضرت عثمانؓ نے قدیم نسخہ حضرت حفصہؓ کو واپس بھیج دیا۔ نئے مکتوبہ مصاحف مملکت کے ہر صوبے میں بھیج دیئے (اور ان کے مطابق تعلیم و اشاعت ہوئی

رہی) اب اس کے علاوہ جن لوگوں کے پاس ذاتی نوٹ بک اور بیاض کی صورت میں نوشتہ آیات وغیرہ تھیں ان کے جلانے کا حکم دے دیا: تاکہ کسی کا غلط یا غیر مرتب لکھا ہوا نوشتہ اختلاف کا سبب نہ بن جائے۔

حضرت ابوبکر و عمر و عثمانؓ کی اس خدمتِ قرآن کے متعلق حضرت علیؓ فرماتے ہیں۔

اعظم الناس اجرا فی المصاحف ابوبکر ان ابا بکر کان اول من جمع القراٰن بین اللوحین (تاریخ الخلفاء ص ۶۴)

قرآن کی خدمت کے سلسلے میں سب لوگوں سے زیادہ ثواب حضرت ابوبکرؓ کو ملے گا۔ کیونکہ آپؓ سب سے پہلے وہ شخص تھے جس نے قرآن پاک دو گتوں کے درمیان محفوظ و جمع کیا۔

حضرت عثمانؓ کے متعلق فرماتے تھے۔ لوگو! حضرت عثمانؓ نے جمعِ مصاحف اور ان کی اشاعت کے متعلق جو کچھ کیا ہماری رائے سے کیا۔ ان کی جگہ ہم ہوتے تو بھی ایسا ہی کرتے۔ (تاریخ الخلفاء)

الغرض نہ نبیؐ امت سے بغیر قرآن دیئے رخصت ہوئے نہ آپؐ سے منصبِ رسالت میں معاذ اللہ کوتاہی ہوئی نہ دین ناقص رہا۔ قرآن کی حفاظت کرنے والے خدا نے شیعان دشمنانِ قرآن سے مشورہ کیے بغیر نبیؐ اور اس کے اصحابؓ سے اپنے اپنے زمانے میں خدمتِ قرآن کے سب مراحل طے کرا دیئے۔ عہدِ نبوی میں یکجا مصحف جمع نہ کرنے کی وجہ یہ تھی۔ کہ رفتہ رفتہ قرآن اتر رہا تھا۔ کئی آیات ہنگامی اور وقتی ہوتی تھیں۔ جو کچھ عرصہ بعد منسوخ ہو جاتی تھیں۔ اب اگر معاً قرآن لکھا گیا ہوتا تو اغلب یہ تھا کہ کسی تک منسوخ آیت کی اطلاع نہ پہنچتی اور وہ یونہی یاد کر لیتا۔ یا مصحف میں درج کر لیتا تو بعد میں انتشار واقع ہو جاتا۔ لہٰذا اللہ اور اس کے رسولؐ نے باقاعدہ حفظِ قلوب سے جمع کا اہتمام فرمایا جو آیت منسوخ کرنی ہوتی وہ خود بخود پیغمبرؐ اور صحابہ کرامؓ کو بھلا دی جاتی۔ جیسے ارشاد ہے۔

مَا نَنْسَخْ مِنْ آيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَا اَوْ مِثْلِهَا (بقرہ ۱۰۶)

ہم جو آیت منسوخ کرتے ہیں یا بھلاتے ہیں اس سے بہتر یا اس جیسی لاتے ہیں۔

سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰى اِلَّا مَا شَاءَ اللہ (پ۳۰) — ہم آپ کو قرآن پڑھائیں گے تو آپ نہ بھولیں گے۔ بجز اس کے جو اللہ تعالیٰ (بصورتِ نسخ) بھلانا چاہے۔

اس موضوع پر اتنا کافی ہے۔ اب ان سہ سوالات کا جواب ختم کیا جاتا ہے۔

سوال ۴۸ ۔ آپ مسلمان کاتبانِ وحی کی لمبی چوڑی فہرست لکھتے ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضورؐ قرآن مجید لکھواتے رہے اور محفوظ فرماتے رہے لیکن تعجب ہے کہ بعد از رسولؐ زمانہ عثمانؓ تک لوگوں کو قرآن نہ مل سکا۔ اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب ۔ خط کشیدہ جملہ کے تیور بتاتے ہیں کہ یہ کوئی یہودی یا عیسائی مسلمانوں کو قرآن مجید لکھ کر محفوظ کرنے پر ڈانٹ رہا ہے۔ الحمد للہ بھئی واقعی ہم ہی مسلمان ہیں اور ہم ہی قرآن کی کتابت اور حفاظت کرنے والے ہیں ؎

این سعادت بزورِ بازو نیست — تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

قرآن کے جمع و محفوظ ہو کر گھر گھر پہنچنے اور پڑھے جانے سے جو آپ کو دکھ اور قلق ہے وہ آپ کو مبارک ہو۔ ہم بالا بہ تفصیل لکھ چکے ہیں کہ عہدِ نبوی میں قرآن حفظاً و کتابتہً دونوں طرح جمع تھا۔ مگر نسخ و اضافہ کا احتمال تھا۔ اسلیے مکتوب پر اعتماد نہ کرایا گیا۔ پھر دورِ صدیقیؓ سے دورِ عثمانؓ تک کتابتہً جمع ہو گیا تو بھی حفظ پر اعتماد تھا۔ مگر اب اسلامی حکومت کی وسعت، کثیر تعداد عجمیوں کے اسلام میں داخلے کی بنا پر تبلیغِ قرآن کو منظم کرنے کے لیے کتابی مصحف پر اعتماد کیا گیا اور اختلاف کی جڑ کاٹ دی گئی۔

آپ کو چونکہ قرآن کریم اور اسلامی اصول کے اتحاد سے بیر ہے۔ آپ چاہتے ہوں گے کہ اسے یکجا جمع نہ کیا جاتا تاکہ احادیث میں انتشار کی طرح آج قرآن بھی بیسیوں قسم کا ہوتا ہر ایک کے پاس الگ آیات ہوتیں۔ مگر اللہ نے مجوس و یہود کی یہ سازش ناکام کر دی اب وہ دُم گھٹ کر حسبِ موقعہ قرآن پر حملے اور اعتراضات کرتے رہتے ہیں، مگر وہ قرآن اور اہلِ قرآن و سنّت کا بگاڑ کچھ نہیں سکتے۔

یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰہِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَيَاْبَى اللّٰهُ اِلَّآ اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ (توبہ) — وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نورِ قرآن کو اپنی

پھونکوں سے بجھا دیں مگر اللہ اس سے انکاری ہے۔ وہ نورِ قرآن کو سب دنیا میں پورا پھیلائے گا۔ گو کفار کو یہ بات ناپسند ہو گی۔

سوال ۴۹ ۔ آپ کو حافظوں پر بہت ناز ہے۔ لہٰذا آپ دعویٰ کرتے ہیں کہ صحابہؓ میں بہت حافظِ قرآن تھے۔ چنانچہ بتائیے حضرات ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ اور علیؓ میں حافظِ قرآن کون تھا۔ حوالہ مکمل دیجئے۔ کتابیں اپنی دیکھیے۔

جواب ۔ جی ہاں، اس نعمتِ خداداد پر الحمد للہ ہم کو ناز ہے۔ آپ کو رونے پیٹنے سر پر مٹی ڈالنے، ازواجِ نبیؐ، بناتِ نبیؐ، یارانِ نبیؐ، اصحابِ نبیؐ اور اقربائے نبیؐ پر تبرے کرنے اور متعہ کرنے پر تو ناز ہو اور ہمیں اللہ وحدہ لاشریک لہ کی کتاب ہدایت و شفا پر بھی ناز نہ ہو؟ ؎

ہر کسے را بہر کارے ساختند — میل او را در دلش انداختند

آپ کے سیاہ پوش، ماتم پوش عزادار طائفے حفاظِ قرآن کی جماعت اور معصوم طلبہ کتاب اللہ کو گلی کوچوں میں ہزار گھوریں۔ آوازے کسیں، طنزیں لگائیں اور منہ چڑائیں۔ یہ قرآن دشمنی اور سیرتِ بولہبی ان کو مبارک ہو۔ ان شاء اللہ قرآنِ نبی، جماعتِ نبی اور اہلبیتِ نبی ہمارے ہیں۔ قیامت کے دن ہم انہی کے دامنِ پناہ میں ہوں گے۔ آپ وہاں بھی گندھک کا کالا کرتہ پہنے اور زنجیروں سے لیس ماتم کدوں میں اشکبار ہوں گے۔ ان شاء اللہ۔

خلفاءِ راشدینؓ حافظِ قرآن تھے

صحابہ کرامؓ میں ہزاروں حافظ و قاری تھے۔ عام صحابہ میں سے ۷۰۰ قراء و حفاظ جب صرف ایک جنگِ یمامہ میں شہید ہوئے تو بقیہ کی تعداد کا کیا کہنا؟ پھر اکابر و اجل صحابہؓ کے حافظِ قرآن ہونے میں شک کیسے ہو سکتا ہے؟ کہ ضرور ان کے نام کے ساتھ الحافظ بھی لکھا جائے۔ مع ہذا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں علامہ نوویؒ لکھتے ہیں۔

۱۔ قال النووی فی تھذیبہ الصدیق احد الصحابۃ الذین حفظوا — علامہ نووی (شارح مسلم) تہذیب میں لکھتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ ان صحابہ میں سے

القرآن کله (تاریخ الخلفاء ص۱۱) — تھے جنہوں نے عہدِ نبوی ہی میں سارا قرآن حفظ کیا تھا۔

حضرت عمر بن خطابؓ کے متعلق اکابر صحابہؓ کا بیان سنیے۔

۲۔ ابنِ مسعودؓ فرماتے ہیں۔ (ا) اگر عمرؓ کا علم ترازو کے ایک پلڑے میں رکھا جائے اور دوسرے پلڑے میں تمام زمین کے لوگوں کا۔ تو عمرؓ کا علم ان کے علم پر غالب آجائے۔ بلاشبہ صحابہؓ سمجھتے تھے کہ عمرؓ کی وفات سے ۹/۱۰ حصے دین چلا گیا۔ (طبرانی حاکم تاریخ الخلفاء ص۹۵)

(ب) ابنِ مسعودؓ ہی فرماتے ہیں کہ جب نیکوں کا ذکر کیا جائے تو عمرؓ کو بھی ضرور مبارک اور خراجِ تحسین پیش کیا کرو۔

ان عمراعلمنا بکتاب اللہ و	بے شک عمرؓ سب سے زیادہ اللہ کی کتاب
افقهنا فی دین اللہ (ایضاً)	کے عالم تھے اور ہم سب سے بڑھ کر اللہ کے دین کو سمجھنے تھے۔

(ج) حضرت قبیصہؓ بن جابر فرماتے ہیں۔ خدا کی قسم میں نے حضرت ابوبکرؓ سے بہتر اور رعایا پر شفیق کوئی نہیں دیکھا اور میں نے حضرت عمرؓ کے سوا کتاب اللہ کا بڑا عالم۔ اللہ کے دین کا بڑا سمجھدار، اللہ کی حدوں کو قائم کرنے والا اور لوگوں کے دلوں میں زیادہ بارعب نہیں دیکھا اور حضرت عثمانؓ سے بڑھ کر زیادہ حیا والا نہیں دیکھا (ابن الاثیر ج۳ ص۶)

یہ واضح اور شبہ سے بالا بات ہے۔ کہ باتفاق صحابہؓ اعلم بکتاب اللہ اور اقرء بکتاب اللہ افقهہ فی دین اللہ کی شان والے حضرت عمرؓ یقیناً حافظ تھے۔

۳۔ حضرت نائلہ زوجہ عثمانؓ بلوائیوں سے کہتی تھیں۔ "یہ ایک رکعت میں سارا قرآن پڑھتے ہیں اور پوری رات لگاتے ہیں۔ (حلیۃ الاولیاء)

۴۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں۔ خدا کی قسم کوئی آیت ایسی نہیں اتری جس کو میں نہ جانتا ہوں کہ کہاں اور کن لوگوں کے بارے میں اتری۔ (طبقات ابنِ سعد)

ختنین کا یہ فعل وقول حافظ ہونے کی شہادت ہے۔

عبد الرحمٰن التیمی کہتے ہیں کہ میں نے مقامِ ابراہیم میں ایک شخص کو نماز پڑھتے دیکھا اس نے

فاتحہ سے شروع کیا اور والناس تک ختم کیا۔ پھر چلتا بنا۔ میں نے دیکھا تو وہ عثمان بن عفانؓ تھے۔ (حلیۃ الاولیاء ص۵۶)

سوال ۵۰۔ اگر اصحابِ ثلاثہؓ حفاظِ قرآن نہ تھے تو پھر شیعوں پر باوجود موجودگی حفاظ کے یہ طعن کیوں کیا جاتا ہے؟

جواب۔ شیعہ حضرات کو جب موجودہ قرآن کی ترتیب وتکمیل پر ایمان ہی نہیں ہے۔ تو وہ اس کے حفظ میں مغز اور وقت کیوں کھپائیں اس لیے ان کا حافظ نہ ہونا ایک عقلی اور مشاہدہ کی بات ہے۔ بجز اس کے کہ کوئی شخص بحث ومباحثہ اور مناظرہ وجدال کی خاطر کچھ سورتیں یا پارے یاد کر لے ایسے خود غرض یا ناقص حفظ کرنے والے حفاظ یہود ونصاریٰ۔ آریہ اور ہنود وغیرہ ان قوموں میں بھی پائے جاتے ہیں جو مسلمانوں سے مذہبی مناظرے جاری رکھتے ہیں۔ بالفرض خانہ پری کے لیے ایک آدھ مان بھی لیا جائے تو النادر کالمعدوم شیعہ کا کمال نہ سمجھا جائے گا اور یہ مقولہ درست ہی رہے گا کہ "شیعوں میں حافظِ قرآن نہیں ہوا کرتے"۔ چنانچہ شیعہ علامہ محمد حسین ڈھکو شیعوں کو شرم دلاتے ہوئے لکھتے ہیں۔ "کس قدر شرم کی بات ہے کہ حافظِ قرآن ہونا تو درکنار قاری قرآن بھی بہت کم ملیں گے۔ نماز باجماعت اور نمازِ جمعہ سے تو غرض ہی کیا۔ عتبات عالیہ کی زیارات کو اگر ۱۰۰ جائیں گے تو حج کو پانچ بھی نہیں۔ امام باڑوں کی عمارتیں عالیشان ہیں۔ ہزاروں روپے کا شیشہ آلات وغیرہ موجود ہیں مگر مساجد ویران پڑی ہیں"
(سعادۃ الدارین فی مقتل الحسین ص۵۷)

حضرت علیؓ کے جمعِ قرآن کا افسانہ

سوال ۵۱۔ آپ کے مذہب کی معتمد کتاب اتقان سیوطی ج۱ ص۵۹ پر لکھا ہے کہ حضرت علیؓ نے حضرت ابوبکرؓ سے کہا کہ قرآن میں اضافہ کیا جا رہا ہے۔ پس میرے دل نے کہا میں نماز کے سوا اپنی ردا نہ پہنوں گا تا اینکہ میں قرآن جمع کر لوں۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا۔ آپ نے ٹھیک دیکھا۔ یہ روایت عکرمہ سے مروی ہے جو مذہب سنیہ کا معتمد امام ہے اور اس روایت کو ہر سنی درست مانتا ہے۔ کیا یہ ثبوت کافی نہیں کہ بعد از رسولؐ آپ کے مذہب کے مطابق

کلامِ خدا میں اضافہ کرنے کی کوشش کی گئی۔ اور ظاہر ہے کہ اس کے فاعل مسلمان ہی ہوں گے۔ پھر آپ قرآن کے الہامی غیر محرف ماننے کو کس دلیل سے تقویت دے سکتے ہیں؟

جواب۔ اتقان کی روایت صحیح ہو یا غلط۔ یہ تو بعد کی بات ہے۔ آپ نے تو لمبی چوڑی تقریر کر کے قرآن کے محرّف اور غیر الہامی ہونے کے اپنے عقیدہ کو واضح کر ہی دیا اب آپ ہمارے بجائے غیر مسلموں سے ہی اپنے متعلق فتویٰ پوچھ لیں کہ آیا آپ دشمنِ قرآن اور خارج از اسلام ہوئے یا نہیں۔ آپ نے یہ حوالہ نقل کرنے میں بھی خیانت سے کام لیا۔ اصل عبارت یہ ہے۔

"ابوداؤد نے کتاب المصاحف میں بسند حسن عبد خیر سے یہ نقل کیا ہے اس نے کہا میں نے حضرت علیؓ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ خدمتِ قرآن کے سلسلے میں سب سے زیادہ ثواب ابوبکرؓ کو ملے گا۔ اللہ کی ان پر رحمت ہو وہ پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے اللہ کی کتاب کو جمع کیا۔ لیکن ابنِ سیرین کی سند سے یہ روایت بھی نکالی ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا۔ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فوت ہو گئے میں نے قسم کھالی کہ اس وقت تک چادر نہ اوڑھونگا جب تک قرآن جمع نہ کر لوں۔ چنانچہ میں نے جمع کیا۔ علامہ ابنِ حجر فرماتے ہیں یہ اثر ضعیف ہے کیونکہ اسکی سند منقطع ہے۔ (یعنی درمیان کے راوی نہیں ہیں) اور اگر اسے صحیح فرض کیا جائے تو حضرت علیؓ کا مطلب بطورِ یاد داشت حفظ اور جمع کرنا ہے۔ عبد خیر کی سابقہ روایت ہی آپ سے صحیح ہے اور قابلِ اعتماد ہے۔"

پھر علامہ سیوطی ایک اور سند سے یہی روایت نقل کرتے ہیں۔ جس کا مفیدِ مطلب ناقص حوالہ معترض نے دیا ہے۔ وہ پوری یوں ہے۔

"عکرمہ کہتے ہیں حضرت ابوبکر صدیقؓ کی بیعت کے بعد حضرت علی بن ابی طالب گھر میں بیٹھ رہے۔ حضرت ابوبکرؓ سے کہا گیا کہ حضرت علیؓ نے آپ کی بیعت ناپسند کی آپؓ نے قاصد بھیج کر پچھوایا۔ کیا آپ نے میری بیعت کو پسند نہیں فرمایا۔ انہوں نے کہا اللہ کی قسم ایسا نہیں۔ پھر آپ کیوں بیٹھ رہے؟ حضرت علیؓ نے فرمایا۔ میں نے خیال کیا کہ اللہ کی کتاب میں زیادتی کی جا رہی ہے۔ میں نے اپنے جی میں کہا کہ میں نماز کے بغیر چادر نہ

پہنوں گا جب تک کہ قرآن جمع نہ کر لوں۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا۔ آپ نے اچھا خیال کیا۔ محمد بن سیرینؒ کہتے ہیں کہ میں نے عکرمہ سے کہا۔ کیا صحابہ کرامؓ نے اسی ترتیب پر قرآن جمع کیا کہ جو آیت و سورت پہلے اتری اسے پہلے لکھا؟ تو عکرمہ نے کہا کہ اگر تمام جن والنس جمع ہو کر ایسی ترتیب دینا چاہتے تو ایسا نہ کر سکتے۔ ابن آشتہ نے ایک اور سند سے ابنِ سیرین سے مصاحف سے یہ نقل کیا ہے۔" کہ میں نے وہ (حضرت علیؓ کی مجموعہ) کتاب تلاش کی اور اہلِ مدینہ کو بھی لکھا مگر میں اسے نہ پا سکا (الاتقان ج ا ص۵۸)

اس روایت کے متعلق پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ صحیح نہیں۔ کیونکہ اس کے رواۃ پر جرح و تنقید کی گئی ہے۔ ایک راوی ہوذہ بن خلیفہ ہیں۔ امام احمدؒ کہتے ہیں۔ وہ ٹھیک حدیثیں بیان نہیں کرتا تھا ہاں میرے خیال میں راست گو تھا۔ ابنِ معین اسے ضعیف کہتے ہیں۔ ایک راوی عون بن محمد کی ولدیت مجہول ہے۔ میزان الاعتدال فی نقد الرجال میں عون نامی تین راویوں کا ذکر یوں ہے۔ عون بن عمارہ قیسی البصری۔ امام بخاریؒ کہتے ہیں۔ وہ معروف و منکر روایتیں بیان کرتا تھا۔ ابوداؤد ضعیف کہتے ہیں۔ ابو حاتم ضعیف اور منکر الحدیث کہتے ہیں۔ دوسرے عون بن عمرو اخو ریاح ہیں۔ اسے ابن معین لاشئی کہتے ہیں۔ امام بخاریؒ منکر الحدیث اور مجہول کہتے ہیں۔ تیسرے عون بن محمد کندی ہیں۔ یہ اخباری قصہ گو تھا۔ صولی کے سوا کسی نے اس سے روایت نہیں کی۔ ایک عون ابو محمد کنیّت والے بصری ابوموسیٰ اشعریؓ سے راوی ہیں۔ یہ بھی مجہول ہیں۔ (میزان الاعتدال ج۳ ص۳۰۶، ۳۰۷)

بہرحال جب سنداً یہ روایت منقطع اور ضعیف ہے اور مضموناً منکر یعنی ثقات کی روایت کے خلاف ہے۔ تو تحریفِ قرآن یا ایک نئے قرآن کی جمع و ترتیب پر اس سے استدلال باطل ہے۔

روایت کے متعلق دوسری بات یہ ہے کہ بظاہر یہ روایت بتاتی ہے کہ حضرت علیؓ ترتیبِ نزولی پر قرآن جمع کرنا چاہتے تھے اور اس کے خلاف ترتیب کو ایک قسم کا اضافہ جانتے تھے۔ مگر کوشش کے باوجود آپؓ ایسا نہ کر سکے۔ کیونکہ ہر سورت کی فرداً فرداً شانِ نزول پر چھان بین کرنا اور پھر جمع کرنا تمام جن والنس کے بس کا روگ نہ تھا چہ جائیکہ وہ ایک

نماز کے وقفہ میں مکمل ہو جائے۔ بالفرض اس کا وجود مانا بھی جائے تو آپؓ کا یہ مرتب نوشتہ حکمتِ الٰہی سے مقبولِ عام اور شائع ہونے کے بجائے مفقود ہو گیا کہ تلاشِ بسیار کے باوجود ابنِ سیرین جیسے علماء کو بھی نہیں ملا۔ جس سے یہ بات کھل کر سامنے آگئی کہ اللہ کے ہاں قرآن کی یہی ترتیب صحیح اور واجب العمل ہے جو موجودہ ہے۔ اور یہی لوحِ محفوظ کے مطابق ہے اس کے سوا ہر سعی و ترتیب کا اللہ نے نشان مٹا دیا اور قرآنِ پاک کو اختلاف و تحریف سے محفوظ کر دیا۔ لہٰذا اسی قرآن کی صحت و ترتیب کو ماننا واجب ہے اور اس کے خلاف کہنا، سمجھنا زندقہ اور بے ایمانی ہے۔ اعاذنا اللہ منہ۔

تیسری بات یہ ہے کہ حضرت علیؓ کے فرمان کا مقصد جو کچھ ظاہر ہوتا ہے وہ تو یہ ہے کہ قرآن کو محفوظ کتابی شکل میں کر لینا چاہیے۔ اور میں بھی یہ خدمت بجا لا سکتا ہوں کیونکہ نئے نئے لوگ اسلام میں داخل ہو رہے ہیں۔ وہ زبانی تعلیم و تعلم کی صورت میں دانستہ یا نادانستہ جملہ بڑھا گھٹا بھی سکتے ہیں تو اندیشہ ہے کہ غیر جمع اور غیر مکتوب و محفوظ ہونے کی صورت میں اس کی اصلیت متاثر ہو۔ جیسے دورِ عثمانؓ میں حضرت حذیفہؓ نے آذربیجان میں لوگوں کو اختلاف کرتے دیکھا تو حضرتِ عثمانؓ تک پہنچے۔ جیسے مفصل حدیث گزری۔ تو حضرت علیؓ کا یہ فرمان جمعِ قرآن کی ضرورت کا اظہار اور مشورہ ہے۔ جیسے حضرت عمرؓ نے دیا تھا۔ اور جب حضرتِ ابو بکرؓ نے اس پر عمل کر کے قرآن کو مجموع و مکتوب در مصحف کرا لیا تو وہ خدشہ جاتا رہا۔ شیعہ کو قلق اس بات کا ہو سکتا ہے کہ حضرت علیؓ سے یہ خدمت نہیں لی گئی۔ تو خلیفۂ وقت کسی بزرگ کا مشورہ قبول کر کے جانفشانی اور سخت محنت کا کام کسی اور کے سپرد کر سکتا ہے۔ اور یہی حضرت ابو بکرؓ نے کیا کہ زید بن ثابتؓ کو اس بارِ گراں کا ذمہ دار بنایا۔ اب کیا حضرت علیؓ کو حضرت زید بن ثابتؓ کے مجموع و مکتوب مصحف پر اعتراض تھا؟ تاریخ و سیرت اس کی کوئی نشاندہی نہیں کرتیں۔ کیا حضرت علیؓ نے اس کے برعکس ترتیب پر کوئی قرآن جمع کیا یا اس کو پڑھا پڑھایا۔ اس کا ذکر بھی کسی ٹھوس روایت یا معتبر کتاب میں نہیں ہے۔ بلکہ حضرت علیؓ نے اور پھر ان کی اولاد نے بھی وہی قرآن پڑھا پڑھایا جو سب لوگوں کے ہاتھ میں مصحف تھا۔ اب خواہ مخواہ

قرآن کو مشکوک ظاہر کرنے اور اپنی قرآن دشمنی بتانے کے لیے حضرت علیؓ کے ابتدائی مشورہ مع خدشہ کو غلط رنگ دینا کونسی عقلمندی اور انصاف و دین کی بات ہے۔ اللہ شیعہ کو فہمِ صحیح اور قرآن سے محبت نصیب کرے۔

سوال ۵۲۔ آپ کی صحیح بخاری میں ہے کہ رسول قرآن کو بھول جاتے تھے جب صاحبِ کتاب نبی ہی وحی بھول جائے تو کلام کی صحت مشکوک ہو جاتی ہے۔ لہٰذا آپ کے مذہب میں قرآن معتمد نہ رہا اور نہ ہی حیثیتِ رسولؐ قائم رہی جب کتاب و سنت ہی معتمد نہ رہی اور مشکوک ہو گئی تو مذہب یقینی کیونکر ہوا؟۔

مسئلہ سہوِ انبیاء علیہم السلام

جواب۔ یہ دھواں دھار تقریر تبلیغ قرآن میں سہو ہو جانے پر اگر کی ہے تو بالکل غلط اور بے جا ہے۔ کیونکہ ہم اہلسنت والجماعت تبلیغ احکام اور تعلیمِ قرآن میں نہ سہوِ پیغمبرؐ کے قائل ہیں نہ شیعہ کی طرح تقیہ اور ڈر یا مصلحت اندیشی کے راگ الاپتے ہیں۔ تبلیغ دین میں سہو نہ ہو سکنے پر حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔ فتح الباری شرح بخاری میں ہے۔

"علامہ کرمانی فرماتے ہیں۔ اگر آپ کہیں حضور صلی اللہ علیہ السلام کا قرآن بھولنا کیسے جائز ہے؟ میں کہتا ہوں (بھولنا درست نہیں) منجانب اللہ بھلایا جانا مراد ہے۔ اور یہ اختیاری چیز نہیں ہے۔ جمہور علماء کے قول میں آپؐ پر نسیان صرف ان امور میں جائز ہے جن کی تبلیغ و تعلیم آپؐ نہ فرماتے ہوں۔ اس شرط کے ساتھ کہ وہ نسیان پختہ نہ ہو بلکہ یاد آ جائے۔

واما غیرہ فلا یجوز قبل التبلیغ و اما نسیان ما بلغہ کما فی ھذا الحدیث فھو جائز۔ (حاشیہ بخاری ج ۲ ص ۷۵۳)	تبلیغ و تعلیم کے امور میں اور ایسی آیات میں تبلیغ سے پہلے بھول جانا جائز نہیں ہاں تبلیغ کے بعد جائز ہے (یعنی امکان عقلی ہے)

جیسا کہ حدیث ہذا میں ہے۔"

چونکہ حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق آیا فَنَسِیَ۔ آپؑ بھول گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق انشاء اللہ نہ کہنے کے سلسلے میں ارشاد ہے۔ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِیْتَ کہ

کسی وقت اللہ کا نام لینا بھول جائیں تو پھر خدا کو یاد کر لیں۔ ان آیات کی رو سے عقلاً ممکن ہے کہ لازمہ بشری کے تحت کسی وقت کوئی آیت آپ کے ذہن مبارک سے اوجھل ہو جائے پھر کسی کے پڑھنے سے یاد آجائے۔ حدیث محولہ بالا کا مقصد یہی ہے۔ یہ عارضی بھول چوک غیر اختیاری معاف اور بے عیب چیز ہے۔ مذہب شیعہ کے ستون محقق طوسی نے اپنی تفسیر التبیان میں آیت وَاِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ (پ) کے تحت نسیانِ پیغمبر کا صاف اقرار بلکہ سنی و شیعہ کا متفق علیہ مسئلہ ہونا بتایا ہے۔ الغرض شور و شغب خاص تفکر وغیرہ کی صورت میں لازمہ بشری کے تحت امکان ہے کہ محض تلاوت و قرأت میں کوئی لفظ بھول چھوٹ جائے۔ اس کا تبلیغِ دین اور پیغمبرانہ حیثیت پر اثر بالکل نہیں پڑتا۔ حضرت شاہ عبدالعزیز تحفہ اثنا عشریہ ص۱۱۸ میں شیعہ کے اسی کید ۷۲ کے جواب میں فرماتے ہیں۔

اور سابق گزرا کہ سہو افعالِ بشریہ میں کچھ کوتاہی نہیں کرتا تاکہ انبیاء کو اس سے بچائیں۔ ہاں احکامِ الٰہی پہنچانے میں سہو روا نہیں ہے سو کسی نبیؑ کو ہوا بھی نہیں۔ مگر اغلب یہ ہے کہ محولہ بالا روایت یا تو نسخ کے سلسلے میں ہے۔ کہ جو آیات اللہ تعالیٰ منسوخ کرتے ہیں۔ وہ پیغمبر علیہ السلام کو بھلا دیتے ہیں۔ اس میں کوئی عیب کی بات نہیں۔ ارشاد ہے۔

سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰٓى اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ۔ ہم آپ کو قرآن پڑھائینگے تو آپ نہ بھولیں گے۔ بجز اس (منسوخ) حصہ کے جو اللہ بھلانا چاہے۔

یا عارضی طور پر ذہن سے ذہول مراد ہے جو طبع بشری ہے پھر جلدی یاد آجاتی ہے۔ محدث اسماعیلی نے نسیان پیغمبر کی یہ دو صورتیں ذکر کی ہیں جو موجبِ طعن نہیں ہے۔

(فتح الباری بحوالہ حاشیہ بخاری ج۲ ص۷۵۳)

لہٰذا ہمارے اصولِ مذہب پر نہ کلام اللہ کی صحت مشکوک ہوئی نہ حیثیتِ رسول پہ حرف آیا نہ کتاب و سنت غیر معتمد اور مشکوک ہوئی یہ سب دشمن کے دل کی جلن ہے۔ ہاں شیعہ اصول پہ کتاب اللہ کی صحت۔ کتاب و سنت کا اعتماد اور مذہب کا یقینی ہونا بالکل ختم ہو گیا۔ کیونکہ وہ کتاب اللہ کو محرف مانتے ہیں۔ سنتِ رسولؐ کو بعد از وفات حجت اور قابلِ اتباع مانتے ہی نہیں۔ نبوت کے بجائے امامت ایجاد کی مگر اسے بھی

تقیہ کی نذر کر دیا۔ حضرت جعفر و باقرؒ جیسے بزرگ بھی اَلتقیة من دینی و من دین اٰبائی کا درس دیتے رہے۔ اور اپنے شیعوں کو مہدی غائب کا تصور دلا کر مذہب اور وحی الٰہی کا یوں صفایا کر دیا۔

فما من شیء علیہ الناس الیوم الا و ھو منحرف عما نزل بہ الوحی من عند اللہ فاجب رحمك اللہ من حیث یدعی الی حیث یدعی حتی یاتی من یستانف بکم دین اللہ استینافاً۔ (مجالس المومنین ج۱ ص۲۴۵)

آج جس مسئلہ پر بھی سب لوگ (شیعہ و سنی) قائم ہیں وہ اس وحی کے برخلاف ہے جو اللہ کی طرف سے اتری۔ اے زرارہ اللہ کی تجھ پر رحمت ہو تجھے جو جوبات (متضاد باتیں) ماننے کو کہا جائے ماننا جا۔ یہاں تک کہ وہ ہستی (امام مہدیؑ) آجائے جو تم کو نئے سرے سے اللہ کا دین (وحی الٰہی کے مطابق) سکھائے

اس حدیث نے تو ملتِ جعفریہ اور ان کے دینِ جعفری کا بھانڈا چوراہے میں پھوڑ دیا۔ کہ امام جعفر و باقرؒ نے بھی وحی الٰہی والا صحیح دین اپنے شیعوں کو نہیں پڑھایا۔ تا دیگراں چہ رسد۔

یقیناً شیعہ تحریفِ قرآن کے قائل ہیں

سوال ۵۳ آپ کی بے شمار احادیث کی کتب میں متعدد شواہد مرقوم ہیں کہ آپ کے مذہب کے مطابق قرآن محرّف ہے اور اس میں کمی بیشی کی گئی ہے۔ مثلاً اتقان میں ہے کہ سورۃ احزاب کی دو سو آیات تھیں لیکن اب ۷۳ ہیں۔ باقی کیا ہوئیں۔ اگر منسوخ ہوئیں تو اس کی ہنسخ آیات کی نشاندہی کی جائے۔ اسی طرح اتقان ج۲ ص۲۵ پر ہے کہ ابنِ عمرؓ نے کہا تم ب سے کوئی ہرگز یہ نہ کہے کہ میں نے پورا قرآن لے لیا۔ اسے کس نے بتایا کہ پورا قرآن کتنا تھا الانکہ اس میں سے بہت سا قرآن جاتا رہا ہے۔ لیکن اسے یہ کہنا چاہیے کہ میں نے اتنا لیا ہے جتنا قرآن میں سے ظاہر ہوا ہے۔ ان روایات کی موجودگی میں آپ کے مذہب کے طابق قرآن محرّف ہے ذرا تشریح فرما دیجیے۔

جواب۔ مسئلہ تحریفِ قرآن صرف شیعہ کا مسئلہ ہے۔ ان ۶ اقراروں کے ساتھ ن کا اس پر اعتقاد ہے۔ ان کی دو ہزار متواتر روایتیں ہیں وہ تحریفِ قرآن پر دلالت ہیں

صریح ہیں۔ وہ سب[۴] ثقہ مولفین شیعہ کی معتبر کتابوں کافی کلینی وغیرہ میں ہیں۔ وہ[۵] اس کے محرف ہونے کا اعتراف بھی کرتے ہیں۔ یہ[۶] عقیدہ ان کی عقل ونقل کے بھی مطابق ہے کیونکہ جب وہ سب صحابہ کرامؓ کو خائن، غاصب اور بے ایمان معاذ اللہ جانتے ہیں۔ اور منتشی[۱]۔ ۳۔ ہم حضرات کو تقیہ کرنے والا بتاتے ہیں تو ان صحابہ کرامؓ سے منقول قرآن پاک کیسے درست ہو سکتا ہے۔ ان کی امہات کتب کافی کلینی وغیرہ اس عقیدہ سے بھری پڑی ہیں جن کی تفصیل کا یہ موقعہ نہیں ہے اور سنی علماءِ اسلام نے اس پر مستقل کتابیں لکھی ہیں تو شیعہ حضرات الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے۔ نشانۂ طعنِ تحریف سے بچنے کے لیے اہلِ سنت کی بحثِ نسخ کی روایات کو معارضہ میں پیش کر کے مسئلے کا رخ پھیر دیتے ہیں اور اپنے عقیدہ پر پردہ ڈال کر جان چھڑانا چاہتے ہیں۔

ہم کہتے ہیں یہ "ڈوبتے کو تنکے کا سہارا"، بالکل مذموم اور بوسیدہ حرکت ہے۔ شیعہ ہزار گرگٹ کی طرح رنگ بدلیں وہ اپنے تحریفِ قرآن کے عقیدہ سے دامن چھڑا نہیں سکتے۔ میں کہتا ہوں شیعہ حضرات درجِ ذیل فتویٰ لکھ دیں ہم ان کے سامنے ہتھیار ڈال دیں گے۔" ہم تمام شیعوں کا عقیدہ ہے کہ قرآن پاک جو لوگوں کے پاس موجود ہے یہ بالکل وہی قرآن ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امت کو پڑھا کر ان کے سپرد کر گئے۔ اس میں کسی قسم کا کوئی تغیر و تبدل نہیں ہوا۔ نہ آیات کا اضافہ ہوا نہ نکالی گئیں۔ نہ آیات اور سورتوں کی ترتیب بدلائی گئی۔ اور جو شخص بعد از زمانہ نبوت اس میں کسی قسم کی تحریف اور کمی بیشی کا قائل ہو وہ ہمارے نزدیک خارج از اسلام اور بے ایمان ہے۔ اس سے دین کی کوئی بھی بات حاصل کرنا حرام ہے۔ ایسے لوگوں سے ہمارا کوئی تعلق نہیں ہے۔" ہم تمام سنی اس فتویٰ پر دستخط کرنے کو تیار ہیں۔

شیعہ حضرات اگر واقعی تحریف کے منکر صحتِ قرآن کے قائل اور منکر کو کافر کہتے ہیں تو سب ذمہ دار علماء دستخط کر دیں۔ جھگڑا ختم ہو جائے گا۔ گو شیعوں سے ایسی توقع نہیں ہے سے

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے   یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں۔

جب شیعہ ایسا لکھ کر نہیں دے سکتے اور واقعی نہیں دے سکتے کہ ان کے قائل تحریف تمام محدثین کافر ہو جائیں گے۔ ان کی امہات کتب سب بے اعتبار ہو جائیں گی۔ وہ امامت کے مسئلے پر بھی حدیث پیش نہیں کر سکیں گے کیونکہ روایات تحریفِ قرآن کتب شیعہ میں مسئلہ امامت سے کم نہیں دو ہزار سے زائد ہیں۔ ثقہ مولفین نے اپنی ثقہ و اساسی کتب میں درج کی ہیں۔ وہ خود تحریف کے قائل تھے ایسی صورت میں اتقان وغیرہ سے اختلافِ قرأت اور منسوخ قسم کی روایات سے استدلال کرتے وقت شیعہ حضرات کو کچھ تو انصاف اور شرم و حیا کی لاج رکھنی چاہیے۔ تحریفِ قرآن پر اگر مواد دیکھنا ہو تو علامہ نوری شیعی ایرانی کی کتاب "فصل الخطاب فی تحریف کتاب رب الارباب"، کا مطالعہ کریں۔ وہ کتاب جو زمانہ پرست شیعہ کے مفاد کے خلاف ہے۔ اس وجہ سے حکومتِ ایران نے اس پر پابندی لگائی ہوئی ہے۔ صرف چند روایات پیشِ خدمت ہیں۔

۱۔ بہت سی معتبر حدیثیں ہیں جو قرآن میں کمی بیشی پر صریح دلالت کرتی ہیں علاوہ ان احادیث کے جو دلائلِ سابقہ کے ضمن میں بیان ہو چکی ہیں اور اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ یہ قرآن مقدار نزول سے بہت کم ہے اور یہ کمی کسی آیت یا سورت کے ساتھ مخصوص نہیں اور یہ حدیثیں ان کتب متفرقہ میں پھیلی ہوئی ہیں جن پر ہمارے مذہب کا اعتماد ہے۔ اور شیعہ مذہب کا ان کی طرف رجوع ہے۔ میں نے وہ سب حدیثیں (فصل الخطاب میں) جمع کر دی ہیں جو میری نظر سے گذری ہیں۔ (فصل الخطاب ص۲۱۱ مطبوعہ ایران)

اس اقتباس میں تین اقرار موجود ہیں۔ ۱۔ احادیثِ تحریفِ قرآن کثیر اور معتبر ہیں۔ ۲۔ تحریفِ قرآن پر صاف دال ہیں۔ ۳۔ ان کتب میں ہیں جو مذہب کی اساسی کتب ہیں۔

۲۔ وھی کثیرۃ جدا حتی	تحریف کی روایات بہت ہی زیادہ ہیں۔
قال السید نعمۃ اللہ الجزائری ان	یہاں تک کہ سید نعمت اللہ جزائری نے
الاخبار الدالۃ علی ذالک تزید علی الفی	اپنی بعض تالیفات میں کہا ہے کہ تحریف پر
حدیث وادعی استفاضتھا جماعۃ	دال حدیثیں دو ہزار سے زائد ہیں۔ ایک
کالمفید والمحقق الداماد والعلامۃ	جماعت نے ان کے متواتر و مستفیض ہونے

المجلسی بل الشیخ الصاصرح فی التبیان بکثرتھا بل ادعی تواترھا جماعۃ یأتی ذکرھم (فصل الخطاب ص۲۲۷ بحوالہ رسالہ تحریفِ قرآن از مولانا اللہ یار خاں صاحب)

کا اقرار کیا ہے۔ جیسے محقق داماد علامہ مجلسی وغیرہ نے بلکہ شیخ طوسی نے تفسیر تبیان میں کثرت روایات تحریف کی تصریح کی ہے اور ایک جماعت نے تواتر کا دعویٰ کیا ہے۔

اس سے مزید دو اقرار ثابت ہوئے کہ روایاتِ تحریف دو ہزار سے زائد اور متواتر ہیں۔ بڑے بڑے محقق علماء نے ان کے مستفیض ومتواتر ہونے کا اعتراف کر کے اپنے عقیدۂ تحریف کی بھی شہادت دے دی ہے۔

چھٹا اقرار کہ عقلاً بھی شیعہ تحریفِ قرآن کے قائل ہیں مستغنی از ثبوت ہے۔ اور خود ہمارے سائل عبدالکریم مشتاق زیرِ بحث سوالات میں عقیدہ تحریفِ قرآن کا برملا اظہار کر رہے ہیں۔ شیعہ کے مستند اور مقبولِ عام ترجمہ مولوی مقبول دہلوی کے حاشیہ پر بیسیوں آیات کو لفظی محرف بتلایا ہے۔ زمانۂ حال وماضی کے معتبر شیعہ علماء کی اس پر تصدیقات ہیں۔ کسی نے تحریف کی روایات پر اختلافی نوٹ نہیں لکھا۔ معلوم ہوا کہ عقیدہ تحریفِ قرآن سب شیعہ علماء کا بنیادی مسلمہ عقیدہ ہے۔ صرف بطورِ تقیہ وکتمان اہلِ سنت یا اپنے عوام کے سامنے برملا اعتراف نہیں کرتے جیسے ان کے متقدمین ومتاخرین علماء میں سے صرف چار علماء نے عقیدہ تحریف کا بظاہر انکار کیا مگر وہ بھی تقیہ ہے۔ کیونکہ قائلین تحریفِ قرآن کی تکفیر نہیں کی۔ اصول کافی ج۱ کا باب تحریف (باب فیہ نتف من التنزیل فی الولایۃ) ص۴۱۳ تا ۴۳۶ طبع ایران ہر عالم کو پڑھنا چاہیے۔ ہمارے سائل نے ایک نجی خط میں لکھا ہے کہ جو قرآن حضرت مہدی کے پاس ہے

اتقان کی روایاتِ نسخ کا بیان

اتقان کی مذکورہ بالا روایات کے کئی مرتبہ جواب دیئے جا چکے ہیں۔ مگر ضدی خصم چپ نہیں ہوتا۔ مزید عرض کیا جاتا ہے کہ یہ روایات نسخ کی فصل اور باب سے ہیں۔ خیانت پیشہ شیعہ مؤلف ان کا محل وقوع تو بتاتے نہیں اور لوگوں کو گمراہی اور مغالطہ میں ڈالتے ہیں۔ نسخ دو قسم کا قرآن میں ہوا ہے۔ ایک نسخ فی الاحکام۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے ایک حکم اتارا اور وہ اللہ کے علم میں محدود وقت کے لیے تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے دوسرے موقعہ پر اس کے خلاف حکم نازل فرما کر

گویا اسے منسوخ کر دیا۔ ایسا منسوخ بعض دفعہ تلاوت سے بھی کر دیا گیا ہے کہ اب وہ آیات قرآن میں نہیں پڑھی جاتی ہیں اور بعض دفعہ تلاوت میں ہے مگر فی نفسہ منسوخ ہے جیسے بیوہ کی عدت کی آیت (البقرہ ع۳۱) نے پہلے پورے سال کی عدت بتائی ہے ع۳۰ کی آیت نے چار ماہ دس دن کی عدت بتائی۔ اب دوسری پر عمل ہوتا ہے۔ اس نسخ کا ثبوت اس آیت سے ہے۔

مَا نَنْسَخْ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُنْسِهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَا أَوْ مِثْلِهَا۔ (پ۱ ع۱۳)

ہم جو آیت منسوخ کرتے ہیں یا اسے یاد سے بھلا دیتے ہیں اس سے بہتر یا اس جیسی اور اتارتے ہیں۔

بعض دفعہ نسخ تلاوت میں ہوتا ہے۔ اور یہ غیر احکام واقعات واخبار میں بھی ہوتا ہے یعنی اس کی تلاوت منسوخ کر کے خود اللہ تعالیٰ قرآن سے نکال دیتے ہیں اور لوگوں کو بھلا دیتے ہیں۔ جیسے سورۃ الاعلیٰ میں ہے۔

سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسَىٰ إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ۔

عنقریب ہم آپ کو پڑھائیں گے آپ نہ بھولیں گے۔ بجز اس کے جتنا اللہ بھلانا چاہے۔

معلوم ہوا قرآن کا حسبِ مشیت الٰہی کچھ حصہ صرف بھلا کر منسوخ کر دیا جاتا ہے۔ سورت احزاب اسی قسم سے منسوخ ہوئی کہ کوئی بھی باقی آیات منسوخہ کو نہ سنا سکا نہ کوئی تحریر ملی بلکہ افسانہ بن کر رہ گیا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا مطلب تو واضح ہے کہ قرآن کے متعلق کوئی شخص یوں نہ کہے کہ جو کچھ اللہ نے اتارا تھا وہ سب اس کے پاس ہے کیونکہ اتارے ہوئے کا کچھ حصہ اللہ نے منسوخ کر دیا۔ لوحِ دل سے مٹا دیا۔ اب کسی کو یہ بھی پتہ نہیں کہ وہ کیا کچھ تھا اور کتنا منسوخ ہو گیا۔ کیونکہ نسخ وانساء ازجانبِ خدا کا تقاضا یہی ہے۔ اب اسے یوں کہنا چاہیے کہ جتنا قرآن اللہ نے ہر کسی کو یاد کرا دیا اور محفوظ لکھوا کر لوگوں کے ہاتھوں میں ظاہر دے دیا ہے اور وہ الحمد تا الناس دو گتوں کے درمیان مجلد ملتا ہے۔ وہی میرے پاس ہے۔

الغرض مذکورہ بالا روایات الاتقان ج۲ ص۲۴ عربی "الضرب الثالث مانسخ تلاوتہ دون حکمہ" کے تحت مذکور ہیں۔ اگر شیعہ مکمل حوالہ دیں تو ان کی مصنوعی امانت و تحقیق کا بھرم کھل جاتا ہے۔ اس لیے مبہم روایاتِ نسخ کو کمی بیشی کی روایات ظاہر کر کے تحریفِ قرآن کا جھوٹا الزام جامعین و محافظینِ قرآن اہل السنۃ والجماعۃ پر لگا دیتے ہیں۔ یہیں علامہ سیوطی نے یہ سوال و جواب نقل کیا ہے۔

سوال۔ اس میں کیا حکمت ہے کہ حکم باقی رہنے کے باوجود تلاوت کو مرفوع (منسوخ) کر دیا گیا ہے۔ تلاوت کیوں نہ باقی رکھی گئی تاکہ حکم پر عمل کا اور تلاوت کا مع ثواب مل جاتا۔

جواب۔ صاحب فنون نے یہ جواب دیا ہے کہ ایسا اس لیے کیا گیا تاکہ اس امت کی فرمانبرداری کا وہ (اعلیٰ) درجہ ظاہر ہو جائے کہ بطورِ ظن بھی اپنی جانیں قربان کرنے میں بہت تیز ہے قطعی اور یقینی ذریعہ کا مطالبہ نہیں کرتی۔ بلکہ معمولی اشارہ سے عمل پر کمربستہ ہو جاتی ہے۔ جیسے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے محض خواب دیکھنے سے بیٹا ذبح کرنے میں سرعت دکھائی حالانکہ خواب وحی کا سب سے کم تر ذریعہ ہے۔ (اتقان ج۲ ص۲۵)

پھر اسی سلسلہ میں سورت احزاب کے کافی حصے کا منسوخ ہونا بتایا ہے۔ منجملہ اس میں یہ آیت نسخ بھی تھی۔

اذا زنی الشیخ والشیخۃ فارجموھما	جب (شادی شدہ) معمر مرد و عورت زنا
البتۃ نکالا من اللہ واللہ عزیز حکیم ۝	کریں تو انہیں سنگسار کرو۔ یہ اللہ کی طرف

سے سزا ہے۔ اللہ بڑے زبردست حکمت والے ہیں۔

آیتِ رجم کا حکم اب بھی باقی ہے۔ شیعہ بھی شادی شدہ محصن زانی جوڑے کو سنگسار کرنے کے قائل ہیں۔ علامہ سیوطی حکم کے باوجود نسخ الفاظ کے اعذار میں فرماتے ہیں کہ امت پر تخفیف کرنا مطلوب ہے کہ اس کی تلاوت مشہور نہ کی جائے اور قرآن میں نہ لکھی جائے اگرچہ اس کا حکم (سنگساری) باقی ہے کیونکہ یہ بھاری اور سنگین

احکام میں سے ہے اور سخت ترین حد ہے منسوخ کرنے میں یہ اشارہ ہے کہ اسے چھپانا بہتر ہے۔

سائل کے سوال کا تنبیہ کے عنوان سے اس بحث کے آخر میں خود علامہ سیوطیؒ نے علامہ ابنِ حصار کے حوالے سے یہ جواب دیا ہے۔

"اگر کہا جائے کہ ان آیات کا بغیر بدل کے نسخ کیسے ہوا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ ہم کوئی آیت منسوخ نہیں کرتے یا نہیں بھلاتے مگر اس سے بہتر یا اس جیسی آیت نازل کرتے ہیں۔ یہ خبر ہے اس میں جھوٹ کا امکان نہیں۔ تو جواب یہ ہے کہ ہم کہتے ہیں کہ اب جو کچھ قرآنِ پاک میں ہے اور وہ منسوخ نہیں ہوا ہے تو وہ انہی آیات کا بدل ہے جن کی تلاوت منسوخ ہو گئی پس جتنا قرآن اللہ نے منسوخ کر دیا جواب ہمارے علم میں نہیں ہے۔ تو اللہ نے اس کا بدل وہی قرآن بنایا ہے جسے ہم جانتے پہچانتے ہیں اور بطریقہ تواتر ہم تک اس کے الفاظ و معانی پہنچے ہیں (الاتقان ج۲ ص۲۷)

امید ہے منصف مزاج اور اہلِ علم و دانش کے لیے اتنی بحث شافی اور تسلی بخش رہے گی۔

سوال ۵۴۔ کیا اللہ کے حلال کو رسول حرام قرار دے سکتے ہیں؟ قرآن مجید سے جواب دیجیے۔

جواب۔ اللہ کے حلال کا علم رسولؐ کی زبان سے ہی معلوم ہو گا کیونکہ آپ وحی الٰہی کے ترجمان ہیں خدا کی طرف سے ایک چیز حلال بتا کر نسخ کا ذکر کیے بغیر اسے اسی جہت سے حرام بتائیں۔ یہ عقل کے بھی خلاف ہے۔ خدا و رسول کی باتوں میں تضاد نہیں۔ رسولؐ نے جو کیا یا فرمایا۔ منشاءِ الٰہی کے تحت کیا کسی جہت سے اس پر حرف گیری دراصل خدا و رسولؐ پر حرف گیری ہے۔ رسول اللہؐ نے جن کے گھر شادیاں کیں جن کو بیٹیاں دیں، جن کو مصلیٰ پر کھڑا کیا، جن کو یارِ غار بنایا، جن سے اپنی بزمِ رسالت کو رونق بخشی، جن کے مشوروں سے اسلامی ترقیاتی منصوبے بنائے گئے، جن کو ہمہ دم پاس رکھا، جن کو مشیر و وزیر بنایا، جن کی محبت کا لوگوں کو حکم دیا اپنے بعد جن کی اتباع

کا حکم فرمایا۔ رسول اللہ کے یہ سب اقوال و اعمال منجانب اللہ تھے۔ اور ایمان و ہدایت کا آئینہ تھے۔ آپؐ کے ان امور کے متعلقات میں کسی قسم کی طعنہ زنی ایمان کا خاتمہ اور رسولؐ پر طعن ہے۔ سورت تحریم کی آیت لِمَ تُحَرِّمُ مَا اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ (آپ وہ چیز کیوں حرام کرتے ہیں جو اللہ نے آپ کے لیے حلال کی) کے تحت آپ خدا کے حلال کو حرام نہیں کر سکتے۔ ہاں غیر منصوص چیزوں کی حلت و حرمت بصورتِ بیان آپ کر سکتے ہیں۔ ارشاد ہے۔

يُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ (اعراف) — وہ نبی امی ستھری چیزیں ان کو حلال بتاتا ہے اور خبیث چیزیں حرام بتاتا ہے۔

گویا اصل میں شارع اور محلل و محرم اللہ تعالیٰ ہیں۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم بواسطہ رسالت و بیان محلل و محرم ہیں۔

تحلیل و تحریم کا اختیار کس کو ہے؟ سوال ۵۵۔ کیا اللہ و رسولؐ کے حلال کو کوئی امتی حرام قرار دینے کا مجاز ہے؟ نصِ قطعی درکار ہے۔

الزامی جواب۔ خدا و رسولؐ کے صریح و مشہور غیر منسوخ حلال یا حرام کو کوئی امتی مذہب اہلِ سنت میں بدلا نہیں سکتا۔ کیونکہ یہ شرک فی الرسالت ہے۔ ہاں مذہبِ شیعہ کے ۱۲ امام جو معاذ اللہ نبی کی طرح منصوص و مبعوث الیٰ ہدایۃ الخلق ہوتے ہیں۔ ان پر وحی بھی آتی ہے۔ ان کو خاص کتاب آسمانی بھی ملتی ہے۔ ان سے کسی بات میں اختلاف کرنا بھی کفر ہوتا ہے۔ ان کے نام کی خاص امت بھی (بنام شیعہ فلاں) ہوتی ہے۔ اور ان کے شیعوں کے سوا باقی سب امتِ محمدیہ بے ایمان اور خارج از اسلام ہوتی ہے۔ ان کی شان خود شیعہ نے یہ بتائی ہے۔

یحللون ما یشاءون ویحرمون ما یشاءون (اصول کافی) — وہ جو چاہتے ہیں حلال کر دیتے ہیں اور جو چاہتے ہیں حرام کر دیتے ہیں۔

چنانچہ انہوں نے شریعتِ محمدیہ ابدیہ کے ایک ایک حکم کو بدل کر رکھ دیا۔ پیدائش سے لے کر مرنے تک تمام احکام کو مسخ کیا۔ نبیؐ کی بیٹی چھوڑی نہ بیوی۔ نہ کوئی شاگرد

صحابی چھوڑا نہ کوئی یار و خلیفہ رہنے دیا۔ ہر ایک سے دشمنی و عناد رکھا۔ اہلِ بیت نبیؐ کو غدر و نفاق کی تلوار سے خاک و خون میں تڑپایا۔ اور قرآنِ پاک کو فرضی امام غائب کے پاس نامعلوم غار میں پارسل کر دیا ۔ ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں

مہذا ایمان کے ٹھیکیدار بھی ہیں اور حبِ آلِ رسول کے اجارہ دار بھی۔ بقول کسے

ع۔ رند کے رند رہے ہاتھ سے جنت بھی نہ گئی

خلافِ شرع شیعہ مسائل اسی سوال کا جواب تحفۃ الاخیار میں دلچسپ و مختصر اور تحفہ امامیہ میں مفصل ہم دے چکے ہیں۔ یہاں چند مثالیں کافی ہیں۔

مسئلہ بداء شیعوں کا عقیدہ ہے۔ کہ خدا کو بداء ہوتا ہے۔ یعنی وہ مستقبل کے حالات سے جاہل ہے (معاذ اللہ) جب کوئی واقعہ ہو چکتا ہے اور وہ خدا کی پہلی بتائی ہوئی خبر یا فیصلہ کے خلاف ہو تو شیعہ کہتے ہیں خدا کو بداء ہو گیا یعنی پہلی بات غلط ہو گئی اور خدا نے اپنی رائے بدل دی۔ ان کا یہ عقیدہ اصولِ کافی کے مستقل باب البداء میں ہے۔ اور اس کی بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ بداء کی مثالوں میں سے ایک یہ ہے۔

کہ اللہ نے حضرت امام جعفر صادقؒ کے بعد ان کا جانشین و امام ان کے بڑے بیٹے اسماعیل کو بنایا۔ جن کو آج آغاخانی مان کر اسمٰعیلی شیعہ کہلاتے ہیں — اور جعفر صادق کو بتلا کر شیعوں میں بھی یہ بات مشہور کرا دی۔ مگر حضرت جعفر صادقؒ کی موجودگی میں ہی اسماعیل کی وفات ہو گئی۔ تب خدا نے یہ وحی امام صادقؒ کو بھیجی کہ تمہارے بعد امام موسیٰ کاظم ہوں گے تو خدا کو اسماعیل کے بارے میں بداء ہو گیا۔ (اصول کافی) یعنی یہ پتہ نہ تھا کہ وہ تو جعفر صادقؒ کی زندگی ہی میں فوت ہو جائے گا تاکہ اس کی امامت کی اطلاع نہ دیتے۔

اس سے خدا کا صریح جاہل ہونا لازم آتا ہے۔ اور يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ (خدا بندوں کے آئندہ اور گذشتہ سب حالات جانتا ہے) کے صریح خلاف ہے۔

عقیدہ بداء سے خدا کے جاہل ثابت ہونے کا اقرار شیعوں کے مجتہدوں کو کرنا پڑا۔

اعلم ان البداء لا ینبغی ان	یقین جانو کہ بداء کا قائل کسی کو نہ ہونا چاہیے
یقول به احد لانه یلزم منه ان	کیونکہ اس عقیدہ سے خدا تعالیٰ کا جہالت
یتصف الباری تعالیٰ بالجهل کما لا	سے موصوف ہونا لازم آتا ہے جیسے کہ یہ
یخفیٰ (اساس الاصول ط لکھنو از دلدار علی) ص۲۱۹	مخفی نہیں ہے۔

متعہ دوریہ

۲۔ شیعہ مسائل میں سے ایک متعہ بھی ہے اور وہ بھی دوریہ کے قائل ہیں۔ یعنی کئی آدمی ایک عورت سے ایک ہی رات میں لگاتار ہمبستری کریں قاضی نور اللہ شوستری مصائب النوائب میں ایک قید لگا کر اس کے جواز کا اعتراف کرتے ہیں۔

"مصنف نواقض الروافض نے یہ جو ہمارے اصحابِ امامیہ کی طرف منسوب کیا ہے کہ وہ اس بات کو جائز کہتے ہیں کہ متعدد مرد ایک رات میں ایک عورت سے متعہ کریں خواہ اس عورت کو حیض آتا ہو یا نہیں۔ اس میں ازراہِ خیانت بعض قیدیں چھوڑ دی ہیں کیونکہ ہمارے اصحابِ امامیہ نے متعہ اس عورت کے ساتھ خاص کیا ہے جس کو حیض نہ آتا ہو نہ یہ کہ جس کے ساتھ چاہے کرے حیض آتا ہو یا نہ آتا ہو۔ (بحوالہ تکملہ تنبیہ الحائرین ص۱۴۲)

قاضی صاحب کی یہ تاویل مان بھی لی جائے تو بھی کس قدر بے حیائی اور گندگی اس میں ہے جس مذہب میں بیوی کے ساتھ لواطت کی طرح ایسے حیا سوز مسائل جائز اور کارِ ثواب ہوں اس کے عمدہ مگر قرآن و سنت کی ضد ہونے میں کیا شک ہے۔

تکفیر صحابہؓ

۳۔ شیعہ کا دو چار نفوس کے سوا باقی تمام صحابہ کرامؓ کا انکار کرنا اور ان کو بے ایمان اور منافق جاننا ایک بالکل واضح اور مسلم بات ہے۔ جس کا قرآن کی سینکڑوں آیات کے خلاف ہونا اور معلم کائنات کی تعلیم و تربیت کا انکار کرنا بدیہی بات ہے۔

لعن بر عمرؓ

۴۔ حضرت عمرؓ پر لعنت کو تمام عبادتوں سے افضل جانتے ہیں۔ حالانکہ ابلیس اور فرعون پر بھی لعنت کارِ ثواب نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ۔ اللہ کا ذکر سب سے بڑی عبادت ہے۔ اسی طرح بڑے بڑے مہاجرین اور

انصار کو۔ خلفائے ثلاثہؓ کو۔ حضرت طلحہؓ و زبیرؓ جیسے عشرہ مبشرہؓ اور امہات المؤمنینؓ میں سے حضرت عائشہؓ و حفصہؓ کو نمازِ پنجگانہ کے بعد لعنت کرنا واجب جانتے ہیں (کافی)۔ حالانکہ گالی دینا کسی بھی عامی شخص کو ہر ملت و شریعت میں حرام اور کمینگی ہے۔ چہ جائیکہ اپنے رسولؐ کی بیویوں، خسروں، داماوں اور قریبی رشتہ داروں کو گالی دے کر زبان گندی کی جائے

دھوکہ کی اجازت

۵۔ دھوکہ فریب ہر قانون میں حرام ہے۔ مگر اہل سنت کے مُردوں تک کو بھی شیعہ دھوکہ دینے کے قائل ہیں۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی طرف یہ حدیث منسوب کی ہے کہ انہوں نے ایک سنی کا جنازہ پڑھایا تو اس پر یوں بددعا کی۔ " اے اللہ! اس پر لگاتار لعنت کر، اسے اپنے بندوں اور شہروں میں رسوا کر اور سخت عذاب دے الخ (فروع کافی ج ۱ ص۹۹)

بطورِ نمونہ یہ پانچ مثالیں پیش کی ہیں۔ شیعہ کے ائمہ نے حلال و حرام کا منصب سنبھال کر دین کا حلیہ ہی بگاڑ دیا ہے۔

تحقیقی جواب

اب آیئے مسئلہ کے تحقیقی جواب کی طرف، ہم کہتے ہیں کہ تحلیل و تحریم کا مطلب مضاف الیہ کی طرف نسبت سے مختلف ہوتا ہے۔ اصل شارع اور قانون ساز اللہ تعالیٰ ہیں۔ اور پھر بیان و تبلیغ میں نمائندہ کی حیثیت سے حضور سرورِ کائنات علیہ افضل الصلوات والتحیات ہیں۔ آپؐ نے کئی چیزوں کی حلت و حرمت تشریح فرما کر بیان کی۔ مگر کئی چیزیں مجمل بھی رہیں کہ آپؐ کے عہد میں ان کی عملی ضرورت سامنے نہ آئی۔ جب زمانہ آگے بڑھا۔ ترقیات اسلام ہوئیں اور لاتعداد نئے مسائل و حوادث سامنے آئے تو اب جو علماء ان نئی جزئیات کو قرآن و حدیث کے کسی کلیہ سے جوڑ کر ان کے احکام بتانے لگے۔ یا اس مجمل و مبہم قانون کو زمانے کی ضروریات کے پیش نظر واقعاتی اور جزئیاتی دفعات میں مفصل پیش کرنے لگے وہ فقہاء اور مجتہدین کہلائے اور کئی مسائل میں تحریم و تحلیل کی نسبت ان آئمہ کی طرف ہوئی کہ یہ چیز فلاں امام نے حرام بتائی ہے۔ فلاں کے نزدیک حلال ہے۔ تو درحقیقت یہ تجزیہ و استنباط خدا اور رسولؐ کے حلال کو حرام یا حرام کو حلال کرنا نہیں ہے بلکہ مخفی و مستور چیزوں کی یا ضرورت زمانہ

کے پیشِ نظر خاص جزئیات کی حلت و حرمت کے ساتھ عملی تدوین ہے جو ترقی پذیر معاشرہ کے لیے انتہائی لابدی ہے۔ اور یہیں سے ہم کہتے ہیں کہ اسلام اور قانونِ شریعت میں اتنی لچک اور وسعت موجود ہے کہ وہ ہر زمانے کا چیلنج قبول کر سکتا ہے۔ ہر متمدن و مہذب قوم کے لیے لائقِ عمل ہے۔ اس نقطہ نظر سے بشمول سیدنا علی المرتضیٰ رضؓ خلفاءِ راشدینؓ کی بعض اصلاحات اور قانونی تعبیرات کو دیکھا جائے جو عہدِ نبوی سے شکل و صورت میں قدرے مختلف نظر آتی ہوں، تو ان میں کوئی تضاد نظر نہیں آتا بلکہ اسلام کی ایک ارتقائی شان نمایاں ہوتی ہے۔

مثلاً باقاعدہ مصحف میں جمع قرآن عہدِ صدیقی میں ناگزیر ضرورت تھی جو سب صحابہ کرامؓ کے اتفاق سے عمل پذیر ہوئی۔ کلمہ کا اقرار کرنے کے باوجود منکرین زکوٰۃ اور متنبی کذاب کے پیروکاروں سے جہاد کرنا بالاتفاق جائز سمجھا گیا حالانکہ عہدِ نبوی میں کلمہ کا اقرار تحفظِ دم کا ضامن تھا۔ مصارفِ زکوٰۃ میں مؤلفۃ القلوب بھی تھے۔ کہ کفار کو مائل باسلام کرنے کے لیے زکوٰۃ دی جائے۔ مگر تمام صحابہ کرامؓ نے اسے غلبہ اسلام اور خاتمہ شرک کی بنا پر ختم کر دیا۔ (مجمع البیان ج ۲ ص ۸۵)

اسلامی معاشرہ میں غیر عربوں اور نومسلموں کی بکثرت آمد سے جب مے نوشی عام ہوئی تو حضرت علیؓ کے مشورہ سے تمام صحابہ کرامؓ نے ۴۰ کے بجائے ۸۰ درے شرابی کی حد مقرر کر دی (مسلم و ابنِ ماجہ) جس سے شیعوں کو بھی اتفاق ہے (من لایحضرہ الفقیہ ج ۴ ص ۴۰، کافی کلینی ج ۲ ص ۲۹۸) پہلے مفتوحہ اراضی مجاہدین میں تقسیم کر دی جاتی تھیں مگر جب عراق کی وسیع اراضی "سوادات" فتح ہوئیں تو اختلافِ رائے و تمحیص کے بعد وہ بیت المال کا حصہ اور اسٹیٹ کی ملکیت قرار پائیں۔ تاکہ جاگیرداری کا نظام اسلام میں پیدا نہ ہو جائے۔ (ملاحظہ ہو کتاب الخراج ص ۱۴) کتابی عورتوں سے نکاح تو حلال ہے مگر حضرت عمرؓ نے اسلامی معاشرہ کو غیر مسلم جراثیم سے بچانے کے لیے عارضی طور پر نکاح پر قدغن لگائی۔ مہر کے کم کرنے کی ترغیب دی اور اسے قانون بنایا۔ عہدِ نبویؐ میں عورتیں باجماعت نماز پڑھتی تھیں مگر بعد میں سادگی ختم ہونے اور غیر قوموں کی

مدینہ میں آمد سے اس پر پابندی لگائی۔ حضرت عائشہؓ نے بھی یہی فتویٰ دیا کہ اگر یہ حالات حضورؐ کے زمانے میں ہوتے تو آپؐ عورتوں کو مسجد میں جانے سے روک دیتے مسلمان سے جنگ کرنا حرام ہے۔ مگر حضرت علی المرتضیٰؓ نے ناگزیر حالات کی بنا پر مسلمانوں سے جنگ کی (نہج البلاغۃ) عہدِ نبوی میں تراویح ایک رمضان میں باقاعدہ تین راتیں پڑھی گئیں۔ صحابہ کرامؓ کے شدید شوق و رغبت کے باوجود آپؐ نے چوتھے دن نہ پڑھائی کہ وحی کا زمانہ ہے کہیں فرض نہ ہو جائے۔ البتہ اجتماعی یا انفرادی پڑھنے کی ترغیب دے دی۔ حضرت عمرؓ مزاج شناسِ پیغمبرؐ نے ایک امام کے پیچھے باقاعدہ ۲۰ تراویح کا تمام صحابہ کرامؓ کے اتفاق سے اہتمام کرا دیا جو شرق و غرب، عرب و عجم میں تا ہنوز جاری ہے (بخاری و مسلم)

الغرض ایسی مثالیں بکثرت ہیں کہ تمام صحابہ کرامؓ کے اتفاق سے یا مرکزی کابینہ (مجلسِ شوریٰ) کی کثرتِ رائے سے عہدِ نبوی کے بعض مسائل کو ایک خاص قانونی حیثیت دی گئی جس پر کسی نے طعن نہیں کیا۔ جو درحقیقت اتباعِ رسولؐ ہی تھی اور ترقی پذیر اسلام کا عملی نفاذ بھی تھی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرما گئے۔

علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین (مشکوٰۃ)

لوگو! تم پر لازم ہے کہ میری سنت اور میرے خلفاءِ راشدین کی سیرت پر چلنا جو ہدایت یافتہ ہیں۔

جبکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد بھی یہ ہے کہ "سابقون اولون، مہاجرین انصارؓ کے ساتھ ان کے پیروکار بھی جنتی اور رضاءِ الٰہی کے تمغہ سے سرفراز ہیں (توبہ پ ۱۱ ع ۲)

افسوس ہے کہ شیعہ حضرات اپنے گروہ کے مفادات اور شخصی حالات کے لیے سب کچھ کر گزرتے ہیں اور قرآن و سنت سے اعراض کے علاوہ اپنے آئمہ اہلِ بیت کی بھی صریح مخالفت کرتے ہیں جیسے آج کل اپنے مذہب کے تقیہ اور کتمان کی تعلیم جھٹلا کر "فقہ جعفریہ" کے نفاذ کے لیے ملک میں انتشار پھیلا رہے ہیں۔ حالانکہ "غیبت کبریٰ" کے اس دور میں ان کو ہرگز اس کا حق حاصل نہیں۔ یہ صرف "امام مہدی" کا خاصہ ہے

کہ وہ تشریف لاکر عملاً شیعہ قانونِ اسلام (ان کے بقول) نافذ فرمائیں گے۔ مگر تلامذہ رسولؐ فضلاءِ دبستان نبوت، مکتبِ رسالت کے تعلیمیافتہ، خلفاءِ اسلام اور صحابہ کرامؓ کے حق میں وہ اتنے تنگ نظر اور عیب چین واقع ہوئے ہیں کہ وہ ان کے ہر عمل میں بال کی کھال اتارتے ہیں۔ اپنے فکرِ نارسا کی ترازو میں تولتے ہیں۔ عہد نبوی سے قدرے مختلف ہر اتفاقی شکل اور قانونی تعبیر پر بدعت کا حکم لگا دیتے ہیں۔ حالانکہ ان کے اقدامات کی صحت کی آپ نے ضمانت بھی دے دی۔ اتباع کا حکم بھی فرما دیا۔ اللہ نے ان کو جانشین رسول بنا کر وہ تمام وعدے اور پیشینگوئیاں ان کے ہاتھ پر پوری کر دیں جو غلبہ اسلام۔ اتمامِ نورِ دین اور کفار و مخالفین کی ہلاکت کی صورت میں اپنے نبی سے فرمائی تھیں اور تمام دنیائے اسلام ان ہی کی قربانیوں اور فتوحات کا ثمرہ ہے۔ اگر وہی معاذ اللہ مخالفِ رسول اور بدعتی قرار پائیں تو قرآن کے ایک ایک لفظ سے لے کر عمل کے ادنیٰ شعبے تک کسی بھی چیز پر اعتبار نہ رہے گا۔

شیعہ کے لیے واجب الاتباع دو چیزیں جیسے ان کے مخالف فرقہ شیعہ کا وجود علینی گواہ کافی ہے کہ ان کے اعتقاد میں قرآن و سنت نبوی اور خلفاءِ راشدینؓ کی اتباع کے بجائے صرف دو چیزوں کی اتباع ہے۔ "امام العصر" کی جو آج کل بارھویں امام مہدی ہیں اور بارہ سو سال سے نامعلوم غاروں میں غائب ہیں۔ یا اس قرآن کی جو بقول شیعہ حضرت علیؓ کا جمع کردہ ہے۔ اور آئمہ کے پاس صرف ہوتا ہے آج کل وہ بھی حضرت مہدی کے پاس ہے۔ وہ قریبِ قیامت تشریف لاکر اصلی قرآن پڑھائیں گے اور قانونِ اسلام نافذ کریں گے۔ جب یہ واجب الاتباع دونوں چیزیں آج شیعہ کے پاس نہیں اور یقیناً نہیں ہیں تو موجودہ دور میں اسلام کے متعلق ان کے بلند بانگ دعاوی ایک شور و غوغا سیاسی ٹریکٹ یا سراب اور سبز باغ کے علاوہ کچھ بھی حیثیت نہیں رکھتے۔ (نعوذ باللہ من شرورنا و شرور الشیعۃ)

اس تفصیل سے معذرت خواہی کرتے ہوئے حاصل جواب یہ ہوا کہ کوئی امتی رسولؐ کے حرام و حلال کو بدل نہیں سکتا۔ مگر مجمل کو مفصل خفی کو ظاہر کر سکتا ہے جزئیات کے تتبع سے

کلی قانون بنا سکتا ہے۔ منشاءِ نبوت سمجھتے ہوئے حالات کے تقاضہ کے پیش نظر وقتی اصلاح و تغیر کر سکتا ہے اور قانونی اعتبار سے یہ باعثِ کمال ہے۔ قانون ساز کی تائید و اتباع ہے۔ اس کی مخالفت ہرگز نہیں ہے۔ دنیا کے ہر قانون میں اس کی گنجائش موجود ہے۔ بالفرض ہماری یہ سب تقریر اگر شیعہ کے لیے حجت نہیں تو اپنے آئمہ کے متعلق یحللون مایشاءون اور یحرمون مایشاءون (کہ وہ اپنے منشاء سے حلال و حرام کرتے ہیں) کی جو توجیہ کریں وہی ہمارے خلفاءِ اسلام اور پیغمبرؐ کے لیے کر دیں۔

متعہ کی بحث سوال ۵۶۔ مولوی شبلی نعمانی "الفاروق ص۲۱۷ بحوالہ صحیح مسلم تحریر کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے حکم دیا۔

" دو متعہ رسول اللہ صلعم کے زمانے میں تھے ایک متعۃ الحج اور ایک متعۃ النساء مگر میں دونوں کو حرام کرتا ہوں"۔

حلال رسولؐ و رب رسولؐ کو حضرت عمرؓ نے کس اختیارِ دینی سے حرام قرار دیا۔ وضاحت فرمائیے۔

جواب۔ بقید صفحہ الفاروق کا حوالہ بالکل غلط ہے۔ تلاشِ بسیار کے باوجود ہمیں نہیں ملا۔ البتہ مسلم شریف الواب المتعہ میں ایک حدیث ہے جس کے حوالہ سے سائل اعتراض کر رہا ہے۔ مگر اس میں بھی ناقل کو غلطی لگی ہے۔ اصل حدیث یہ ہے۔

عن ابی نضرۃ قال کنت عند	ابو نضرہ کہتے ہیں میں جابر بن عبداللہؓ
جابر بن عبد اللہ فاتاہ آت فقال	کے پاس تھا ایک آنے والا آیا اور اس
ابن عباس و ابن الزبیر اختلفا فی	نے بتایا کہ ابنِ عباسؓ اور ابن زبیر نے
المتعتین فقال جابر فعلناھما مع	دو متعوں رج والا۔ عورتوں والا) کے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	متعلق اختلاف کیا ہے۔ حضرت جابرؓ نے
نہانا عنھما عمر فلم نعد لھما	کہا ہم نے حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے

ساتھ یہ کیے تھے۔ پھر حضرت عمرؓ نے ہم کو روک دیا تو ہم نے پھر نہ کیے۔

حضرت جابر بن عبداللہ انصاریؓ مشہور۔ فاضل کثیر الروایۃ صحابی ہیں۔ شیعہ

کتبِ رجال سے پتہ چلتا ہے کہ وہ بھی ان کی عظمت کے قائل ہیں۔ جب وہ حضرت عمرؓ کے منع فرمانے سے رک گئے حالانکہ ان کے تقویٰ، جلالتِ شان اور دیانت سے یہ توقع نہیں کہ وہ محض حضرت عمرؓ کے فرمانے سے رک گئے ہوں اور مخالفتِ رسول کی ہو۔ اس کی وجہ ظاہر ہے کہ حضرت عمرؓ نے دلائل کے ساتھ ان کو منوایا کہ متعہ حرام ہے۔ کیونکہ بالآخر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے حرام قرار دیا اور سابقہ جواز منسوخ کر دیا ہے۔ تب آپ رک گئے۔ چنانچہ شارح مسلم علامہ نووی لکھتے ہیں۔

هٰذا محمول علی ان الذی استمتع فی عهد ابی بکر و عمر لم یبلغه النسخ وقوله حتی نهانا عنه عمر یعنی حین بلغه النسخ۔ (مسلم ج ۱ ص ۴۵۱)

یہ حدیث اس پر محمول ہے کہ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کے دور میں جس نے متعہ کیا اسے نسخ کی حدیث نہ پہنچی تھی۔ اور "نہانا" کا مطلب یہ ہے کہ جب نسخ کی خبر ہو گئی تو ہم نے چھوڑ دیا۔

جب ایک کام جواز کے بعد منسوخ کر دیا گیا تو اعتبار نسخ کا ہو گا جو آخری صورتِ عمل ہے۔ اب اگر نسخ سے قبل کسی سے متعہ کرنے کا ذکر ملے یا اسے نسخ کا علم نہ ہوا اور بعد از عہدِ نبوی اس نے کیا ہو۔ تو اس سے جواز پر استدلال زبردست خیانت ہو گی۔ افسوس کہ شیعہ حضرات کا یہی وطیرہ ہے کہ وہ کسی کتاب سے متعہ کرنے والی روایت تو لے لیتے ہیں مگر اسی باب سے نہی والی اور منسوخ کر دینے والی بکثرت روایات ہضم کر جاتے ہیں گو وہ حضرت علیؓ سے ہی کیوں نہ ہوں۔ مثلاً اسی مسلم شریف میں باب المتعہ کا عنوان یہ ہے۔

"متعہ جائز ہوا پھر منسوخ ہوا اور تا قیامت دائمی حرام کر دیا گیا"۔ پھر شروع میں تین چار حدیثیں حضرت جابرؓ وغیرہ سے اباحت و جواز کی بطورِ واقعہ ماضی مذکور ہیں پھر ۸۔۱۰ احادیث نہی از متعہ کی مرفوعاً مذکور ہیں۔

مثلاً ۱۔ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یاایها الناس قد کنت اذنت لکم فی الاستمتاع من النساء وان

حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا۔ اے لوگو! میں نے تم کو عورتوں کے ساتھ متعہ کرنے کی اجازت دی تھی۔ اب اللہ نے

اللہ قد حرم ذالك الی یوم القیامة

(مومنون و معارج کی آیت اتار کر) اس کو قیامت تک حرام کر دیا ہے۔

ایسی تین حدیثیں حضرت سبرہ بن معبدؓ سے مروی ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً متعہ سے منع کی پانچ حدیثیں مروی ہیں۔ مثلاً

علی سمع ابن عباس یلین فی المتعة فقال مهلا یا ابن عباس فان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم نهی عن هٰذا یوم خیبر وعن لحوم الحمر الانسیة (مسلم ج ۱ ص ۴۵۲)

حضرت علیؓ نے ابن عباسؓ کے متعلق سنا کہ وہ متعہ کے حق میں نرمی کرتے ہیں تو فرمایا ابن عباسؓ رک جاؤ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن متعہ کرنے سے اور پالتو گدھے کھانے سے روک دیا ہے۔

حضرت علیؓ سے نہی از متعہ کی حدیث شیعہ کی معتبر کتاب از صحاح اربعہ۔ الاستبصار للطوسی میں ہے۔

عن علی علیه السلام قال حرم رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم لحوم الحمر الاهلیة ونکاح المتعة (الاستبصار ج ۳ ص ۱۴۲)

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھریلو گدھوں کا گوشت کھانا اور متعہ کرنا حرام کر دیا ہے۔

تعجب ہے کہ کتبِ طرفین میں حضرت علیؓ سے حرمتِ متعہ کی ان احادیث کے باوجود شیعہ نے حضرت علیؓ کا فرمان و فتویٰ چھوڑ دیا۔ جن کا نام لے کر تمام دنیائے اسلام کو اپنے سوا بے ایمان اور جہنمی بناتے ہیں۔ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے مرجوح فتویٰ ۔ جو انہوں نے واپس لے لیا تھا۔ سے متعہ چلانا شروع کر دیا۔ حالانکہ ان کو اعمٰی گمراہ اور بے دین جانتے ہیں۔ الغرض متعۃ النساء کو حضرت عمرؓ نے حرام نہیں کیا خود حضور علیہ السلام نے حرمتِ متعہ پر نص فرمائی مگر بعض صحابہؓ کو اس کی اطلاع نہ ہو سکی۔ وہ کچھ دن جواز کے قائل رہے۔ جب حضرت عمرؓ کو پتہ چلا تو آپؓ نے بذریعہ آرڈی ننس اسکی

حرمت واضح فرمادی پھر سب لوگ باز آگئے۔ کسی صحابی و تابعی نے جوازِ متعہ کا فتویٰ نہ دیا۔ مگر بعد کے فرقہ شیعہ نے اس حرام گوشت کو اپنے دانتوں سے الگ نہ کیا۔

نوٹ ۔ واضح رہے کہ اہلِ سنت کی کتب میں جس متعہ کی اباحت پھر تحریم کا ذکر ملتا ہے وہ دراصل وقتی نکاح تھا اور نکاحِ متعہ وقتیہ کے لیے گواہ شرط تھے۔ کیونکہ عقد کے لیے گواہوں کی شرط اس آیتِ نکاح سے معلوم ہوتی ہے۔

وَاُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسَافِحِيْنَ (نساء ع۴)

مذکورہ محرمات کے علاوہ عورتیں حلال ہیں جب کہ تم مہر کے بدلے دائمی نکاح میں لانا چاہو۔ شہوت رانی کرنے والے نہ ہو۔

۲۔ مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ (نساء)

وہ عورتیں دائمی نکاح سے ہوں شہوت رانی اور چھپی دوستی لگانے والی نہ ہوں۔

جس متعہ بلا گواہ کے شیعہ قائل ہیں وہ کبھی اسلام میں جائز نہیں رہا محض جاہلیت کا شعار تھا۔ شیعہ کے ہاں نکاح اصلی دائمی کے لیے بھی گواہ شرط نہیں۔ وہ متعہ کے لیے اس کے قائل کیسے ہو سکتے ہیں۔ شیعہ رسالہ توضیح المسائل کا یہ لطیفہ سن لیں۔

قانونِ الزام کے بعض فروعات۔ اہلِ سنت کے یہاں یہ ضروری ہے کہ عقدِ نکاح دو گواہوں کی موجودگی میں پڑھا جائے۔ لیکن شیعوں کے یہاں اس کی ضرورت نہیں ہے لہٰذا اگر کوئی سنی بلا گواہوں کے عقد کرے تو اس کا عقدِ نکاح "قانونِ الزام کے تحت باطل ہے اور اس عورت سے (شیعہ) عقد کر سکتا ہے۔ (توضیح المسائل ص۳۵۱)

بلا گواہوں کے عقد عارضی گھنٹہ بھر کے لیے ہو یا دائمی ہو وہ چھپے تعلق کے تحت آتا ہے اور از روئے قرآن حرام ہے۔ اور گواہوں کی موجودگی سے عارضی وقتی نکاح بھی حرام ہے، تفریق واجب ہے۔ بطرزِ شیعہ متعہ کی تفصیل آئندہ آ رہی ہے۔

یہاں ہم نے یہ واضح کر دیا کہ متعہ خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حرام فرمایا۔ اور حضرت عمرؓ نے اسکی حرمت اسی اختیارِ دینی سے پھیلائی جس کی تفصیل پچھلے سوال میں ہم نے کر دی جن حضرات کو حرمت کا علم حضرت عمرؓ کے اعلان سے ہوا۔ انہوں نے

بطور جواز تحریم کی نسبت حضرت عمرؓ کی طرف کر دی۔ اور ایسا ہوتا رہتا ہے کہ کبھی نسبت سببِ قریب کی طرف کر دی جاتی ہے۔ جیسے بلا امتیاز ہم سنی شیعہ کہتے ہیں کہ فلاں چیز شریعت میں ناجائز ہے۔ حالانکہ وہ فقہا کا مستنبط حکم ہوتا ہے۔ قرآن و سنت میں منصوص چیز نہیں ہوتی۔ گویا سببِ قریب کی طرف نسبت کر دی جاتی ہے۔ الغرض متعہ حرام ہے اور قطعی حرام ہے۔ خدا نے سورۃ مومنون اور سورۃ معارج کی آیت میں حرام کر دیا ہے۔

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ

(وہ مومن کامیاب ہیں)، جو اپنی شرمگاہوں کو بچاتے ہیں بجز اپنی بیویوں اور باندیوں کے۔ کیوں کہ اس میں ان پر کوئی ملامت نہیں۔

زنِ متعہ بالاتفاق نہ بیوی ہے نہ باندی۔ کیونکہ نان و نفقہ، مکان، میراث، طلاق وغیرہ حقوقِ زوجیت اس کو نہیں ملتے۔ وہ چار میں منحصر نہیں۔ لاتعداد عورتوں سے متعہ ہو سکتا ہے۔ باندی نہیں کہ وہ آزاد مگر کسبی عورت ہے اسے بیچا نہیں جا سکتا۔ معلوم ہوا کہ بیوی باندی کے ماسوا ہر قسم کی شہوت رانی بصورت زنا، متعہ، اغلام جلق نصِ قطعی سے سب حرام ہوئی۔ رسولِ خدا نے بھی متعہ حرام کر دیا۔ اب کسی روایت سے جوازِ متعہ کا استدلال ایسا ہی ہے کہ کوئی شخص آیت اِنَّمَا الْخَمْرُ ... رِجْسٌ (شراب وغیرہ گندگی ہے) سے تو اعراض کرے اور تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَكَرًا وَّرِزْقًا حَسَنًا (نحل ع۹) (کہ تم انگور سے نشہ اور اچھا رزق بناتے ہو) سے شراب کی حلت پر استدلال کرنے لگے تو ایسا شخص زندیق ہے۔ اسی طرح خدا اور رسولؐ کی حرمت کے بعد جوازِ متعہ کا قائل اور بزعمِ خود بعض آیات و روایات سے جواز کشید کرنے والا زندیق و بے دین ہے۔

تقیہ اور کتمان کی بحث

سوال ۵۷۔ قرآن مجید میں ہے۔ قَالَ مُؤْمِنٌ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ اِيْمَانَهٗ یعنی آلِ فرعون کا مومن اپنے

ایمان کو چھپائے ہوئے تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ بحالتِ خوف ایمان کو چھپانا مومن کے لیے مانعِ ایمان نہیں ہے ——— پھر شیعوں کا تقیہ کرنا کیوں مذموم ہے؟

سوال ۵۸۔ صحیح بخاری ج ۴ ص ۱۲۳ طبع مصر میں حسن بصری سے مروی ہے کہ التقیۃ باقیۃ الی یوم القیامۃ۔ جب تقیہ قرآن و حدیث سے ثابت ہے تو پھر آپ کے مذہب میں شیعوں کو کس وجہ سے نشانۂ طعن بنایا جاتا ہے۔

جواب۔ پہلے سوال کی تو آیت ہی غلط لکھی ہے۔ آیت یوں ہے۔ وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ الخ یہ ہے شیعہ کی قرآن دانی کہ ایک جملہ میں دو غلطیاں کر دیں۔ ایمان ایک قلبی فعل ہے جو خود بخود مکتوم اور مستور ہوتا ہے۔ یہ قید واقعی ہے احترازی نہیں۔ جہاں کفر کے مقابلہ میں یا پوچھنے پر حق گوئی کی ضرورت پڑے تو اظہار کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ یہ رجل مومن بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معتقد و مومن بن گیا تھا۔ مگر کبھی اسکو "یا موسیٰ المدد" کا نعرہ لگا کر بلا ضرورت ایمان جتلانے کی حاجت نہ ہوئی۔ ہاں جب فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خلاف قتل کی سازش کی وہ رجل مومن ردائے تقیہ کو تار تار کر کے حضرت موسیٰؑ کی حمایت میں چلا اٹھا اور فرعون کے بھرے دربار میں وہ عظیم الشان تقریر فرمائی جو اللہ تعالیٰ نے سورۃ مومن میں دو بڑے رکوع میں نقل فرمائی۔ فرعون کی الوہیت اور شرک کی مذمت میں سب کچھ کہہ کر اپنی جان موت کے منہ میں رکھ دی مگر۔

فَوَقَاهُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِ مَا مَكَرُوْا	اللہ نے اس کو فرعونیوں کی سازشوں سے
وَحَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ الْعَذَابِ	بچا لیا اور بدترین عذاب فرعونیوں کو لے
(مومن ۶۶)	ڈوبا۔

اگر اسی چیز کا نام اصطلاحِ شیعہ میں کتمانِ دین اور تقیہ ہے تو اللہ ہمیں یہ ایمان اور جراتِ رجلِ مومن نصیب کرے۔

مگر اے شیعو! تمہارا تقیہ و کتمان بالکل اس کی ضد ہے۔ تم تقیہ اس وقت کرتے ہو جب تمہارا پیشوا حضرت مسلم بن عقیل بغاوت کے جرم میں بامِ بالا سے گرایا جاتا ہے۔

تمہیں کتمان اس وقت راس آتا ہے جب جگر گوشۂ رسولؐ سیدنا حسین مظلومؓ منافقوں کے نرغے میں آجاتے ہیں۔ آپ کو تقیہ پر تب ناز ہوا جب حضرت زین العابدینؒ نے یزید کی بیعت کر کے اس کی غلامی کا صاف اقرار کیا۔ آپ کے آئمہ کے اس تقیہ (التقیۃ من دینی و من دین اٰبائی) کا رجل مومن سے کیا تعلق کہ اس تقیہ کی بنا پر دین محمدی ہمیشہ کے لیے اپاہج، مفلوج اور غار میں محبوس ہو کر رہ گیا کہ آج آپ کو صاف صاف اقرار ہے کہ اصلی دین اسلام کا ظہور اور غلبہ حضرت مہدی کے زمانے میں ہو گا۔ صرف وہ کسی ظالم زمانہ کے ہاتھ پر بیعت نہ کریں گے۔ وہی صرف اصلی قرآن پڑھائیں گے اور نافذ کریں گے۔ خدا نے غلبہ دین قیام اسلام، شکست کفار، اقتدارِ اہلِ ایمان کی جو بھی پیشینگوئیاں فرمائی ہیں آج تک کوئی بھی پوری نہیں ہوئی۔ حضرت مہدی کے زمانہ میں پوری ہوں گی وغیرہ۔ دیکھیے حضرت مہدی کے حالات در منتہی الآمال قمی ج ۲۔

احتجاجِ طبرسی ج ۲ ص ۲۸۴ پر ہے کہ حضرت امام مہدیؑ یہ فرما کر غائب ہوئے کہ میرے باپ دادوں (۱۱ آئمہ) میں سے کوئی ایک بھی نہ تھا جس کی گردن میں اس کے زمانہ کے طاغی کی بیعت نہ ہو۔ ہاں جب میں اپنے وقت پر نکلوں گا تو کسی طاغوت کی بیعت میری گردن میں نہ ہو گی۔

تو آج تک تو ۱۲ آئمہ نے تقیہ کے قلعہ میں بیٹھ کر اپنے شیعوں سے صرف متعہ کرنے کرانے اور رسوم عزا بجا لانے، یا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صدق دل سے پڑھنے والے مسلمانوں کے قتلِ عام کی خدمت لی۔ سیف مرتضوی سے چند کفار کے ماسوا نہ کوئی کافر ان کے ہاتھ سے مرا نہ مسلمان ہوا۔ نہ اسلامی حکومت قائم کی نہ احکامِ عشر نافذ کیے۔ ہاں اس تقیہ نے ہی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کیا۔ ملاحظہ ہو علامہ خلیل قزوینی نے حضرت حسینؓ کے قتل کے اسباب میں کیا خوب لکھا ہے۔

وایں اشارت است بایں کہ از	کہ ان بزرگوں کی شہادت کا بڑا سبب
جملہ باعث کشتہ شدن ایشاں صلوات	شیعانِ کوفہ امامیہ کا قصور ہے کہ انہوں
اللہ علیہ تقصیر شیعہ امامیہ است از تقیہ و	نے تقیہ وغیرہ مصلحتیں اختیار کیں جیسے

وماانند آں مصالح امام۔	امام کے لیے مفید جانتے ہیں۔

(صافی شرح کافی بحوالہ قاتلان حسینؓ ص۵۲)

شیعہ کے تقیہ و کتمان اور اہلسنت کے اکراہ میں فرق

واضح رہے کہ مذہب حق کے علمبردار اہل السنت والجماعت کثر اللہ سوادہم قرآن و سنت کی ہر بات کو لفظ اور معنی کے اعتبار سے مکمل مانتے ہیں۔ کسی چیز کو خلاف مزاج پاکر شیعہ کی طرح انکار یا اس سے اعراض نہیں کرتے۔ چونکہ اکراہ یا مجبوری کی صورت میں خود اللہ پاک نے "کلمہ کفر کہہ کر جان بچانے" کی اجازت دی ہے۔ اس لیے اسے تسلیم کرتے ہیں۔ مگر اس اجازت کی آڑ میں من مانی کرنے اور ہر قسم کی آزادی کے قائل نہیں ہیں۔ حضرت حسن بصری تابعیؒ کا مقولہ صحیح بخاری شریف کتاب الاکراہ میں اس آیت کی تفسیر میں آیا ہے۔

مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ الخ	جو شخص ایمان لانے کے بعد کفر کرے (وہ خدا کے غضب کا حق دار ہے) بجز

اس شخص کے جسے (ڈرا دھمکا کر) مجبور کیا گیا ہو جب کہ اس کا دل ایمان سے مطمئن ہو۔

تو شیعہ کے تقیہ اور اہل سنت کے اکراہ میں کئی لحاظ سے عظیم فرق ہے۔ دونوں کو گڈ مڈ کرنا یا فرق ظاہر نہ کرنا خیانت ہے۔

۱۔ یہ اکراہ اشد مجبوری کی صورت میں ہے جو زندگی میں کبھی کسی کو پیش آسکتا ہے۔ شیعہ کا تقیہ بجز خاص مواقع کے ہر شخص کو ہر وقت کرنا پڑتا ہے۔ کیونکہ امام جعفرؒ کا ارشاد ہے۔

" دین کے ۱۰ میں سے ۹ حصے تقیہ میں (گزارنے) ہیں۔ تقیہ نہ کرنے والا بے دین ہے موزوں پر مسح اور شراب نبیذ کے سوا ہر چیز میں تقیہ کرنا لازم ہے" (کافی باب تقیہ)

۲۔ ہمارے تقیہ و اکراہ کے لیے جان و مال اور عزت لٹنے کا خوف شرط ہے شیعہ کا تقیہ خوف و عدم خوف ہر حالت میں لازم ہے۔ امام جعفر صادقؒ کا ارشاد ہے "تقیہ ہر بات میں جائز ہے اور تقیہ کرنے والا اپنی در پیش ضرورت اور موقعہ محل کو خوب جانتا ہے۔ (باب تقیہ از کافی)

۳۔ شیعہ کے تقیہ میں خوف جان و مال کی بالکل ضرورت نہیں ہے اور بالکل جھوٹ کے مترادف ہے۔ باب تقیہ کی حدیث ہے۔

" ابوبصیر نے پوچھا۔ اے حضرت صادقؒ! کیا تقیہ اللہ کا دین ہے؟ فرمایا۔ ہاں اللہ کی قسم وہ اللہ کے دین سے ہے۔ حضرت یوسفؑ نے کہا اے قافلے والو تم چور ہو حالانکہ انہوں نے کوئی چیز نہ چرائی تھی۔ اور حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا میں بیمار ہوں۔ حالانکہ واللہ وہ بیمار نہ تھے۔" (کافی)

معلوم ہوا کہ شیعہ کے تقیہ میں خوف شرط نہیں۔ حضرت یوسفؑ علیہ السلام کو قافلہ سے کیا خوف تھا؟ یا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کیا خوف تھا! یہ بھی معلوم ہوا کہ شیعہ کا تقیہ اور شرعی جھوٹ بالکل ایک چیز ہیں کہ خلاف واقعہ بات کرنے کا نام ہے اہل سنت کے نزدیک ان دونوں قصوں کی صحیح تفسیر جو جھوٹ کی تہمت سے پاک ہے۔ یہ ہے کہ مؤذن کوئی اور تھا جو اپنے گمان میں پیمانہ نہ پاکر ان کو واقعی چور سمجھ رہا تھا۔ حضرت ابراہیمؑ کے دل میں بھی بتوں اور بت پرستوں کے خلاف دکھ اور روگ تھا۔ آپؑ کا کلام بھی سچا ہوا۔

۴۔ شیعہ کے ہاں تقیہ فرض و واجب ہے۔ کیونکہ تارک بے دین اور جہنمی ہے تقیہ نہ کرکے جان دینے والا ناجائز موت مرے گا۔ اہل سنت کے یہاں جائز ہے۔ اگر نہ کرے اور کلمہ حق کہتے ہوئے جان دے دے تو افضل ہے۔ مرتبہ شہادت پائے گا۔

شیخ صدوق نے رسالہ اعتقادیہ ص۱۲۷ میں لکھا ہے۔

التقیۃ واجبۃ لایجوز رفعھا	تقیہ یعنی دین چھپاکر رہنا واجب ہے
الی ان یخرج القائم فمن ترکھا قبل	اسے اٹھاکر مذہب ظاہر کر دینا جائز
خروجہ فقد خرج عن دین اللہ و	نہیں جب تک کہ قائم مہدی خروج نہ

عن دین الامامیة وخالف الله ورسوله والائمة

کریں تو جو آپ کے خروج سے قبل تقیہ کرنا چھوڑ دے وہ اللہ کے دین سے اور امامی شریعت سے نکل گیا۔ اور اللہ، رسول ؐ اور آئمہ کی اس نے مخالفت کی۔

بہرحال امام مہدیؒ کے آنے سے قبل تقیہ تو ہر صورت میں فرض ہے۔ آجکل مفادِ دنیوی اور لیڈری جتانے کی خاطر۔ جناب نجم الحسن کراروی، نصیر الاجتہادی اور مفتی جعفر حسین جیسے فضلاءِ شیعہ "فقہ جعفری نافذ کرو" کا جو انتشار ملک بھر میں پھیلا رہے ہیں ان پر ترکِ تقیہ کی وجہ سے اسلام سے ارتداد، دینِ امامیہ سے خروج اور خدا اور رسول و آئمہ کی صریح مخالفت کا فتویٰ تو لگ گیا۔

اگر فقہ جعفری کے نافذ کرانے میں وہ واقعی مخلص ہیں تو آئمہ و شیخ صدوق کے فتویٰ کی رد سے وہ دین اسلام سے خارج اور مرتد ہیں۔ بطورِ مرتد۔ قانونِ جعفری کے تحت قتل ہونا منظور کر لیں۔ پھر نفاذ کی صورت نکل آئے گی۔

واضح رہے کہ صدوق کی عبارت میں تقیہ سے مراد تا خروجِ قائمؑ اپنا دین و مذہب چھپانا ہے۔ اس کے لیے کوئی خوف و خدشہ کی قید نہیں ہے۔ کافی کے بابِ تقیہ اور بابِ کتمان سے بھی یہی مراد ہے کہ کسی ایک روایت میں بھی خوفِ مال و جان کی قید نہیں ہے۔ دراصل خوفِ مال و جان والا تقیہ اکراہ کہلاتا ہے۔ وہ خروجِ مہدی پر بھی منسوخ نہ ہوگا۔ کیونکہ یہ قرآن میں منصوص ہے۔ امام مہدی قرآن کو تو منسوخ نہ کریں گے۔ معلوم ہوا کہ آج شیعوں کو مذہب چھپا کر رہنا فرض ہے۔ مذہب کا اظہار حرام ہے۔

۵۔ اہلِ سنت کا تقیہ بوقتِ مجبوری عوام کے لیے ہے۔ خواص یعنی انبیاءؑ معصومین کے لیے جائز نہیں۔ جبکہ شیعہ کا تقیہ رسول ؐ کے علاوہ آئمہ معصومین کے لیے بھی لازم ہے۔ امام جعفر صادقؒ کا ارشاد ہے۔

التقیة من دینی ومن دین اٰبائی ولا دین لمن لا تقیة له (بابُ الکتمان کافی)

مذہب چھپانا میرا اور میرے باپ دادے کا مذہب ہے جو تقیہ نہ کرے وہ بے دین ہے،

۶۔ شیعہ کا تقیہ خود خدا نے بھی کیا۔ کہ حضرت علیؓ کے امامت کے عقیدہ کو کما حقہٗ تقیہ کر کے چھپایا۔ حدیثِ کافی ملاحظہ ہو۔

"امام باقرؒ فرماتے ہیں اللہ کا حضرت علیؓ کو امام و ولی بنانا ایک راز تھا جو اللہ نے حضرت جبریل کو بطورِ راز بتایا اور حضرت جبریلؑ نے حضرت محمد رسول اللہ ؐ کو بطورِ راز یہ عقیدہ بتایا۔ اور حضرت محمدؐ نے یہ راز صرف حضرت علیؓ کو ہی بتایا اور حضرت علیؓ نے یہ راز جسے چاہا (حضرت حسن و حسینؓ) بتایا۔ پھر اے شیعو! تم اس راز کو پھیلاتے پھرتے ہو۔۔۔ تم ہماری حدیثوں کو مت پھیلاؤ۔"

معلوم ہوا کہ پورا مذہب شیعہ اور عقیدہ امامت ایک عقدہ سربستہ ہے۔ اس کی اشاعت جرم ہی ہے۔ اس میں خوف کا تو کوئی پہلو ہی نہیں۔ لہذا آج۔ نعرہ بازی جھنڈا اٹھائی۔ رسومِ عزاداری اور فقہ جعفریہ کے نفاذ کے مطالبہ وغیرہ کسی بھی صورت میں مذہبِ شیعہ کو پھیلانا، عقیدہ امامت علیؓ ظاہر کرنا اور گلی کوچے میں تشیع کی تبلیغ کا مشن بنانا امام باقرؒ کے فتویٰ میں حرام ہے، حرام ہے، حرام ہے۔

کیا ان زر پرست نئے مذہب کے علمبرداروں کو ذرا بھی خدا و رسول ؐ اور امام معصوم سے حیا نہیں آتی؟۔

۷۔ اہلِ سنت کا اکراہ و تقیہ فطری ہے۔ کہ مجبوری اور شرائط کے تحت ہر دور میں رہے گا۔ یہی مطلب حسن بصریؒ کا ہے کہ حضرت مہدیؒ کی آمد اور غلبہ اسلام کے وقت بھی یہ ممکن ہے۔ کہ کوئی مسلمان تنہائی میں کسی کافر ڈاکو کے ہاتھ لگ جائے۔ جہاں اس کی مدد کو کوئی نہ پہنچ سکے تو وہ کلمہ کفر کہہ کر اپنی جان بچالے۔ جبکہ شیعہ کا تقیہ حضرت مہدیؒ کے آنے پر بالکل ختم ہو جائے گا۔

تقیہ کا معنیٰ مذہب چھپانا ہے وہ اِس دور میں فرض ہے

اس سلسلے میں چند احادیث مشتے نمونہ از خروارے ملاحظہ ہوں۔

۱۔ حضرت جعفر صادقؒ فرماتے ہیں جوں جوں امام مہدیؒ کا خروج نزدیک ہوگا

تقیہ کی شدید ضرورت ہو گی (ان کی آمد پر ختم ہو گا) (کافی تقیہ)

ب۔ حضرت صادقؒ نے فرمایا۔ اے حبیب! جو تقیہ کرے گا اللہ اسے بلند کرے گا۔ اے حبیب! جو تقیہ نہ کرے گا۔ اللہ اسے ذلیل کرے گا۔ اے حبیب! سب لوگ (شیعہ کے تقیہ کرنے کی وجہ سے) صلح وصفائی کے ساتھ رہیں گے۔ پھر جب امام مہدیؒ (آجائیں گے) تو تقیہ چھوڑ کر (شیعہ مسلمانوں سے لڑیں گے)۔ (کافی باب تقیہ) اس حدیث میں اشارات کو ہم نے واضح کر دیا ہے۔

ج۔ شیخ صدوق نے فرمایا ہے۔ تقیہ ضروری ہے۔ اس کا چھوڑنا قائم مہدیؒ کے نکلنے تک جائز نہیں۔ (احسن الفوائد ترجمہ رسالہ صدوق ص۴۷۲)

۸۔ ان احادیث کی روشنی میں شیعہ کے تقیہ کا معنیٰ ومفہوم بھی متعین ہو گیا کہ بحیثیت مجموعی بھی سب شیعوں کو اپنا مذہب وعقیدہ اس وقت تک چھپانا لازمی ہے جب تک امام مہدیؒ ظہور نہ فرمائیں۔ کیونکہ فطری تقیہ واکراہ کا مفہوم جو نے کے تحت ہم نے بیان کیا وہ ظہورِ مہدیؒ کے بعد بھی ہو گا اور شیعوں کو بھی اس کی ضرورت پڑ سکتی ہے وہ تا قیامت منسوخ نہیں ہو سکتا۔ معلوم ہوا جو تقیہ منسوخ ہو جائے گا وہ یہی ہے کہ اپنے دین اور مذہب کو غیر شیعہ سے چھپایا جائے اس کی غیر کو کبھی تبلیغ نہ کی جائے لہذا ہم کہتے ہیں کہ شیعہ حضرات اپنے شخصی اور جزوقتی مفادات سے قطع نظر کر کے امام کی اصل تعلیم کو اپنائیں اور تقیہ وکتمانِ مذہب پر پورا عمل کریں — ہم آپ کے تقیہ پر کوئی طعن وتشنیع نہیں کرتے۔ نہ مذموم ہونے کی رٹ لگاتے ہیں۔ ہم تو کافی کے باب التقیہ۔ باب کتمان۔ بحار الانوار کے کتاب التقیہ وغیرہ کتابوں کے ابواب التقیہ کی سینکڑوں احادیثِ معصومین کا حوالہ دے کر آپ کی نجات وتحفظ کی خاطر بار بار یہ عرض کرتے ہیں۔ کہ خدارا تقیہ کریں، ضرور تقیہ کریں۔ تقیہ چھوڑ کر آئمہ کو نہ جھٹلائیں مذہب کو ظاہر کر کے۔ امام کے فتویٰ کی رو سے۔ بے ایمان۔ بے دین اور جہنمی نہ بنیں۔ مذہب پھیلا کر اپنے آئمہ کو بدنام نہ کریں۔ تشیع ظاہر کر کے ذلیل وخوار نہ ہوں ترکِ تقیہ سے مخالفِ امام اور بدعتی نہ بنیں۔ عامہ مسلمین سے علیحدگی اختیار کر کے اسلام سے خارج نہ ہوں۔

اگر آپ کو یہ الفاظ گراں گزرے ہیں تو گستاخی معاف۔ الکافی کا باب التقیہ اور باب الکتمان اور شیخ صدوق کا رسالہ اعتقادیہ کھول کر خود پڑھ لیں۔

۱۔ امام باقرؒ نے فرمایا۔ اللہ کی قسم! روئے زمین پہ تقیہ سے زیادہ پیاری چیز مجھے کوئی نہیں ہے۔

۲۔ امام جعفر صادقؒ ارشادِ الٰہی۔ وَلَا تَسْتَوِی الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

قال الحسنة التقية و سيئة الاذاعة۔ نیکی دین کو چھپانے کا نام ہے اور برائی شیعہ مذہب کو پھیلانے کا نام ہے۔

۳۔ امام جعفر صادقؒ نے فرمایا۔ شیعو! تم ایسا کام نہ کرنا جس سے ہم بدنام ہوں کیونکہ بری اولاد والدین کو بدنام کرتی ہے۔ تم جن (آئمہ) کے ہو چکے ہو ان کے لیے زینت بنو۔ بدنامی کا داغ نہ بنو (ہماری تعلیم یہ ہے) کہ اہلِ سنت کے ساتھ باجماعت نمازیں پڑھو۔ ان کے بیماروں کی عیادت کرو۔ ان کے جنازے پڑھو۔ وہ کسی نیک کام میں تم سے آگے نہ بڑھیں۔ کیونکہ تم ان سے زیادہ نیکی کا حق رکھتے ہو۔ اللہ کی قسم! اللہ کی عبادت خبء سے زیادہ اچھی نہیں کی گئی۔ میں نے کہا خبء کیا چیز ہے؟ فرمایا تقیہ کرنا یعنی اپنے مذہب کو چھپا کر رہنا ہے۔

۴۔ امام صادقؒ نے فرمایا۔ ایک شیعہ بندے کو ہماری حدیث پہنچتی ہے۔ وہ صرف اپنے اللہ کو دکھا کر اس پر عمل کرتا ہے۔ اس کو دنیا میں عزت ملتی ہے اور آخرت میں نورِ ایمان ملتا ہے اور ایک بندے کو جب ہماری حدیث پہنچتی ہے فیذیعہ وہ اس کو پھیلاتا ہے۔ اس سے وہ دنیا میں ذلیل ہوتا ہے اور آخرت میں اللہ اس سے نورِ ایمان چھین لیتا ہے۔

۵۔ امام صادقؒ نے فرمایا۔ اے سلیمان! تم اس دین پر ہو جو اسے چھپائے گا اللہ اسے عزت دے گا اور جو اسے شائع کرے گا خدا اسے ذلیل کرے گا۔

۶۔ امام باقرؒ نے فرمایا ولا تبثوا امرنا و لا تذیعوا امرنا۔ یعنی مذہب اہلسنت کے خلاف ہمارے احکام کو مت پھیلاؤ اور ہماری امامت کی تبلیغ مت کرو۔ (کافی باب کتمان مع شرح در حاشیہ)

۷۔ امام صادقؒ نے فرمایا۔ ہماری امامت کا بھید بدستور چھپا رہا تا آنکہ مختار ثقفی کے پیروکاروں کے ہاتھ لگ گیا تو انہوں نے اسے گلی کوچوں اور بستیوں میں الاپنا شروع کر دیا۔

اس حدیث کی شرح میں محشی لکھتے ہیں۔ اولاد کیسان سے مراد وہ غدار اور مکار لوگ ہیں جو طالبِ قصاصِ حسین مختار ثقفی کے پیروکار بن گئے خود کو شیعہ کہتے تھے حالانکہ شیعہ نہ تھے۔

اس سے صاف معلوم ہوا کہ ۱۲ آئمہ کے عقیدہ امامت کا پرچار ایک سیاسی ڈھونگ تھا۔ جو مختار ثقفی نے اپنے اقتدار اور قتلِ اہلِ اسلام کی خاطر رچایا اور آج بھی اس کا پرچار کرنے والے مختاری ضرور ہیں، جعفری و باقری ہرگز نہیں۔

مختار ثقفی کا تعارف

مختار کے متعلق آئمہ اہلِ بیتؓ کے ارشادات ملاحظہ فرمائیں جس کے نام پر آج شیعہ فخر کرتے ہیں اور اس سفاکِ زمانہ پر لٹریچر پھیلا رہے ہیں۔

۱۔ امام صادقؒ فرماتے ہیں کہ مختار علی بن الحسینؒ پر جھوٹ بولا کرتا تھا (رجال کشی ص۸۳)

۲۔ مختار نے عراق سے بہت سے ہدایا زین العابدینؒ کی طرف بھیجے۔ جب وہ ان کے دروازے تک پہنچے اور اجازت چاہی تو آپ کے قاصد نے آ کر کہا۔ میرے دروازے سے ہٹ جاؤ میں کذابوں کے ہدایا لیتا ہوں نہ خط پڑھتا ہوں (رجال کشی ص۸۴) جلاء العیون ص۸۲۴ میں بھی یہ روایت ہے۔

۳۔ ابنِ ادریس نے مؤثق سند کے ساتھ حضرت صادقؒ سے روایت کی ہے کہ مختار جہنم میں جلے گا۔ وہ حضورؐ، حضرت علیؓ و حسنینؓ سے چھڑانے کے لیے شفاعت چاہے گا۔ چوتھی مرتبہ حضرت حسینؓ اس کو نکالیں گے کیونکہ اس نے آپؓ کا انتقام لیا تھا۔

۸۔ امام صادقؒ سے اللہ تعالیٰ کے ارشاد کا مطلب پوچھا گیا۔ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ (اللہ کے ہاں سب سے زیادہ معزز سب سے بڑا پرہیزگار ہے) قَالَ اَعْمَلُکُمْ بِالتَّقِیَّۃِ (فرمایا جو تم میں سے سب سے زیادہ تقیہ پر عمل کرے گا) رسالہ اعتقادیہ شیخ صدوق)

۹۔ امام صادقؒ نے فرمایا مومن کے ساتھ دکھلاوا شرک ہے اور منافق کے گھر میں ریاکاری عبادت ہے۔ اور فرمایا جو اہلِ سنت کے ساتھ صفِ اوّل میں ہو کر نماز پڑھے۔ گویا اس نے صفِ اوّل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی۔ انکی بیمار پرسی کرو۔ ان کے جنازے پڑھو۔ ان کی مساجد میں باجماعت نماز پڑھو (مخالفینِ شیعہ کے پیچھے نماز پڑھنے کی فضیلت والی احادیث کی تعداد مولوی محمد حسین ڈھکو نے تیس سے زائد بتائی ہے ایضاً)

۱۰۔ امام صادقؒ نے فرمایا جس نے کسی بدعتی (تارکِ تقیہ) کی تعظیم کی اس نے اسلام کو گرانے کی کوشش کی۔ جس شخص نے امورِ دین میں سے کسی چیز میں بھی ہماری مخالفت کی (مثلاً تقیہ پر عمل نہ کر کے مخالفت کی) تو ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ اس نے تمام (تبلیغی) دین میں ہماری مخالفت کی (فرمان شیخ صدوق) احسن الفوائد فی شرح العقائد ص۴۸۸

۱۱۔ امام صادقؒ نے معلی نامی شیعہ کو یہ فرمایا۔ اے معلی! ہماری امامت کو چھپا اسے مت پھیلا۔ کیونکہ جو اسے چھپائے گا اور نہ پھیلائے گا۔ اللہ اسے دنیا میں عزت دیگا اور آخرت میں دونوں آنکھوں کے درمیان نور پیدا کرے گا جو اسے جنت تک پہنچائیگا۔

(گزشتہ سے پیوستہ) (راوی) نے کہا اسے جہنم میں کیوں عذاب دیں گے حالانکہ اس نے ایسے کام کیے؟ حضرت نے فرمایا اگر اس کے دل کو پھاڑا جائے تو ابوبکرؓ و عمرؓ کی کچھ محبت اس سے نکلے گی۔ میں محمدؐ کو رسول بنا کر بھیجنے والے خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر جبرائیلؑ و میکائیلؑ کے دل میں ان (ابوبکرؓ و عمرؓ) کی محبت ہوئی تو حق تعالیٰ ان کو بھی یقیناً دوزخ میں ڈالے گا۔ (جلاء العیون) شیعہ کی شیخینؓ سے نفرت کا اندازہ لگائیے۔ شکر ہے کہ محبِ شیخینؓ ہی نے حسینؓ کا بدلہ لیا۔ رافضی تو تقیہ کے قلعہ میں بیٹھ کر متعہ کرتے رہے ہوں گے۔

اے معلی جو ہمارے سلسلہ امامت کو ظاہر کرے گا اور نہ چھپائے گا اللہ اسے دنیا میں ذلیل کرے گا اور دونوں آنکھوں سے نور سلب کرکے ایسے اندھیرے میں کرے گا جو اسے جہنم تک پہنچائے گا۔ اے معلی! التقیہ (مذہب چھپانا) ہی میرا دین ہے۔ میرے باپ دادے کا دین ہے۔ جو بھی مذہب شیعہ کو نہ چھپائے وہ بے دین ہے۔ اے معلی! اللہ پسند کرتا ہے کہ اس کی عبادت خفیہ کی جائے (بطرز شیعہ) جیسے کہ وہ پسند کرتا ہے کہ اس کی عبادت علانیہ (بطرز اہلسنت) کی جائے۔ اے معلی! ہمارے مذہب کو پھیلانے والا گویا اس کا منکر ہے۔ (کافی باب کتمان)

۱۲۔ امام صادق ؒ نے فرمایا۔ ہمارا مذہب و اعتقاد مستور اور چھپا ہوا ہے۔ (خداو رسول ؐ و آئمہ کی طرف سے) عہد لیا گیا ہے کہ اسے چھپا کر رکھا جائے۔ پس جو ہمارے مذہب کو ظاہر کرے گا اللہ اسے ذلیل کرے گا۔ (ایضاً) سید ظفر حسن شیعہ نے شافی ترجمہ کافی ج ۲ ص ۲۴۹ پر اس کا ترجمہ یہ کیا ہے۔ "ہمارا معاملہ پوشیدہ ہے۔ بعہد الٰہی جو ظہور قائم آلِ محمد تک ظاہر نہ ہوگا۔ پس جس نے ہماری پردہ دری کی خدا اس کو ذلیل کردیگا۔

الحاصل یہ ایک آدھی جھلک ہے۔ مذہبِ شیعہ کے چھپانے اور تقیہ و کتمان دیں کرنے کی۔ شیعہ بھائیوں کو چاہیے کہ وہ اپنے دین و ایمان کے تحفظ اور آخرت میں دوزخ سے نجات کی خاطر ان ارشادات پر غور کریں۔ ان پر ضرور عمل کریں۔ اپنے مذہب کو چھپا کر رکھیں۔ نفاذِ فقہ جعفریہ کا ناجائز مطالبہ واپس لیں۔ آئمہ سے شرم و حیا کی لاج رکھتے ہوئے عزاداری کے جلوس اور عشرۂ محرم میں مذہب کی ہر قسم کی تبلیغ بند کردیں۔ احکامِ اہل سنت کے خلاف لٹریچر کی اشاعت سے اور مکانوں پر کالے جھنڈے لگانے سے اپنے آئمہ کی دلآزاری نہ کریں۔ تفریقِ ملی سے باز آکر ملکی و قومی وحدت و سلامتی کے لیے کوئی مفید کام کریں۔ اللہ آپ کو توفیق دے۔ اگر آپ ان متواتر احادیث کو نہیں مانتے تو اپنے آئمہ کے جھوٹے ہونے کا اعلان کریں۔ یا پھر ان کے شیعہ اور پیرو کار ہونے سے انکار کریں۔ ورنہ ہم یہ سمجھنے پر مجبور ہوں گے کہ آپ کا دعویٰ حب اہلِ بیت ؓ محض سیاسی چال اور جھوٹ و فریب ہے۔ اور "غیبتِ کبریٰ" کے اس دور میں آپ صرف

عوام الناس کی سچی عقیدتِ آلِ رسول ؐ سے ناجائز دنیا کماتے اور ان کے منافی سینم تول سے وصال کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو خدا و رسول ؐ اور اہلِ بیت رسول ؐ کی سچی محبت و اتباع نصیب کرے۔

چند فقہی مسائل

کیا شبہ سے حد ساقط ہوجاتی ہے؟

سوال ۵۹۔ فتاویٰ قاضی خان ہیں مرقوم ہے کہ اگر کوئی شخص محارم (یعنی ماں بیٹی، بہن، خالہ وغیرہ) سے شادی کرکے ان سے مقاربت کرے اگرچہ وہ تسلیم بھی کرے کہ میں شادی کرتے وقت جانتا تھا یہ مجھ پر حرام ہے۔ تب بھی ابوحنیفہ ؒ کے نزدیک اس پر کوئی حد شرعی نہیں ہے۔ کیا ایسے فتویٰ والا مذہب قابلِ اتباع ہے۔ عقل و نقل سے جواب دیجئے۔

جواب۔ شبہ سے حد ساقط ہونے کی نظائر میں یہ مسئلہ غلطی سے امام صاحب کی طرف منسوب ہوگیا ہے۔ علامہ ابنِ قیم اغاثۃ اللهفان میں لکھتے ہیں۔

"کہ امام ابوحنیفہ ؒ پر یہ بہتان ہے کہ وہ محارم سے نکاح اور وطی پر حد کے قائل نہیں۔" وجہ اس کی یہ ہے کہ احادیثِ صحیحہ ایسے شخص کے قتل کا حکم دیتی ہیں۔

مشکوٰۃ شریف ص ۲۷۴ باب المحرمات میں یہ حدیث ہے کہ براء بن عازب ؓ کے ماموں ابو بردہ بن نیار ؓ کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جھنڈا دے کر بھیجا کہ فلاں شخص کا سر قلم کر لاؤ جس نے اپنی سوتیلی ماں سے نکاح کیا تھا۔ اسے ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابنِ ماجہ، دارمی نے بھی روایت کیا ہے۔ نسائی ابنِ ماجہ کے الفاظ یہ ہیں۔ "کہ مجھے حضور ؐ نے اس شخص کی گردن مارنے اور مال لوٹ لینے کا حکم دیا ہے۔" اور ابنِ ماجہ نے حضرت ابنِ عباس ؓ سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ جو محرم عورت سے جماع کرے اسے قتل کردو۔ (مرقات شرحِ مشکوٰۃ ج ۶ ص ۲۲۸) ملا علی قاری حنفی ؒ نے یہ تشریح بھی لکھی ہے۔ "اگر اسے حرمتِ نکاح کا علم ہو پھر حلال سمجھتے ہوئے نکاح کرے تو مرتد ہو کر قتل کیا جائے گا اور اگر حرام جانے تو فاسق ہوگیا۔ جدائی کر کے اسے

سنگین تعزیر لگائی جائے گی جب تک کہ دخول نہ کیا ہو۔ ورنہ اگر حرام جانتے ہوئے دخول بھی کر لیا تو وہ زانی بھی ہے اس پر احکامِ زنا جاری ہوں گے۔ (حدِ زنا لگے گی۔)
ایسے شخص کے متعلق صاحبِ ہدایہ فرماتے ہیں۔

ویعاقب عقوبة هی اشد ما یکون من التعزیر سیاسة لاحدا مقدرا شرعا (بحوالہ مرقات شرح مشکوٰة ج ۶ ص ۲۲۸)

اور اسے سنگین سزا دی جائے گی جو تعزیر سے بھی سخت ہے تاکہ اسے عبرت ہو۔ شرعاً مقررہ حد (مثلاً گنوارے کو ۱۰۰ کوڑے) پر اکتفا نہ کی جائے گی۔

تعزیراً ایسے مجرم کو قتل کرنا بھی روا ہے تو فقہ حنفی کا فیصلہ احادیثِ بالا کے مطابق ہے۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ شیعہ اس مسئلہ کے بیان میں عمداً خیانت سے کام لیتے ہیں کہ لاحد علیہ کسی اجمالی مقام سے نقل کر لیتے ہیں مگر عقوبت و تعزیر کے مقام سے قتل تک کی صورت میں سنگین تعزیر نقل نہیں کرتے۔ اعاذنا اللہ من شرورہم۔
تعجب ہے کہ شیعہ حضرات ہم پر کیوں طعن کرتے ہیں۔ یہ مسئلہ تو شیعہ کے اپنے گھر کا ہے۔ کہ وہ نکاح محارم کے بعد وطی کو زنا ہی نہیں مانتے۔
شیعوں کی مستند کتاب فروع کافی ج ۲ ص ۲۵۲ پر (بحوالہ آفتابِ ہدایت) لکھا ہے۔

الذی یتزوج ذات المحارم التی ذکرها عز وجل تحریمها فی القرآن من الامهات و البنات الی اخر الآیة کل ذالك حلال من جهة التزویج حرام من جهة مانهی الله عنه لایکون اولادهم من هذا الوجه اولاد الزنا و من قذف المولود من هذا الوجه جلد الحد لانه مولود بتزویج رشدة۔

جو شخص محرم عورت سے شادی کرے جن کا ذکر اللہ نے اپنی کتاب میں اتارا ہے جیسے مائیں بیٹیاں۔ یہ شادی کی حیثیت سے جائز ہے اور اللہ کے منع کرنے سے حرام ہے۔ اس نکاح سے ان کی اولاد حرامی نہ ہوگی۔ اور جو شخص ایسی اولاد کو حرامی کہے اسے حدِ قذف (۸۰ کوڑے) لگے گی کیونکہ وہ جائز نکاح سے پیدا ہوئی ہے۔

اب تو مسئلہ صاف ہو گیا کہ شیعہ تو ہم سے دس قدم آگے ہیں کہ نکاح کو (ہی) جائز کہہ رہے ہیں۔ اگر ان کا مذہب قابلِ اتباع ہے تو ہمارا بدرجہ اولیٰ ہے کہ ہم تو قبیحِ کبیرہ مان کر تعزیر کے قائل ہیں اور ایسے مسائل فرضی صورت پر مبنی ہوتے ہیں واقعی نہیں ہوتے۔

سوال نمبر ۶۰۔ نصِ قرآنی ہے لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ پھر فتاویٰ عالمگیری ج ۵ ص ۱۳۴ پر ہے سورت فاتحہ پیشاب سے لکھی جا سکتی ہے (معاذ اللہ) معقول وجہ بیان کیجیے۔

بادضو قرآن کا لکھنا، ہاتھ لگانا

جواب نمبر ۱ یہ ابوبکر اسکاف کا قول ہے۔ وہ صاحب المذہب اور طبقہ اولیٰ کے فقہاء میں سے نہیں ہیں تاکہ مذہبِ حنفی پر اعتراض وارد ہو۔ طبقات الفقہاء ص ۳ میں مولانا عبدالحیٔ لکھنوی لکھتے ہیں۔

" دوسرا طبقہ اکابر متاخرین کا ہے۔ جیسے ابوبکر خصاف طحاوی۔ ابوالحسن کرخی شمس الائمہ سرخسی۔ اور حلوائی۔ فخر الاسلام بزدوی۔ قاضی خان صاحب ذخیرہ وغیرہ جیسے حضرات یہ اجتہاد میں پچھلے فقہاء سے ان مسائل میں مقدم ہیں جن میں صاحبِ مذہب سے روایت نہیں ہے۔ مگر یہ صاحبِ مذہب کی مخالفت پہ قدرت نہیں رکھتے۔ نہ اصول میں، نہ فروع میں۔"

نمبر ۲ ہم کہتے ہیں کہ کتابت بالبول کا یہ قول صاحبِ مذہب کے خلاف ہے۔ لہٰذا حنفیہ اہلِ سنت پر الزاماً حجت نہیں بن سکتا۔

" امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ میں نصرانی کو فقہ اور قرآن بتاتا ہوں شاید وہ مسلمان ہو جائے۔ مگر قرآن کو ہاتھ نہیں لگانے دیتا۔ اور اگر غسل کرے پھر ہاتھ لگائے تو کوئی حرج نہیں۔ کذا فی الملتقط (فتاویٰ عالمگیری ج ۵ ص ۳۵۸)

نیز آپؒ فرماتے ہیں۔ قرآنِ کریم جب پرانا ہو جائے کہ پڑھا نہ جا سکے اور اس کے پھٹ کر ضائع ہونے کا اندیشہ ہو تو اسے کپڑے میں لپیٹا جائے اور دفن کیا جائے۔ دفن

وہاں بہتر ہے جہاں نجاست وغیرہ پڑنے کا اندیشہ نہ ہو اور ساحی بنا کر دفن کیا جائے کیونکہ اگر اسے درمیان میں دفن کیا جائے تو اس پر مٹی ڈالنی پڑے گی اور اس میں ایک قسم کی بے ادبی ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری ج ۵ ص۳۵۹)

غور کیجئے۔ جب مٹی ڈالنا امام صاحب کے نزدیک بے ادبی ہے تو پیشاب سے لکھنا کیسے جائز کہیں گے؟۔

۳۔ بالفرض اسے درست تسلیم کیا جائے تو وہ ان فرضی صورتوں میں لکھا گیا ہے کہ اس قسم کے تعویذ سے علاج کے علاوہ کوئی صورت جان بچنے کی ممکن نہ ہو۔ اور تعویذ کی تاثیر عاجل جانتا ہو۔ الفاظ یہ ہیں لو کان فیہ شفاء لا باس کہ اگر ایسے تعویذ میں شفا ہو تو (جان بچانے کے لیے) کوئی حرج نہیں۔ پھر آخر میں یہ مثال دی ہے کہ پیاسے کو مجبوری کی حالت میں شراب پینا حلال ہے۔ (عالمگیری ج ۳ ص۱۴۴)

نیز شیعہ کے ہاں تعویذِ قرآن بلا وضو درست ہے۔ اور لکھے ہوئے الفاظ کے بغیر قرآن پاک کو چھونا بھی درست ہے۔ جیسے شیعہ رسالہ فقہ توضیح المسائل ص۳۸ پر جن چیزوں کے لیے وضو مستحب ہے یہ لکھی ہیں "نماز جنازہ۔ قرآن پڑھنے یا لکھنے یا ساتھ رکھنے یا حاشیہ قرآن کو چھونے کے لیے" تو لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ کی تو خود مخالفت کر دی۔ ان کا مذہب ہم سے کمزور ہی ہوا۔

سوال ۶۱۔ قرآن مجید کی ہر سورت بسم اللہ شریف سے شروع ہوتی ہے۔ لیکن سورت توبہ میں یہ آیت نہیں ہے۔ کیوں؟

سورت توبہ کی بسم اللہ کیوں نہیں

جواب۔ عہد نبویؐ میں مکتوبہ قرآنی آیات و سور صحابہ کرامؓ نے کم از کم دو معتبر گواہوں کی گواہی سے جمع کیں۔ تو ہر سورت کے شروع میں بسم اللہ لکھی ہوئی ملی۔ مگر سورت انفال و توبہ کے درمیان نہ ملی اور کسی نے اس کی تصدیق بھی نہ کی تو اسے بلا بسم اللہ ہی لکھا۔

قسطلانی کے حوالے سے حاشیہ بخاری ج ۲ ص۶۷۱ پر ہے "کہ سورت توبہ کے شروع میں بسم اللہ نہ لکھی گئی کیوں کہ یہ سورت تو امان اٹھانے کے واسطے (کافروں سے جدائی اور

جنگ کیلئے) اتری ہے اور بسم اللہ میں امان ہے۔ نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے مگر سورت توبہ کا محل و موضوع نہ بتایا۔ اس کا مضمون سورۃ انفال کے مشابہ تھا کہ اُس میں وعدے کرنے کا ذکر تھا اور اِس میں وعدے واپس کرنے کا لہذا اُس کے ساتھ (بغیر بسم اللہ) اسے ملا دیا۔

بسم اللہ کی قرأت

سوال ۶۲۔ جب ہر سورۃ کا جزو بسم اللہ بنایا گیا ہے تو پھر نماز میں سورتیں بلا بسم اللہ کیوں پڑھی جاتی ہیں؟

جواب۔ تسمیہ کے ہر سورت کے جزو ہونے کا دعویٰ محل نظر اور محتاج دلیل ہے در اصل یہ ایک فروعی اختلافی مسئلہ ہے۔

اس پر سب کا اتفاق ہے کہ یہ قرآن کی آیت ہے۔ مگر جزوِ سورت ہونے کا اتفاق صرف سورت نمل کے متعلق ہے۔ امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ و روایۃ عن احمد بن حنبلؒ یہ فرماتے ہیں کہ بسم اللہ سورت نمل کے بغیر قرآن پاک کی کسی سورت کا جزو نہیں اور امام شافعیؒ اور روایۃ عن احمد بن حنبلؒ کے ہاں ہر سورت کی خصوصاً سورۃ فاتحہ کی جزو ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ مستقل قرآن کی آیت ہے۔ جو سورتوں کے درمیان (فصل اور تبرک کے لیے اتاری گئی ہے۔ مذہب حنفیہؒ کا صحیح قول یہی ہے (تفسیر ابوالسعود ج۱ ص۵)

جب حنفیہؒ کے نزدیک ہر سورت کا جزو نہیں۔ تو اس کا ہر سورت کے شروع میں پڑھنا نماز میں مسنون نہ ہوا۔ ہاں مسلسل تلاوت میں پڑھی جاتی ہے کہ مقصود ربط اور روانی ہے۔ اور بسم اللہ فصل کا کام دیتی ہے۔

سنی کتب میں امام ابوحنیفہؒ کے دلائل یہ ہیں۔

۱۔ حضرت انسؓ سے شیخینؒ راوی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کے پیچھے نماز پڑھی۔ انھوں نے کسی سے بلند آواز سے بسم اللہ نہ سنی۔ معلوم ہوا نہ فاتحہ کا جزو ہے نہ کسی اور سورت کا۔

۲۔ حدیث قسمت الصلوٰۃ میں ہے کہ اللہ پاک فرماتے ہیں۔ میں نے فاتحہ اپنے اور بندے کے درمیان تقسیم کر دی ہے۔ جب وہ الحمد للہ کہتا ہے تو رب تعالیٰ فرماتے ہیں

میرے بندے نے میری تعریف کی الخ (مسلم ج۱ ص۱۷۲) اگر سورت فاتحہ کا جزو ہوتی تو یہ حدیث بسم اللہ سے شروع ہوتی۔

۳۔ حضرت انس رض فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رض و عمر رض عثمان رض قراءۃ الحمد للہ سے شروع کرتے تھے۔ ترمذی ص۳۳ نے حسن صحیح کہا ہے۔ (ازافادات علامہ محمد سرفراز صفدر رحمہ)

ثنا — سوال ۶۳۔ ثنا کو قرآن مجید سے ثابت کیجئے۔

جواب۔ سوال کے لیے بھی اصول چاہیئے۔ اہل سنت میں سے کس نے دعویٰ کیا کہ ثنا قرآن کی عبارت ہے یا شیعہ سے کس نے کہا کہ جو دعائیں وہ نماز میں پڑھتے ہیں وہ سب قرآن سے ثابت کریں؟ اگر ایسا کچھ ہوتا تو تب سوال برمحل تھا ورنہ نہیں۔ بہرحال ہم کہتے ہیں کہ ثنا کے مرتب الفاظ تو قرآنی نہیں۔ ترمذی شریف کی حدیث مرفوع ام حضرت عائشہ صدیقہ رض سے مروی ہیں۔ مگر یہ کوئی شیعہ کا کلمہ علی ولی اللہ وصی رسول اللہ خلیفہ بلافصل اور نعرہ یاعلی مدد کی طرح من گھڑت اور قرآن کے خلاف شرک کی تعلیم نہیں ہے۔ بلکہ اس کا ایک ایک لفظ عظمت و توحید الٰہی کا پیامبر اور معناً قرآن سے ثابت ہے۔

۱ — سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ ۔ (سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی پ۱۵ ۔ سُبْحٰنَ رَبِّكَ پ۲۳ ۔ سَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۔ پ۲۲-۲۶)

۲ — وَبِحَمْدِكَ ۔ (اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ پ۱ ۔ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ پ۲۱)

۳ — وَتَبَارَكَ اسْمُكَ ۔ (تَبٰرَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِي الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ پ۲۷)

۴ — وَتَعَالٰى جَدُّكَ ۔ (وَاَنَّهٗ تَعٰلٰى جَدُّ رَبِّنَا پ۲۹ الجن)

۵ — وَلَآ اِلٰهَ غَيْرُكَ ۔ (لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پ۲۶ ۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ پ۱۷ ۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا پ۱۶)

الصلوٰۃ خیر من النوم — سوال ۶۴۔ الصلوٰۃ خیر من النوم کا جملہ قرآن میں دکھایئے نہیں تو حدیث مرفوع بیان کیجئے۔

جواب۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو محذورہ رض کو اذان سکھاتے ہوئے فرمایا۔

اذا کان اذان الفجر قلت بعد حی علی الصلاۃ الصلاۃ خیر من النوم (ابوداؤد ص۷۳ نسائی ص۷۵ موارد الظمآن ص۹۵ طحاوی ص۸۲)

جب فجر کی اذان ہو تو حی علی الصلاۃ کے بعد کہو الصلوٰۃ خیر من النوم۔ (کہ نماز نیند سے بہتر ہے۔)

اسی طرح طحاوی نیل الاوطار للشوکانی، طبرانی، بیہقی، دارقطنی وغیرہ میں مرفوعاً یہ جملہ خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ثابت ہے۔ لہذا اسے حضرت عمر رض کا اضافہ سمجھنا جہالت یا بددیانتی ہے۔

سوال ۶۵۔ حضرت ابوبکر رض کے عہد میں اس جملہ کو حصہ اذان ثابت کیجئے۔

جواب۔ جب اصل مصدر شریعت یعنی رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ثابت ہو گیا تو ابوبکر صدیق رض کے سوا دو سالہ مختصر دور میں بھی ثابت ہو گا۔ اس دور میں مسلمان بڑے بڑے معرکوں میں مصروف تھے اتنی فرصت کسے تھی کہ وہ ان جزئیات کو آپ کے زمانے کی تصریحات کے ساتھ روایت کرتا جس گاڑی کا کراچی سے چلنا اور حیدرآباد رکنا ثابت ہو جائے تو کوٹری سے اس کا گزرنا خود بخود سمجھا جائے گا۔

نماز تراویح کا ثبوت — سوال ۶۶۔ نماز تراویح باجماعت زمانہ رسول ص و حضرت ابوبکر رض میں ثابت کیجئے

جواب۔ بخاری شریف ج۱ ص۲۶۹ باب فضل من قام رمضان میں یہ حدیث ہے

من قام رمضان ایمانا واحتسابا غفرله ما تقدم من ذنبه

جو ایمان کے ساتھ ثواب کی نیت سے رمضان میں قیام کرے تو اس کے پہلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

ابن شہاب زہری فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی وفات تک اسی طرح لوگ قیام رمضان کرتے تھے۔ پھر اسی طرح حضرت ابوبکر رض کے زمانے میں اور حضرت عمر رض کے کچھ زمانے میں (انفرادی و اجتماعی طور پر حسب اتفاق) لوگ رمضان کا قیام کرتے تھے۔ یعنی تراویح پڑھتے تھے۔ عبدالرحمٰن بن عبدالقاری کہتے ہیں۔ میں رمضان کی

ایک رات میں حضرت عمرؓ کے ساتھ نکلا تو لوگ متعدد جماعتوں میں نمازِ تراویح پڑھ رہے تھے۔ کوئی اکیلا پڑھ رہا تھا۔ کوئی ۸ - ۱۰ آدمیوں کی جماعت کرا رہا تھا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ میں خیال کرتا ہوں کہ اگر ان کو ایک قاری کے پیچھے جمع کر دوں تو زیادہ بہتر ہو چنانچہ پھر پختہ ارادہ کر کے (صحابہؓ سے مشورہ کے بعد) سب کو حضرت ابی بن کعبؓ کے پیچھے جمع کر دیا ——— آگے حضرت عائشہ صدیقہؓ کی روایت ہے۔

"کہ حضور علیہ السلام نے رمضان میں ایک رات نماز پڑھائی۔ لوگوں نے اس پر خوب باتیں کیں۔ دوسرے دن لوگ زیادہ جمع ہوئے آپؐ نے باجماعت نماز پڑھائی۔ لوگوں نے پھر خوشی سے باتیں کیں۔ تیسری رات بہت سے لوگ جمع ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی۔ چوتھی رات آئی تو مسجد میں لوگ سما بھی نہ سکتے تھے۔ آپؐ نے اس رات نماز نہ پڑھائی۔ پھر صبح کی نماز پڑھا کر فرمایا۔ لوگو! تمہاری آمد اور شوق کا تو مجھے پتہ تھا۔ لیکن میں اس لیے پڑھانے نہ آیا کہ مجھے اندیشہ ہو گیا کہ کہیں تم پر (بحکمِ وحی) فرض نہ ہو جائے اور تم مشقت میں پڑ جاؤ۔ رسول اللہؐ کی وفات تک لوگ اسی طرح انفرادی و اجتماعی نمازِ تراویح پڑھا کرتے تھے۔ (بخاری ج ۱ ص ۲۶۹)

دونوں روایتیں ہم نے مفصل ذکر کر دی ہیں کہ تراویح کا آغاز بھی خود حضور علیہ السلام نے باجماعت واحدہ فرمایا۔ مگر فرضیت کے خوف سے خود جماعت کرانا چھوڑ دی۔ اور لوگ اکیلے یا باجماعت پڑھتے رہے تا آنکہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دور کے بعد فاروقِ اعظمؓ کے دور میں مسلمانوں کو داخلی سکون نصیب ہوا اور وحی کے ذریعے فرضیت کا اندیشہ جاتا رہا۔ تو آپؓ نے تراویح کی سنتِ نبوی کو پھر سے زندہ اور باقاعدہ قائم کر دیا اور بیس ۲۰ پڑھی گئیں۔ اس لیے نسبت آپؓ کی طرف سمجھی گئی۔ ورنہ جب نفسِ تراویح سنتِ نبوی ہے تو جماعت بھی سنتِ نبویؐ ہے۔ تو ۲۰ کا عدد بھی ضرور سنتِ نبوی ہو گا۔ اور صحابہ کرامؓ نے از خود ایجاد نہ کیا ہو گا۔ کیونکہ وہ متبعِ سنت ہوتے تھے۔ یہاں شیعہ حضرات کی تسلی کے لئے مستدرک حاکم کا حوالہ مفید ہو گا۔ وہ یہ حدیث نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں اس میں واضح دلیل ہے کہ مسلمانوں کی مساجد میں باجماعت تراویح سنت مسنونہ ہے۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ حضرت عمرؓ پر زور دیتے رہے کہ یہ سنتِ نبویؐ باقاعدہ قائم کریں۔ یہاں تک کہ آپؓ نے اسے قائم کر دیا"۔ الغرض سب صحابہ کرامؓ کی موجودگی میں حضرت عمرؓ نے اس سنتِ نبوی تراویح کو باقاعدہ جاری فرمایا۔ کسی نے نکیر نہ کی۔ حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ کے دور میں پھر بعد کے تمام خلفاءِ اسلام اور شرق و غرب میں اس پر عمل جاری ہے۔ تعجب ہے کہ شیعہ کو اس عبادت سے کیوں ضد اور چڑ ہے۔ حالانکہ الاستبصار میں روایت ہے کہ حضرت جعفر صادقؒ ۲۰ رمضان تک بیس رکعتیں ہر شب کو زائد پڑھتے تھے۔ (آخری عشرہ میں بصورتِ نفل اور اضافہ کرتے ہوں گے۔)

نماز میں ہاتھ باندھنے کی ۹ توثیق شدہ احادیث

سوال ۶۷ - نماز ہاتھ باندھ کر پڑھنے کے جواز میں آپ کے پاس صرف ۹ روایات ہیں۔ رجال کشی کے اصول پر ان کے اسناد صحیح ثابت کیجیے اور تمام راویوں کو ثقہ ثابت کیجیے۔

جواب - نہ معلوم معترض صاحب نے کون سی انوکھی درسگاہ سے ادیب فاضل کر کے مذہبی مباحث شروع کر دی ہیں۔ اور مناظرانہ اصول کا اتنا بھی پتہ نہیں کہ جس مذہب کی حدیث ہو اسی مذہب کی کتب جرح و تعدیل سے اس کی صحتِ اسناد کو جانچا جاتا ہے۔ رجال کشی تو چھٹی صدی کی شیعہ کتب رجال کی قدیم ترین کتاب ہے جس میں ماشاء اللہ۔ ابو بصیر۔ زرارہ۔ برید بن معاویہ۔ محمد بن مسلم۔ اسماعیل جعفی وغیرہ مرکزی رواۃ شیعہ کو کذاب۔ ملعون۔ بد اعتقاد۔ کافروں سے بدتر۔ یہود و نصاریٰ سے بھی برے آئمہ اہلبیت کی زبانی کہا گیا ہے۔ ہمیں کیا ضرورت پڑی کہ ہم اپنے رواۃِ ثقات کو اس بوچڑخانہ کی بدبو سے آلودہ کریں۔ آپ کو ہاتھ باندھنے کی ۹ روایتیں تسلیم ہیں حالانکہ وہ بہت زیادہ ہیں۔ جب کسی مسئلہ میں احادیث لاتعداد اور حدِ شہرت و تواتر کو پہنچ جائیں تو رواۃ و اسناد کی الگ الگ توثیق کی ضرورت نہیں رہتی۔ اگر ان سب کو جمع کر کے

توثیق شروع کر دی جائے تو ضخیم جلد درکار ہے۔ تاہم مالا یدرک کلہ لا یترک کلہ کے تحت ہم صرف آپ کے بقول ۹ روایتیں مع توثیق اسناد نقل کرنا کافی جانتے ہیں۔

۱۔ مصنف ابنِ ابی شیبہ میں روایت ہے۔ حدثنا وکیع (ثقہ ثبت تقریب) عن موسیٰ بن عُمَیر (ابن معین ابوحاتم ابن نمیر خطیب عجلی اور دولابی ثقہ کہتے ہیں نسائی کہتے ہیں اس میں کوئی خرابی نہیں۔ تہذیب التہذیب ج ۱ ص۳۶۲) عن علقمۃ بن وائل (ابنِ حبان نے ان کو ثقات میں لکھا ہے۔ ابنِ سعد ثقہ کہتے ہیں۔ ابن حجر صدوق کہتے ہیں۔ تہذیب التہذیب ج ۷ ص۲۸) عن ابیہ وائل بن حجر (صحابی مشہور)

انہ صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم فوضع یدہ الیمنیٰ علی الیسریٰ تحت السرۃ	حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے نماز پڑھی تو دایاں ہاتھ بائیں پہ باندھا اور ناف کے نیچے رکھا۔

اہلِ حدیث عالم عبدالرحمٰن مبارک پوری تحفۃ الاحوذی ج ۱ ص۲۱۴ میں لکھتے ہیں شیخ قطلوبغا نے کہا ہے۔ یہ سند جیّد ہے۔ شیخ ابوالطیب مدنی کہتے ہیں۔ سند کے اعتبار سے یہ حدیث قوی ہے۔ ملا عابد سندی کہتے ہیں اس کے رجال ثقات ہیں۔

۲۔ عن علی قال من السنۃ وضع الکف الیمین علی الکف الیسریٰ فی الصلوٰۃ تحت السرۃ (مصنف ابن ابی شیبہ بحوالہ تعلیق الحسن ص۷)	حضرت علی کرم اللہ وجہہ کہتے ہیں۔ سنّت یہ ہے کہ نماز میں ناف کے نیچے دایاں ہاتھ بائیں پر رکھ باندھے۔

حافظ ابنِ قیم بدائع الفوائد ج ۳ ص۹۱ میں لکھتے ہیں۔ سنتِ صحیحہ یہ ہے کہ ہاتھ باندھ کر ناف کے نیچے رکھے جائیں۔ حضرت علیؓ کی حدیث صحیح ہے۔ اور سینہ پہ ہاتھ باندھنا سنت میں منع آیا ہے جسے تکفیر کہتے ہیں۔

۳۔ عن انس قال ثلاث من اخلاق النبوۃ تعجیل الافطار و تاخیر السحور و وضع الیمین علی الیسریٰ تحت السرۃ (الجوھر النقی ج ۲ ص۳۲)	حضرت انسؓ فرماتے ہیں اخلاقِ انبیاءؑ میں سے تین چیزیں (اہم) ہیں۔ افطار جلدی کرنا۔ سحری دیر سے کھانا اور نماز میں دایاں ہاتھ بائیں کے اوپر ناف کے تحت باندھنا۔

ابراہیم نخعیؒ کہتے ہیں۔ اسناد حسن ہے۔ اور ابومجلز (لاحق بن سبلز) کا قول بھی باسنادِ صحیح آثار السنن ص۷۱ میں مذکور ہے۔

۴۔ بخاری شریف باب وضع الیمنیٰ علی الیسریٰ فی الصلوٰۃ ج ۱ ص۱۰۲ میں ہے۔

عن سہل بن سعد قال کان ناس یؤمرون ان یضع الرجل الید الیمنی علی ذراعہ الیسری فی الصلوٰۃ	سہل بن سعدؓ کہتے ہیں لوگوں کو یہ حکم (از جانبِ پیغمبرؐ) دیا جاتا تھا کہ نماز میں آدمی دایاں ہاتھ بائیں کلائی پہ باندھے۔

بخاری شریف کی یہ روایت توثیق سے مستغنی ہے۔ کیونکہ عبداللہ بن مسلمہ قعنبی۔ مالک (بن انس) اور ابوحازم سہل بن سعدؓ سب ثقات ہیں۔

مثلاً تقریب التہذیب لابنِ حجر سے توثیق ملاحظہ ہو۔ عبداللہ بن مسلمہ قعنبی ثقہ اور عابد ہیں۔ مالک بن انس مشہور امام ہیں۔ ابوحازم سلمہ بن دینار ثقہ اور عابد ہیں۔

۵۔ سنن نسائی باب موضع الیمین من الشمال فی الصلوٰۃ ص۷۵ میں یہ حدیث ہے۔

اخبرنا سوید بن نصر حدثنا عبداللہ بن مبارک عن زائدۃ قال حدثنا عاصم بن کلیب قال حدثنی ابی ان وائل بن حجر اخبرہ قال قلت لانظرن الی صلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیف یصلی فنظرت الیہ فقام فکبر و رفع یدیہ علیٰ رکبتیہ حتی حاذتا اذنیہ ثم وضع یدہ الیمنی علی کفہ الیسری والرسغ والساعد الخ	وائلؓ بن حجر کہتے ہیں میں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز ضرور دیکھوں گا کہ آپؐ کیسے پڑھتے ہیں میں نے دیکھا کہ آپؐ نے کھڑے ہو کر تکبیر کہی۔ ہاتھ کندھوں پر اٹھائے۔ حتیٰ کہ وہ کانوں کے برابر ہو گئے۔ پھر آپؐ نے دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پہ رکھا۔ اور کلائی (کو پکڑا)

تقریب التہذیب سے توثیق ملاحظہ ہو۔

۱۔ سوید بن نصر المروزی۔ ثقة من العاشرة۔ ۲۔ عبد اللہ بن مبارك المروزی امام ثقة ثبت، فقیہ، عالم، جواد، مجاهد جمع فیه خصال الخیر من الثامنة۔ ۳۔ زائدة (بن قدامہ) ثقة ثبت من السابعة ۴۔ عاصم بن کلیب بن شہاب الکوفی صدوق۔ ۵۔ کلیب والد عاصم صدوق من الثانیة۔ ۶۔ وائل بن حجر صحابی مشہور۔

۶۔ **مشکوٰۃ ص۷۵ مسلم کے حوالے سے حضرت وائل بن حجر کی یہ حدیث ہے۔**

... ثم وضع یدہ الیمنیٰ علی الیسریٰ۔ **پھر آپؐ نے دایاں ہاتھ بائیں پر رکھا۔**

اس کے رواۃ بھی توثیق سے مستغنی ہیں کہ روایت صحیح مسلم کی ہے۔

۷۔ **ترمذی اور ابن ماجہ کی ہاتھ باندھنے کے متعلق یہ حدیث ہے۔**

عن قبیصة بن هلب عن ابیه قال کان رسول اللہ یؤمنا فیأخذ شماله بیمینه (بحوالہ مشکوٰۃ ص۷۵)

قبیصہ بن ہلب اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں جماعت کراتے تو بایاں ہاتھ دائیں ہاتھ سے پکڑتے۔

ابن ماجہ کی سند میں اس کے راوی یہ ہیں۔

عثمان بن ابی شیبہ۔ ابوالاحوص۔ سماک بن حرب۔ قبیصہ بن ہلبؓ ہلبؓ۔

اب تقریب سے توثیق ملاحظہ ہو۔

۱۔ عثمان (بن محمد بن ابراهیم (ابن ابی شیبة) ثقة حافظ شہیر۔

۲۔ ابوالاحوص عوف بن مالك بن نضلة الکوفی مشہور بکنیته ثقة من الثالثة۔ ۳۔ سماك بن حرب بن اوس الکوفی ابوالمغیرہ صدوق۔ ۴۔ قبیصة بن هلب الکوفی مقبول من الثالثة۔ ۵۔ هُلبؓ صحابی مشہور۔

۸۔ روی ابوداؤد حدثنا نصر بن علی انا ابواحمد عن العلاء بن صالح عن زرعة بن عبد الرحمن قال سمعت ابن الزبیر یقول صف القدمین ووضع الید علی الید من السنة (ابوداؤد ج۱ ص۱۱۰)

حضرت ابن الزبیرؓ نے فرمایا سنت نبوی یہ ہے۔ قدم ملا کر رکھے جائیں۔ اور ہاتھ دوسرے ہاتھ پر باندھا جائے۔

تقریب سے توثیق ملاحظہ ہو۔

۱۔ نصر بن علی بن نصر بن علی ثقة ثبت **دسویں طبقہ کے ہیں۔**

۲۔ ابواحمد محمد بن عبد اللہ بن الزبیر الاسدی الکوفی ثقة ثبت الا انه قد یخطئ فی حدیث الثوری من التاسعة۔ ۳۔ علاء بن صالح (لم اجدہ فی التقریب)۔ ۴۔ زرعة بن عبد الرحمن بن جرهد الاسلمی المدنی وثقه النسائی من الثالثة۔ ۵۔ ابن الزبیر۔ عبد اللہ بن الزبیر من صغار الصحابةؓ۔

۹۔ حدثنا محمد بن بکار بن الریان عن هشیم بن بشیر عن الحجاج بن ابی زینب عن ابی عثمان النهدی عن ابن مسعود انه کان یصلی فوضع یدہ الیسری علی الیمنی فراٰہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فوضع یدہ الیمنیٰ علی الیسریٰ (ابوداؤد ج۱ ص۱۱۰)

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ بایاں ہاتھ دائیں پر رکھ کر نماز پڑھ رہے تھے تو حضورؐ نے دیکھ کر دایاں بائیں پر رکھا۔

تقریب سے توثیق یہ ہے۔

۱۔ محمد بن بکار بن الریان الہاشمی ثقة من العاشرة۔ ۲۔ هشیم بن بشیر الواسطی ثقة ثبت کثیر التدلیس والارسال من السابعة۔ ۳۔ حجاج بن ابی زینب السلمی الواسطی صدوق یخطئ من السادسة۔ ۴۔ ابوعثمان النهدی

عبد الرحمن بن مل مخضرم من کبار الثانیة ثقة ثبت عابد مات سنة ۹۵ھ

۵ - ابن مسعودؓ لا نظیر لہٗ فی الصحابة

الحمد للہ۔ حسب وعدہ ۹ احادیث صحیحہ مع توثیق اسناد ہاتھ باندھنے کے سلسلے میں ہم نے ذکر کر دی ہیں۔ مگر میں شیعہ حضرات کو چیلنج کرتا ہوں کہ وہ اپنی صحاح سے صرف ۵ احادیث نبوی ہاتھ چھوڑنے کے سلسلے میں رجال کشی کے معیار پر مع توثیق نقل کر دیں تو میں مان لوں گا کہ شیعہ کے پاس۔ (اپنے گھر ہی سے سہی) کچھ نہ کچھ اس مسئلہ پر مواد موجود ہے۔ لیکن مجھے اس کی توقع نہیں ہے۔ ہاتھی کے دانت دکھانے کے اور ہوتے ہیں کھانے کے اور۔

سوال ۶۸۔ حضرت ابو بکرؓ کے دور سے متعلقہ کوئی ایسی مثال یا روایت صحیح مع حوالہ بتائیے جس سے ثابت ہو کہ حضرت ابو بکرؓ ہاتھ باندھ کر نماز پڑھتے تھے پھر مالکی سنی ہاتھ کھول کر کیوں نماز پڑھتے ہیں؟

کیا مالکی ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے ہیں؟

جواب - یہ سوال بے تکا ہے۔ ایک عمل کا جب دسیوں صحیح موثق احادیث مرفوعہ سے ثبوت ہے تو یہ اس امر کے یقین کے لیے کافی ہے۔ کہ تمام صحابہ کرامؓ اسی طرح ہاتھ باندھ کر پڑھتے تھے۔ اگر کوئی اس کے خلاف ہاتھ چھوڑ کر پڑھتا ہو تو اس کا ثبوت معترض کو دینا چاہیے۔ کیا مالکیہ کا دعویٰ یا دلیل یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے تھے۔ اگر نہیں اور ہرگز نہیں تو اس ڈھکوسلہ بازی سے کیا فائدہ؟ اسے فقہی و علمی اصطلاح میں استصحابِ حال یا اجماع سے تعبیر کیا جائے گا۔ کہ جب ایک عمل اصولاً ثابت ہوا سب اس کے کرنے پر مامور تھے۔ کسی ایک کا خلاف بھی ثابت نہیں تو یقین ہو جائے گا کہ یہ سب کا متفقہ عمل تھا سب اس پر کاربند تھے۔ شیعہ حضرات کو بھی یہی اصول اپنانا پڑتا ہے۔ کہ مثلاً امام صادقؒ کا ایک قول و عمل سب آئمہ اُخریٰ کا معمول سمجھا جاتا ہے۔ ورنہ کیا آپ مذہب کی جو تفصیل حضرت صادقؒ سے نقل کرتے ہیں حضرت علی رضا۔ علی تقیؒ و علی نقیؒ سے بھی اپنی کتب سے نقل کر سکتے

ہیں؟ اور جب وہ نہ ملے تو کیا اپنے مخالف کو آپ یہ حق دیتے ہیں کہ وہ جعفری اقوال و اعمال کو یہ کہہ کر رد کر دے اور مشکوک ظاہر کرے کہ ان کا ثبوت صرف بعد والے چھ آئمہ سے نہیں ہے؟ یہ تنبیہ اس لیے کرنی پڑی کہ شیعہ حضرات اہلِ سنت سے مباحثہ کے وقت یہی بے اصولی اور دھاندلی شروع کر دیتے ہیں۔ فافہم۔

رہا مالکیہ کا ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھنا تو یہ ان کے متاخرین کو غلطی لگ گئی کہ بعض مالکیہ سے نقل مذہبِ امام میں سہو ہو گیا تو پھر یہ رواج چل گیا۔ جیسے مسئلہ عزاداری کے سلسلہ میں شیعہ کو غلطی لگ گئی اور وہ مذہبِ امام سمجھ کر اس کے پیرو ہو گئے۔ حالانکہ آئمہ کی تعلیمات میں یہ امور سراسر حرام اور ناجائز ہیں۔ راقم کی تالیف مسئلہ عزاداری اور تعلیماتِ اہلِ بیتؓ سے آپ شیعہ کی ایک سو احادیثِ نبویؐ و آئمہ اس کی سخت تردید میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ یا جیسے تحریفِ قرآن خود آئمہ اہلِ بیتؓ کا مذہب نہیں۔ مگر بعد کے تمام علماء اس کے قائل ہو گئے اور اب بھی قائل ہیں۔ قرآن کو صحیفۂ صدیقی و صحیفۂ عثمانی کہہ کر اپنے بغض اور شک کا اظہار کرتے ہیں۔ دراصل امام مالکؒ سے نقلِ مذہب میں روایات مختلف ہیں۔ ایک میں جمہور اہلِ اسلام کی طرح وضع یدین کے قائل ہیں اور اپنی اصح ترین حدیث و فقہ کی کتاب مؤطا میں یہی نقل کیا ہے۔ ابن منذر وغیرہ نے امام مالکؒ سے اس کے خلاف کوئی قول نقل نہیں کیا۔ علامہ ابن عبد البر مالکی نے لکھا ہے۔

لم یأت عن النبی صلی اللہ علیه وسلم فیه خلاف وهو قول جمهور الصحابة والتابعین قال وهو الذی ذکره مالك فی المؤطا ولم یحك ابن المنذر وغیره عن مالك وغیره و رُوی عن مالك الارسال وصار الیه اکثر اصحابه (بحوالہ سبل السلام ج ۱ ص ۲۶۰ از امیر یمانی)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہاتھ باندھنے کے مسئلہ میں کوئی اختلاف مروی نہیں ہے۔ یہی جمہور صحابہؓ و تابعینؒ کا مذہب ہے۔ اور اسی کو امام مالکؒ نے مؤطا میں ذکر کیا ہے اور ابنِ منذر وغیرہ نے امام مالک سے اس کے برخلاف نقل نہیں کیا امام سے ایک روایت ارسال کی بھی ہوئی۔

آپؒ کے اکثر اصحاب نے اسے مذہب بنالیا۔

اور ابن حکم نے بھی امام مالکؒ سے وضع کی روایت نقل کی ہے اور ابن القاسم نے ارسال کی۔ (نیل الاوطار للشوکانی ج ۲ ص ۱۹۳)

لیکن یہ کوئی تصریح نہیں ملتی کہ امام مالکؒ نے ارسال پر کون سے صحابہؓ و تابعینؒ کے عمل سے استدلال کیا ہے۔ لہٰذا شیعہ کو ان کے ارسال سے کچھ فائدہ نہیں۔ امام مالکؒ نے مؤطا میں فرمایا ہے۔ "تین چیزیں سنت ہیں۔ ایک ہاتھ دوسرے پر باندھنا۔ نماز میں روزہ جلدی کھولنا۔ سحری میں دیر کرنا۔

روزہ کے افطار کا وقت

سوال ۶۹۔ قرآن مجید میں ہے۔ "روزہ رات تک پورا کرو" اور رات اندھیرا چھا جانے پر ہوتی ہے۔ آپ روزہ جلدی کیوں کھول لیتے ہیں؟ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ نمازِ مغرب کے بعد روزہ کیوں کھولتے تھے؟ (فقہ عمرؓ)

جواب۔ تاخیر افطار کا یہ مسئلہ شیعہ نے محض اختلاف برائے اختلاف بنایا ہے۔ ورنہ شریعت کی تعلیم بالکل واضح ہے کہ جب سورج ڈوب جائے اور رات آنے لگے تو روزہ افطار کرو۔ اور نماز پڑھو۔ قرآن پاک کی مذکورہ آیت بھی یہی چاہتی ہے، یہاں پر تو سنی و شیعہ کا اتفاق ہے کہ جیسے اَیْدِیَکُمْ اِلَی الْمَرَافِقِ میں کہنیاں ہاتھ میں داخل ہیں۔ اسی طرح اَتِمُّوا الصِّیَامَ اِلَی اللَّیْلِ میں رات صیام میں داخل نہیں۔ ورنہ لازم آئے گا کہ روزہ تمام رات رہے رات ختم ہونے پر کھولا جائے۔ جب رات روزہ سے خارج ہے تو رات کے جزء اول ہی میں روزہ کھولنا ہوگا۔ جیسے کوئی کہے کہ میں نے دریا تک سفر کیا تو دریا کا خشک کنارہ سفر کی انتہا ہوئی۔ پانی سامنے آتے ہی سفر ختم ہوگیا۔ جیسے یہاں کچھ پانی میں پہنچنا لازم نہیں۔ اسی طرح رات میں گھس کر روزہ جاری رکھنا لازم نہیں۔ یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ رات اندھیرا چھا جانے پر ہوتی ہے۔ کیونکہ یہ کسی عرف میں تو سمجھا جا سکتا ہے مگر شرع میں اس کا اعتبار نہیں ورنہ رات کا چھا جانا اس وقت سمجھا جاتا ہے جب مشرق و مغرب کا فرق نہ ہو سکے۔

تمام ستارے مکمل چمک پڑیں اور یہ چیز سورج ڈوبنے سے سوا گھنٹہ بعد عشا ہونے تک پیدا ہوتی ہے۔ اور اس وقت تک شیعہ تاخیر افطار نہیں کرتے بلکہ تقریباً آدھ گھنٹہ تک سرخی اور روشنی ہوتے ہوئے بعد از نمازِ مغرب افطار کرتے ہیں جو عقل و نقل کے خلاف ہے۔ عقل کا تقاضہ ہے کہ جیسے پوہ پھٹتے ہی صبح اور وقت صوم شروع ہو جاتا ہے۔ کھانا پینا حرام ہو جاتا ہے۔ حالانکہ ابھی خوب اندھیرا ہے جو گھنٹہ سوا بعد زائل ہوگا۔ اسی طرح سورج ڈوبتے اور رات چڑھتے ہی رات کا آغاز اور روزہ کا افطار اور نماز کا جواز شروع ہوگیا۔ گو مکمل شب اور اندھیرا سوا گھنٹہ بعد ہوگا۔

عن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اقبل اللیل من ھٰھنا وادبر النہار من ھٰھنا وغربت الشمس فقد افطر الصائم (بخاری و مسلم مشکوٰۃ ص ۱۷۰)

حضرت عمرؓ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب رات یہاں (مشرق) سے آجائے اور دن یہاں سے چلا جائے اور سورج غروب ہو جائے تو روزہ دار روزہ کھول لے۔

جب راوی ہی حضرت عمرؓ ہیں تو ان کے متعلق شیعہ کا تاثر دینا کہ وہ اندھیرا ہونے پر افطار کرتے تھے صحیح نہیں۔ بالفرض اگر یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ جائے کہ حضرت عمرؓ و عثمانؓ نمازِ مغرب کے بعد افطار کرتے تھے۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ پہلے نماز جلدی پڑھ لیتے تھے۔ پھر افطار کرتے۔ اور نمازِ مغرب میں زیادہ سے زیادہ ۱۰۔۱۲ منٹ ہی لگتے ہیں تو اندھیرا تو نہ چھا جاتا ہوگا۔ تاکہ شیعہ کو یہ مفید ہو۔ لہٰذا نماز و افطار کا وقت ایک ہی ہے۔ شیعہ سورج ڈوبنے کے فوراً بعد نماز کے بھی قائل نہیں تارے چمکنے پر پڑھتے ہیں۔ لہٰذا شیعہ کا اس اثر سے استدلال درست اور مفید نہ ہوا۔ شیعہ کی فروع کافی کتاب الصوم باب وقت الافطار میں ہے۔

امام جعفر صادقؒ نے فرمایا۔ "سورج کے ڈوبنے اور وجوب افطار کا وقت یہ ہے۔ کہ مشرق سے اٹھنے والی سرخی (سیاہی) تلاش کرے جب وہ سر کے برابر مغرب کو جائے تو افطار واجب ہے۔ سورج ڈوب گیا۔

غالباً یہ وہی وقت ہے جس پر تمام اہلِ اسلام روزہ کھولتے ہیں۔ امام صادقؒ نے چاروں طرف رات چھا جانے اور اندھیرا ہونے کو وقت افطار نہیں بتایا۔

شیعہ کے ۱۷ قرآن ہیں

سوال نمبر ۱۷۔ آپ کہتے ہیں کہ شیعوں کے قرآن کے چالیس پارے ہیں۔ کتب اربعہ سے وہ حوالہ نقل فرمائیے۔

جواب۔ یہ خود شیعوں نے قرآن میں تحریف اور کمی کا بار بار پروپیگنڈہ کر کے عامۃ الناس میں یہ تاثر پھیلایا ہے۔ کہ شاید شیعہ کا مکمل قرآن اس سے بڑا چالیس پارے کا ہوگا۔ کسی عالم نے ایسا نہیں لکھا۔ ہاں شیعوں کے قرآن اور صحیفے بہت ہیں جن کا ذکر کتب اربعہ میں ملتا ہے۔ ملاحظہ ہو۔ اصول کافی ج ۱ صفحہ ۲۳۸ باب فیہ ذکر الصحیفۃ والجفر والجامعۃ ومصحف فاطمۃ علیہ السلام۔ پھر شیعوں کے ان چار قرآنوں کی تفصیل بابِ ہذا میں یوں آئی ہے۔

امام صادقؒ نے فرمایا۔ "ہمارے پاس جامعہ بھی ہے جس کی لمبائی حضور علیہ السلام کے گز سے ۷۰ گز ہے۔ اس میں تمام مخلوق کا حال مکتوب ہے۔ پھر حلال و حرام اس میں ہے۔ اور ہر وہ چیز اس میں ہے جس کی ضرورت ہو حتیٰ کہ خراش سے اور ہاتھ سے مارنے کی دیت بھی اس میں لکھی ہے۔ پھر کچھ دیر کے بعد فرمایا ہمارے پاس جفر بھی ہے۔ وہ ایک ایسا جامع خزانہ ہے جس میں تمام انبیاء، اوصیاء اور بنی اسرائیل کے گذشتہ علماء کے علوم موجود ہیں۔ پھر کچھ دیر کے بعد فرمایا ہمارے پاس مصحفِ فاطمہؓ بھی ہے۔ وہ یہ ہے۔

مصحف فیہ مثل قرانکم هذا ثلث مرات واللہ ما فیہ من قرانکم حرف واحد (کافی ج ۱ صفحہ ۲۳۹)	وہ ایسا قرآن کہ تمہارے قرآن سے تین گنا بڑا ہے اللہ کی قسم اس میں تمہارے قرآن کا ایک حرف بھی نہیں (معلوم ہوا کہ یہ قرآن تو آئمہ نے اہلِ سنت ہی کو بخش دیا۔ وللہ الحمد)

مزید تفصیل ایک روایت میں یوں آئی ہے۔ امام صادقؒ سے جفر کے متعلق پوچھا گیا۔ فرمایا وہ بیل کا چمڑا ہے۔ علم سے بھرا ہوا ہے۔ جامعہ کے متعلق فرمایا۔ یہ

وہ قرآن ہے۔ چمڑے کی طرح چوڑائی میں ۷۰ گز لمبا ہے۔ بڑے موٹے اونٹ کی ران کی طرح موٹا ہے۔ اس میں ہر انسانی ضرورت کی چیزیں ہیں۔ ہر مسئلے کا حل اس میں ہے حتیٰ کہ خراش کی دیت بھی ہے۔

مصحفِ فاطمہؓ کی تعریف میں فرمایا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد صرف ۷۵ دن زندہ رہیں اور آپؓ کو وفاتِ نبویؐ پر شدید غم ہوا۔ حضرت جبریلؑ آپؓ کو تسلی دینے آتے تھے اور خوش کرتے تھے۔ ابا جان کے حالات بتاتے تھے۔ حضرت علیؓ یہ سب کچھ لکھتے جاتے تھے۔ پس مصحفِ فاطمہ علیہا السلام یہی ہے۔

امام صادقؒ نے شیعہ کے دو اور قرآنوں کی نشاندہی کرتے ہوئے فرمایا۔ اللہ کی قسم میرے پاس دو کتابیں ہیں۔ جن میں ہر نبی کا نام ہے اور ہر بادشاہ کا جو زمین کا بادشاہ ہوگا۔ اللہ کی قسم! ان میں کسی میں محمد بن عبداللہ بن حسن بن حسنؓ بن علیؓ کا نام نہیں ہے۔ (کافی ج ۱ صفحہ ۲۴۲)

ان عجیب و غریب قسم کی پانچ آسمانی کتابوں کے علاوہ آئمہ شیعہ کو ہر دور میں ایک نئی کتاب ملتی ہے۔ ۱۲ آئمہ کی ان مستقل بارہ آسمانی کتب کا ذکر کافی کلینی میں ہے۔ علامہ مجلسی کلینی سے بسند معتبر لکھتے ہیں۔

حضرت فرمود ہر یک از ما صحیفہ دارد کہ آنچہ باید در مدت حیات خود بعمل آورد در آں صحیفہ است (جلاء العیون صفحہ ۴۱۹ حالات حضرت حسینؓ)	حضرت صادقؒ نے فرمایا ہم میں سے ہر ایک ایک صحیفہ (قرآن) رکھتا ہے کہ زندگی میں اس امام کو جو اعمال کرنے ہوتے ہیں وہ سب اس میں لکھے ہوتے ہیں۔

اس تفصیل سے پتہ چل گیا ہوگا۔ کہ جب ہر قسم کی معلومات اور دنیا میں قابلِ عمل ہر مسئلہ اور ضرورت کی ہر چیز شیعہ کے ان سترہ ۱۷ قرآنوں میں ہے جن کے متعلق تعلی آمیز دعوے بانیانِ تشیع نے کیے ہیں۔ تو شیعہ کو موجودہ قرآن نبوی کو مرکزِ عقیدت

ع چونکہ شیعہ کو حضرت حسنؓ اور آپؓ کی اولاد کی بزرگی سے خاص چڑ ہے اس لیے اس کی نفی میں امام صادق سے کافی تک میں حدیثیں روایت کر دی گئیں۔ م۔

ماننے اور رشتۂ عمل و اطاعت استوار کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے، وہ اگر اس پر ہر قسم کے اعتراضات کرتے اور بے اعتباری ظاہر کرتے ہیں۔ تو یہ عین فطری اور قیاسی بات ہے۔ بھلا جس قرآن نے انبیاءؑ کی عظمت و اطاعت کا بار بار سبق دیا۔ اور وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا (اے اللہ! ہمیں پرہیزگاروں کا امام بنا) سے امامت کو کسبی بنا دیا اور مذہب شیعہ کی جڑ کاٹ دی۔ جس نے وَلَا تَحْزَنُوا (اور غم نہ کیا کرو) فرما کر عزاداری کے نظام کو درہم برہم کر دیا۔ جس قرآن نے سینکڑوں آیات میں اصحابِؓ رسولؐ (بقولِ شیعہ دشمنانِ آلِ علیؓ) کی تعریف و منقبت کا جھنڈا لہرایا۔ جس نے جگہ جگہ خدا کی توحید اور اسے پکارنے کا حکم دیا اور یا علیؓ مدد کو باطل کر دیا۔ جس نے ایمان کے بعد عملِ صالح کی بار بار تلقین کی اور ماتم کدوں سے ملنے والی جنتی ٹکٹوں کو جعلی بنایا اس قرآن سے شیعہ محبت رکھ ہی کیسے سکتا ہے۔ لہٰذا وہ ہر ممکن طور پر قرآنِ محمدی سے دور رہیں گے عوام کو دور رکھیں گے کیونکہ مذکورہ بالا ستر قرآنوں کی عظمت اور ان پہ ایمان کا تقاضہ یہی ہے۔

متعہ اور شیعہ کے ذمہ دار حضرات

سوال ۱۷۔ اگر متعہ حرام ہے تو اسماء بنت ابوبکرؓ نے متعہ کیوں کیا۔ ثبوت کے لیے دیکھئے تفسیر مظہری ص ۵

جوابِ الزامی۔ یہ سوال بھونڈا اور اشتعال انگیز ہے۔ شیعہ کہا کرتے ہیں کہ "ہم جن اکابر و اہلبیتؑ کو مانتے ہیں اہلِ سنت کے ہاں بھی ان کی عظمت مسلم ہے۔" شیعہ کو چاہیے تھا کہ وہ اہلِ بیت کے گھرانے کی ہر دور میں متعہ کرنے کی مثالیں پیش کرتے تاکہ جہاں ہم پہ الزام ہوتا خود شیعہ اور ان کی مستورات کے لیے واجب الاتباع ہوتا۔ مذکورہ مثال تو ان کے لیے واجب الاتباع نہ رہی۔ ہم متعہ کے قائل ہی نہیں تو اس سے مقصد سوائے ہمیں گالی دینے اور غیرت چڑانے کے کیا ہوا۔ لہٰذا میں شیعوں کو چیلنج دیتا ہوں کہ اگر ان میں ذرہ بھر بھی ایمان کی رتی ہے اور وہ متعہ کو کارِ ثواب جانتے ہیں (تو خاکم بدہن) کیا وہ مستوراتِ اہلِ بیت کی مثالیں کم از کم ایک درجن اپنی کتب سے پیش کر سکتے ہیں؟ چلیئے پانچ ہی سہی۔ اگر ثابت کر دیں تو فبہا اس مبارک عمل

کا اپنے گھر کی خواتین سے افتتاح کریں اور تمام دنیائے شیعیت کے لیے ایک واجب الاتباع نمونہ پیش کریں۔ اور مخلص داعی متعہ کو اس پر ناراض یا شرمندہ ہونے کی ضرورت نہیں ایک شرعی حکم ہے جسے عمرؓ نے مار دیا تھا۔ آپ اپنے گھر سے اس مردہ سنت کو زندہ کر کے ثوابِ شہادت حاصل کریں۔ ہمارے بزرگ مولانا شاہ اسماعیل دہلویؒ — جن کی منصبِ امامت شیعہ بھی پڑھتے ہیں — کے حالات میں لکھا ہے کہ وہ ایک متبہ تقریر میں بیوہ کے نکاحِ ثانی کی ترغیب دے رہے تھے۔ کیونکہ ہندوؤں کے ساتھ اختلاط کی وجہ سے نکاحِ ثانی کو بہت معیوب سمجھا جاتا ہے۔ کسی نے اٹھ کر کہہ دیا۔ آپ اپنی بیوہ بہن کا نکاحِ ثانی کیوں نہیں کرتے۔ آپ ناراض ہونے کے بجائے فوراً گھر گئے۔ بہن کی منت سماجت کر کے اسے نکاحِ ثانی پہ آمادہ کیا۔ کسی نیک آدمی سے نکاح کر کے فوراً واپس آ گئے اور تقریر کے مجمع کو تسلی دے دی کہ تمہارا الزام دور کر دیا اپنے گھر سے سنت کو زندہ کر دیا۔ آج اخبارات کی زینت بننے والے شیعہ علماء کرام اور "ہم متعہ کیوں کرتے ہیں۔" "متعہ اور اسلام" جیسے رسائل لکھنے والے شیعہ مجتہدین مذہب کے ساتھ اخلاص اور جرأتِ ایمانی سے کام لے کر گھنٹہ بھر یا دن بھر وغیرہ مدتِ معلوم کے لیے اپنی . . . . کو متعہ کے لیے دینے کا اعلانِ عام کر دیں تو شیعی معاشرہ میں چودھویں کے چاند کی طرح یہ متعائی سنت زندہ ہو جائے گی۔ پھر حضرت عمرؓ کو گالیاں دینے کے بجائے سب شیعہ نوجوان و مستورات اپنے علماء و مجتہدین اور ذاکرین کو دعاؤں سے نوازیں گی۔ پھر کوئی نہ کہے گا کہ "اگر متعہ ختم نہ کیا جاتا تو بجز شقی کے کوئی زنا نہ کرتا۔" اور "فرمانِ صادق" سچا ہو جائے گا "کہ شیعو! اللہ نے تم پر شراب کو تو حرام کر دیا مگر اس کے عوض میں متعہ دے دیا۔" اور اگر شیعہ کے ذمہ دار قابلِ اتباع حضرات ایسا نہیں کر سکتے تو خدارا ہم کو یہ اعتقاد رکھنے سے تو منع نہ کریں۔ کہ اپنے گھر میں متعہ ناپسند کر کے دوسروں کی بہن بیٹی سے متعہ کرنے والے زانی ہیں۔ ان کا ضمیر بھی زنا کا فتویٰ دیتا ہے وہ دوسروں کو زنا ہی کی تعلیم دیتے اور زنا ناپسند کرتے ہیں کیونکہ وہ اپنے گھر میں اس زنا کو پسند نہیں کرتے۔ اب "فقہ جعفری" کے قانون کے مطابق

متعہ کا رشتہ دیں۔ یا انکار کرنے اور متعہ کو بے حیائی سمجھنے کی سزائے ارتداد۔ قتل۔ قبول کریں۔ یا پھر اس مذہب سے توبہ کرلیں۔

اگر آپ تین باتوں سے کوئی بھی قبول نہیں کرتے تو آپ شیعہ ہرگز نہیں خالص منافق ہیں۔ آپ کا ٹھکانا جہنم ہے۔ کیونکہ علامہ مجلسی وغیرہ علماء نے متعہ کو ضروریاتِ دین (مثل نماز روزہ) سے لکھا ہے۔ اور یہ تو یقینی مسلمہ اصول ہے کہ ضروریاتِ دین کا منکر و ناپسند کرنے والا پکا کافر جہنمی ہے۔ تارک، فاسق ہے۔ خدا اور رسول اور آئمہ کی لعنت کا مستحق ہے۔ تفسیر منہج الصادقین سے متعہ نہ کرنے والے کی مذمت میں احادیث ملاحظہ ہوں۔ زیرِ آیت والمحصنات پ۵۔

۱۔ حدیث مرفوع ہے۔ جس نے ایک مرتبہ متعہ کیا اس کا درجہ حسینؓ جتنا ہے۔ جس نے دو مرتبہ کیا اس کا حسنؓ جتنا ہے۔ جس نے تین دفعہ کیا اس کا درجہ علیؓ بن ابی طالب جتنا ہے۔ جس نے چار مرتبہ کیا اس کا درجہ میرے برابر ہے۔ (معاذ اللہ) اگر پانچ مرتبہ کرے تو ؟

اب جو شخص حضرت علیؓ و حسنینؓ کا درجہ نہ چاہے یا متعہ کے ذریعے اس کے حصول کی تمنا نہ کرے۔ اس سے بڑا بدبخت اور بے ایمان کون ہوگا۔

۲۔ حضرت صادقؒ نے فرمایا ہے۔ کہ متعہ ہمارا دین (دستور و عمل) ہے۔ اور ہمارے باپ دادے (آئمہ معصومین) کا دین ہے۔ جو متعہ کرے اس نے ہمارے دین پر عمل کیا اور جو متعہ سے انکار کر دے اس نے ہمارے دین کا انکار کیا اور مذہب کے خلاف اعتقاد رکھا۔ یقیناً متعہ سلف سے قرب ہے اور شرک سے امان ہے۔ متعہ کی اولاد نکاح حلال کی اولاد سے افضل ہے۔ متعہ کا منکر (نہ کرنیوالا) کافر و مرتد ہے۔

۳۔ جو شخص دنیا سے متعہ کرے کرائے بغیر مر جائے وہ قیامت کے دن اٹھیگا تو اس کے ناک کان کٹے ہوں گے۔

متعہ کی تعریف متعہ یہ ہوتا ہے کہ کوئی مرد و عورت باہمی رضامندی سے وقتِ مقررہ

اور فیس (مہر) مقررہ کے ساتھ بغیر گواہوں کے ایجاب و قبول کر کے تعلق قائم کریں چونکہ نکاحِ دائمی کے لیے شیعہ کے ہاں گواہ شرط نہیں تو اس گھنٹہ بھر کے عارضی تعلق کے لیے گواہ بدرجہ اولیٰ نہیں۔ جب وہ وقت گزر گیا عورت خود بخود آزاد ہو گئی نہ اُسے طلاق دی جائے گی۔ نہ وراثت ملے گی۔ نہ نان و نفقہ کی حق دار ہے۔ نہ اس کی عدت ہے۔ نہ وہ مرد پر فیس لینے کے سوا اور کوئی حق رکھتی ہے۔ یہ ساری شرائط و تفصیلات شیعہ کی تہذیب الاحکام وغیرہ میں مذکور ہیں۔

تحقیقی جواب الزامی جواب سے معذرت خواہی کے بعد اصل تحقیقی جواب یہ ہے۔ کہ مظہری میں یہ روایت طحاوی اور نسائی کے حوالے سے لکھی ہے۔ ہم نے نسائی کو غور سے تمام کتاب النکاح دیکھا مگر یہ روایت نہیں ہے۔ باب تحریم متعہ موجود ہے۔ اس میں حضرت علیؓ کی روایت سے مرفوعاً تین حدیثیں مذکور ہیں جیسے سوال ۵۶ کے جواب میں مسلم شریف کی روایات گزریں۔ طحاوی میں بھی یہ روایت نہیں ہے۔ من ادعیٰ فعلیہ البیان۔ معلوم ہوا قاضی صاحب کو ان کی طرف نسبت کرنے میں غلطی لگ گئی۔ یا کاتبوں اور نساخ کا تصرف ہے۔

علامہ موسیٰ جار اللہ الوشیعۃ فی نقد عقائد الشیعۃ ص۱۳۱ میں فرماتے ہیں۔ کہ حضرت زبیرؓ کے ساتھ حضرت اسماءؓ کی شادی کو بعض راویوں نے عقد الی اجل سے تعبیر کر دیا ہے جسے شیعہ نے متعہ بنا ڈالا۔ حالانکہ بات صرف اتنی تھی کہ "شادی کے وقت طرفین احتیاطاً کچھ شرائط لگاتے ہیں۔ تاکہ ناموافقت کی صورت کا تدارک ہو سکے۔ تو غالب یہ ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے بطورِ احتیاط یہ شرط لگا دی کہ اگر موافقت نہ ہو تو کچھ مدت کے بعد طلاق دے دینا۔ تو لوگوں میں مشہور ہو گیا کہ نکاح موقت ہوا۔ پھر راویوں نے یہ گھڑ لیا کہ سیدہ اسماءؓ کا نکاح متعہ تھا۔ حالانکہ عام سادات قریش اسے ناپسند کرتے تھے تو صدیق اکبرؓ تو بڑے سردار اور معزز تھے۔ وہ ایسا کب کر سکتے تھے کہ اپنی بچی کا نکاح کسی اجرت یا مفاد کے لیے کریں"۔ پھر شیعہ کی یہ بھی کتنی بڑی زبردست خیانت اور سینہ زوری ہے کہ مظہری میں ۴ صفحات پر پھیلی ہوئی متعہ کی بحث میں سے ابتدائی چند

سطریں جن میں سوال کے طرز پر جوازِ متعہ کی روایات ہیں، تو نظر آگئیں مگر تحریم و نسخ کی بقیہ دسیوں روایات سے اعراض کر لیا۔ یہ تو ایسا ہی ہے کہ کسی کتاب سے مخالف کے سوال کو اصل مسئلہ ظاہر کر کے لکھا جائے اور جواب کو دیکھا نہ جائے۔ صاحب مظہری چند آثار کے بعد فرماتے ہیں۔

"ان آثارِ صحابہ رضؓ سے متعہ کا جواز تو معلوم ہوتا ہے لیکن منسوخ نہ ہونا اور اب بھی جائز ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ صرف حضرت ابنِ عباس رضؓ کا اثر اور ابنِ مسعود رضؓ کی قرأت سے غیر منسوخ ہونا معلوم ہوتا ہے۔"

میں کہتا ہوں حضرت ابنِ مسعود رضؓ کی قرأت تو شاذ ہوئی اس کا قطعی کلام اللہ سے معارضہ نہیں ہو سکتا۔ اثر ابنِ عباس رضؓ کی تردید اور اس کا رجوع قاضی صاحبؒ نے خود آخر میں ثابت کیا ہے۔ پھر صاحبِ مظہری فرماتے ہیں۔

"مسئلہ متعہ کے ناجائز اور حرام ہونے پر اجماع ہو چکا ہے۔ سوائے شیعہ کے کوئی اس کی حلت کا قائل نہیں۔ حرمتِ متعہ کا ثبوت اس آیت سے ہوتا ہے۔

وَالَّذِیْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ	اور وہ لوگ اپنے ستر کی حفاظت کرتے
اِلَّا عَلٰٓی اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُهُمْ	ہیں۔ بجز بیویوں اور مملوکہ باندیوں کے
فَاِنَّهُمْ غَیْرُ مَلُوْمِیْنَ ۝	کہ ان پر کوئی ملامت نہیں۔

پھر مظہری نے مسلم شریف سے تقریباً ۱۰ حدیثیں نسخ اور حرمتِ متعہ کی نقل کی ہیں جن کو شیعہ پڑھ کر ہضم کر جاتے ہیں۔ ڈکار تک نہیں لیتے۔ اور خیانتِ مجرمانہ کرتے ہوئے نسخ سے قبل کی دو تین روایتیں گردانتے رہتے ہیں۔

پھر آخر میں قاضی صاحبؒ فرماتے ہیں۔ "میں کہتا ہوں، شاید حضرت ابنِ زبیر رضؓ اور دوسرے علماء سے مناظرہ کرنے کے بعد حضرت ابن عباس رضؓ نے اپنے سابقہ فتویٰ سے رجوع کر لیا تھا اور متعہ کا منسوخ ہونا ان پر ظاہر ہو گیا تھا۔ یہ بھی روایت میں آیا ہے کہ حضرت ابنِ عباس رضؓ متعہ کا فتویٰ — رجوع سے قبل جب دیتے تھے — صرف اس حالت میں دیتے تھے کہ آدمی سفر میں مجبور اور مضطر ہو۔ (مظہری ج ۲ صـ ۳۴ اردو)

ابن منذر نے تفسیر میں اور بیہقی نے سنن میں حضرت ابن عباس رضؓ سے یہ روایت بیان کی ہے "کہ متعہ تو بس ایسا ہے جیسا خنزیر اور مردار کا گوشت کہ مجبور کے علاوہ کسی کے لیے جائز نہیں۔ ایک روایت میں یہ ہے کہ جب آپ سے کہا گیا آپ متعہ کا فتویٰ دیتے ہیں۔ تو انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھی۔ پھر فرمایا خدا کی قسم، میں نے تو اس کا فتویٰ نہیں دیا تھا نہ میری یہ مراد ہے۔ اور نہ مجبور کے علاوہ کسی اور کے لیے متعہ حلال قرار دیا ہے۔ (انتہیٰ ملخصاً تفسیر مظہری پ ۵)

قارئینِ کرام! اس تفصیل سے آپ کو پتہ چل چکا ہوگا کہ اصل کتاب میں کیا اور کتنا کچھ لکھا ہوتا ہے اور شیعہ اپنا الو سیدھا کرنے کے لیے کیسے ناقص پر خیانت حوالے دے کر اپنے عوام و قارئین کو مغالطہ دیتے رہتے ہیں۔ (اعاذنا اللہ من شرورهم)

نکاح حضرت ام کلثوم رضؓ

سوال ۷۲۔ مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ جب حضرت ابوبکر رضؓ اور حضرت عمر رضؓ نے حضورؐ سے جنابِ سیدہ رضؓ کے لیے درخواست کی تو آنحضرتؐ نے فرمایا انہا صغیرۃ۔ یعنی جنابِ سیدہ رضؓ چھوٹی بچی ہیں تم سے شادی کرنے کے قابل نہیں۔ کیا یہ بات صحیح ہے؟

سوال ۷۳۔ اگر غلط ہے تو اس پر مکمل جرح کر کے ثابت کیجئے۔ عقلاً و نقلاً۔

سوال ۷۴۔ اگر صحیح ہے تو عقلِ سلیم سے فیصلہ کیجئے کہ کیا کوئی انسان یہ باور کر سکتا ہے کہ ام کلثوم رضؓ جس کی والدہ ماجدہ بوجہ صغیر سنی جس شخص کے حبالۂ عقد میں نہیں آسکی وہی شخص مدت بعد اسی عورت کی سب سے چھوٹی بیٹی سے شادی رچالے؟

جواب

یہ مشکوٰۃ کے علاوہ خود شیعہ کی کتابوں۔ حیات القلوب، جلاء العیون، کشف الغمہ لعلی بن عیسیٰ اردبیلی میں مذکور ہے۔ کہیں یہ صراحت نہیں کہ انھوں نے رشتہ اپنے لیے

مانگا تھا یا اپنی اولاد کے لیے۔ اور حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے جواب میں صغر سنی کا عذر پیش نہیں کیا بلکہ بروایتِ شیعہ یوں فرمایا۔

ان امرھا الی ربھا ان شاء ان یزوجھا زوجھا (کشف الغمہ ص۲۸۸) کہ فاطمہؓ کو بیاہنے کا اختیار مجھے نہیں خدا کو ہے۔ وہ اسے چاہے گا تو بیاہ دیگا۔

پھر شیعہ روایت ہی میں یہ تفصیل ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ و سعد بن معاذؓ ایک دن مسجد نبوی میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ حضرت فاطمہؓ کا ذکرِ خیر آیا تو ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا۔ آپؐ سے فاطمہؓ کا رشتہ تو بڑے بڑے شریفوں نے مانگا ہے مگر آپؐ نے جواب میں فرمایا ہے اس کو بیاہنے کا اختیار خدا کو ہے۔ حضرت علی بن ابی طالبؓ نے آپؐ سے رشتہ نہیں مانگا ہے۔ میرا خیال ہے کہ اسے تنگدستی مانع ہے اور میرا جی یہ بھی کہتا ہے کہ خدا اور رسولؐ نے فاطمہؓ کو علیؓ ہی کے لیے بٹھا رکھا ہے۔ چلو حضرت علیؓ کو جا کر رشتہ مانگنے کے لیے آمادہ کریں۔ راوی حضرت سلمان فارسیؓ کا بیان ہے کہ تینوں حضرت علیؓ کو تلاش کرنے نکلے۔ ایک کنویں پہ پانی سینچتے پایا تو خدا اور رسولؐ کی ان پہ عنایت کا ذکر کیا۔ فاطمہؓ کا رشتہ مانگنے پہ آمادہ کیا۔ مالی تعاون کا پورا یقین دلایا۔ چنانچہ بالآخر حضرت ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، سعدؓ کی تحریک و کوشش سے آپؓ کی شادی ہو گئی جہیز کا سامان ابوبکرؓ نے خریدا۔ بلالؓ نے اٹھایا۔ حق مہر کی رقم حضرت عثمانؓ نے دی۔ ولیمہ چار ہزار مہاجرینؓ و انصارؓ نے کھایا۔ رضی اللہ تعالیٰ عن جمیعہم اجمعین۔

جب یہ حضرات اس رشتہ سے حضرت علیؓ جیسے رفیقِ خاص کا گھر آباد دیکھنا چاہتے تھے۔ تو اپنے لیے طلب کیسی؟ اور شیعہ کی جرح و حجت بازی کی ضرورت کیوں؟ بالفرض اگر آپؓ اپنے لیے مانگتے تو عقلاً، عرفاً، شرعاً کوئی قباحت کی بات نہ تھی۔ جیسے اپنی ماں کی عمر جیسی خاتون سے نکاح درست ہے تو بیٹی جیسی عمر والی لڑکی سے بھی درست ہے۔ دونوں باتوں میں حضور علیہ السلام کی سنت موجود ہے۔ سب سے پہلی آپؐ کی کنوارپن کی شادی میں آپؐ کی عمر ۲۴، ۲۵ سال تھی۔ اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا کی عمر چالیس سے تجاوز کر رہی تھی پھر آپؐ کی عمر ۵۰ سال تھی کہ وفاتِ خدیجہؓ کے بعد حضرتؐ نے خود

حضرت ابوبکرؓ سے جو آپؐ سے ڈھائی سال چھوٹے تھے، حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد حضرت عائشہؓ کا رشتہ طلب کیا جو اس وقت ۶ سال یا کچھ زائد عمر کی تھیں۔ عمر کے اس تفاوت میں آپ کو اعتراض کیوں نہیں سوجھتا؟ پھر شیعہ روایات کے مطابق حضرت فاطمہؓ کی ولادت ۵ نبوت ہوئی۔ نکاح ۲-۳ھ میں ہوا (منتھی الآمال قمی ص۴۹) تو دس سال کی بچی کے ساتھ ۲۳ سالہ شیرِ خدا کا عقد کیسے؟ چلیے یہ قابلِ تسلیم سہی کہ ۱۰ سالہ رشتہ میں بھتیجی کے ساتھ ایک نوجوان شادی کر لے۔ مگر کیا عقلِ سلیم تسلیم کرے گی۔ کہ اپنی اس بیوی کی بھانجی کے ساتھ جو رشتہ میں ایک قسم کی نواسی ہوئی بیوی کی وفات کے بعد وہی شخص شادی کر لے۔ جیسے حضرت فاطمہؓ کی وفات کے بعد حضرت زینبؓ بنت پیغمبرؐ کی لختِ جگر حضرت امامہ بنتِ ابی العاصؓ سے حضرت علیؓ نے شادی کی جس کے اثبات کی حاجت نہیں۔

محترم! دورِ حاضر میں میری اور آپ کی عقلِ نارسا ان شادیوں اور مخلصانہ تعلقات کو تسلیم کرے یا نہ مگر حقیقت ہے کہ تفاوتِ عمر کے باوجود یہ شادیاں نزد ہوئیں۔ جن میں جذباتِ جوانی کے بجائے فریقین میں الفت و محبت کی تکمیل، رشتہ سے آخرت کا مفاد اور خاندانِ رسالت سے وسیع تعلق قائم کرنا مقصود تھا۔ حضرت عمرؓ نے بھی کہہ کر رشتہ مانگا تھا کہ "میں چاہتا ہوں کہ جیسے میں نے رسول پاکؐ کو رشتہ دیا ہے۔ اسی طرح خاندانِ رسالت میں رشتہ کرنا بھی چاہتا ہوں۔ تاکہ یہ دوہرا تعلق تزویج میری آخرت میں نجات کا ذریعہ بن جائے۔ یہ رشتہ ہوا۔ یقیناً ہوا۔ کافی کلینی، بخاری شریف — جو فریقین کی مستند ترین کتابیں ہیں — تک میں اس کا ذکر موجود ہے۔ ہر مورخ اور سیرت نگار نے اسے تسلیم کیا ہے۔ شیعہ کے متقدمین و متاخرین علماء و مؤلفین نے اسے تسلیم کیا ہے۔ جنہوں نے اپنے مفاسد کے خلاف پایا تو انکار کی تو جرأت نہیں کی ہاں غلط سلط تاویل و توجیہہ کی۔ فروع کافی ج ۵ ص۳۴۶ طبع ایران میں یہ باب ہے۔ باب تزویج ام کلثوم۔ محشی علی اکبر الغفاری نے یوں تعارف کرایا ہے۔ " یہ امیر المومنین علی علیہ السلام کی صاحبزادی ہیں۔ حضرت عمرؓ نے دورِ خلا

میں ان کا رشتہ مانگا۔ پہلے تو حضرت امیرؓ نے انکار کیا۔ پھر حضرت عمرؓ نے کچھ کہا سنا تو اس کا اختیار حضرت علیؓ نے حضرت عباسؓ کو دے دیا۔ انہوں نے علانیہ سب لوگوں کے سامنے اس کا نکاح حضرت عمرؓ سے کر دیا۔ اسی کی طرف اشارہ ہے کہ یہ ہم سے چھینی گئی" حاشیہ، پھر یہ حدیث نقل فرمائی ہے۔

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام فی تزویج ام کلثوم فقال ان ذالك فرج غصبناہ

امام صادقؒ نے ام کلثومؓ کی شادی کے متعلق فرمایا۔ یہ وہ شرمگاہ ہے جو ہم سے چھین لی گئی۔

تعجب ہے کہ چچا جان باپ کے حکم سے وکیل بن کر کھلے بندوں نکاح کر کے دے رہے ہیں۔ مگر یار لوگ اسے "غصب شرمگاہ" کے گندے لفظ سے تعبیر کر کے حضرت علیؓ اور تمام بنو ہاشم کی غیرت کو تھپڑ رسید کر رہے ہیں۔

علامہ شوستری حضرت علیؓ کی کمال اتباع نبوی پر مثالیں دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔ "اگر نبیؐ عجز کے وقت غار کو بھاگے۔ علیؓ عجز کے وقت گھر میں دروازہ بند کر کے بیٹھ رہے۔ اگر نبیؐ مکہ سے مدینہ گئے، علیؓ مدینہ سے کوفہ گئے۔

اگر نبیؐ دختر بعثمانؓ داد، وَلی دختر بعمرؓ فرستاد۔

اگر نبیؐ نے اپنی صاحبزادی عثمانؓ کو بیاہ دی تو علیؓ نے اپنی لڑکی عمرؓ کو دیدی۔

(مجالس المومنین ج ۱ ص ۲۰۳ ترجمہ مقداد)

اسی طرح الاستبصار، شافی۔۔۔ وغیرہ کتب شیعہ میں اس بے نظیر شادی خانہ آبادی کا تذکرہ موجود ہے جس نے شیعہ مذہب کی جڑ کاٹ دی (کہ حضرت علیؓ حضرت عمرؓ کے دشمن تھے اور عمرؓ علیؓ کے دشمن تھے۔ زمانہ حال کے شیعوں نے اس نکاح کا انکار شروع کر دیا ہے اور دور از کار مغالطے دیتے ہیں۔ لاہور کے ایک صاحب نے تو فحش گوئی اور تکذیب آئمہ و علماء شیعہ کی حد کر دی۔ کہ کتاب کا نام بھی "السہم المسموم فی نکاح ام کلثوم" رکھا۔ گویا حضرت ام کلثومؓ کو یہ زہر آلود تیر مارا (معاذ اللہ) اس مسئلہ پر موجودہ شیعہ کے انکار کے پیش نظر علماء اہلسنت نے

مستقل کتابیں لکھی ہیں۔ جیسے داماد علیؓ و داماد نبیؐ۔ از مولانا مفتی بشیر احمد پسروریؒ نکاح ام کلثوم۔ از مولانا عبد المومن فاروقی۔ ہم یہاں اس سے زیادہ کچھ نہیں لکھنا چاہتے ہیں کہ شیعہ کے اس عام مغالطہ کا رد کر دیں کہ حضرت ام کلثوم بنت فاطمہؓ عمر میں چھوٹی تھیں، قابل نکاح نہ تھیں۔ سو واضح ہونا چاہیے کہ حضرت فاطمہؓ کی عمر بوقت نکاح علماء شیعہ نے ۹ برس لکھی ہے۔ طبرسی کی اعلام الوریٰ لاعلام الہدیٰ ص ۸۱ طہران پر ہے۔ وکان لفاطمۃ یوم بنی بہا امیر المؤمنین تسع سنین (گو اہل سنت کی تحقیق کے مطابق آپؓ اس وقت پندرہ برس کی تھیں) آپؓ کا نکاح کشف الغمہ میں جناب صادقؒ کی روایت سے رمضان ۲ھ میں ہوا (جلاء العیون ص ۱۶۶ اردو)

مجلسی ہی نے ابن بابویہ سے بسند معتبر نقل کیا ہے کہ حضرت علیؓ کی دختر ابو جہل سے خواستگاری کی خبر سن کر ناراضی سے جب میکے گئیں۔

حضرت امام حسنؓ را بر دوش راست و وجناب حسینؓ را بر دوش چپ گرفت و دست ام کلثوم را بدست راست از خود گرفت دبجرہ پدر رفت۔

حضرت امام حسنؓ کو دائیں کندھے پر اور حضرت حسینؓ کو بائیں کندھے پر بٹھایا۔ اور ام کلثوم کا ہاتھ اپنے دائیں ہاتھ میں پکڑا اور باپ کے گھر چلی گئیں۔

اور اس قصہ کے آخر میں ہے کہ حضرت رسولؐ نے امام حسنؓ کو اٹھایا حضرت فاطمہؓ نے حضرت امام حسینؓ کو اٹھایا اور ام کلثومؓ کا ہاتھ پکڑا اور گھر سے مسجد کی طرف چلے آئے الخ (قصہ ناراضگی فاطمہؓ بر علیؓ)

معلوم ہوا کہ حضرت ام کلثومؓ حسنینؓ سے بڑی تھیں کہ خود چل کر نانا کے پاس آئیں پھر نانا جی بیٹی داماد میں صلح کرانے چلے تو بھی پیدل چل کر گئیں۔ جلاء العیون ص ۶۷ پر یہ بھی ہے کہ حضرت فاطمہؓ کے انتقال پر ام کلثومؓ روضۂ اطہر پہ آ کر رو دیں۔ کہ ہم پر آپ کی مصیبت آج پھر تازہ ہو گئی۔ معلوم ہوا کہ وہ ۱۱ھ میں اچھی خاصی سیانی سمجھدار تھیں۔ ۷-۸ برس کی ہوں گی۔ حضرت عمرؓ سے نکاح باتفاق مورخین ذیقعدہ ۱۷ھ میں ہوا۔ (الفاروق ص ۱۶۱) معلوم ہوا کہ اس وقت عمر سن بلوغ میں تیرہ۔ چودہ برس ہو گی۔ پھر حضرت

عمرؓ کے نکاح میں تا ۲۸ - ۲۹ ذوالحجہ ۲۳ھ ۶ سال رہیں۔ آپؓ سے ایک صاحبزادہ ہوا۔ جس کا نام زید بن عمرؓ تھا۔ اور لڑکی تھی جس کا نام رقیہ بنت عمرؓ تھا۔ حضرت زید بن عمرؓ اور ان کی والدہ ام کلثومؓ کی وفات ایک ہی ساعت میں حضرت حسنؓ کے دور میں ہوئی یہ پتہ نہ چلا کہ پہلے کون مرا۔ پھر کسی کو ایک دوسرے کا وارث نہ سمجھا گیا۔ (حدیث باقرؒ تہذیب الاحکام صفحہ ۳۸)

سوال ۷۵۔ کیا درود شریف ازواجِ مطہرات اور اصحابِ رسول ﷺ پہ درود شریف کے بغیر آپ کی نماز جائز ہو سکتی

ہے؟ اگر ہو سکتی ہے تو ثبوت پیش فرمائیں اور اگر نہیں ہو سکتی تو درود شریف محمد ﷺ وآل محمد ﷺ کے علاوہ اصحابؓ وازواجؓ پہ کیوں نہیں پڑھا جاتا۔ جب اصحابؓ وازواجؓ پہ درود پڑھے بغیر نماز ہو جاتی ہے تو جلسے اور میلاد کیوں نہیں ہو سکتے؟

جواب۔ ہم حنفیہ کے نزدیک نماز میں درود شریف پڑھنا واجب و فرض نہیں بلکہ سنت ہے۔ تمام کتبِ فقہ میں یہ مسئلہ لکھا ہے۔ شیعہ کے ہاں بھی نماز میں درود سنت و مستحب ہے۔ واجب و رکن ہرگز نہیں۔ ملاحظہ ہو شیعہ رسالہ توضیح المسائل ص ۹۹-۱۱۸-۱۱۱ سنت کا حکم یہ ہے کہ نماز میں چھوٹ جانے یا چھوڑ دینے سے نماز ہو جاتی ہے سجدہ سہو بھی نہیں آتا۔ البتہ عمداً درود شریف یا کوئی سنت چھوڑنا فی نفسہ گناہ اور کمی کا باعث ہے۔ ہاں شوافع کے ہاں درود کا پڑھنا واجب ہے کہ اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ پھر نماز میں درود شریف ہم بالعموم بخاری شریف والا حضرت کعب بن عجرہؓ کی روایت سے پڑھتے ہیں چونکہ یہ زیادہ مفصل ہے اور اس میں مشبہ بہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اُن کے آل و بیروکار مذکور ہیں اس لیے یہ بہتر سمجھا گیا۔ بہتری کی وجہ یہ نہیں کہ اس میں صرف آل محمد ﷺ کا نام ہے۔ اور لفظاً یا درودوں میں اصحابؓ وازواجؓ کی بھی صراحت ہے۔ تو وہ کم ہے ... یہ افضل ہے کیونکہ یہ خالص شیعی ذہنیت ہے۔ چونکہ دشمنانِ نبی ﷺ اور اعداءِ اصحابؓ وازواجؓ رسول ﷺ روافض نے درود شریف کو ہوّا بنا کر پیش کیا ہے اور عوام کو گمراہ کرتے رہتے ہیں۔ اس لیے ہم درود شریف پڑھ کر قدرے وضاحت سے

اس مسئلے پر روشنی ڈالتے ہیں۔

اللھم صل علی محمد وعلی آلہ واصحابہ واولادہ وازواجہ وذریتہ واھل بیتہ واصھارہ وانصارہ واشیاعہ ومحبیہ وامتہ وعلینا معھم اجمعین۔ یا ارحم الراحمین (از حسن بروایۃ قاضی عیاض در شفاء)

سب سے پہلی بات یہ ہے کہ نصِ قرآنی ہے۔ "اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں۔ ایمان والو! تم بھی نبی پر درود و سلام بھیجو" (احزاب)

آیت میں صرف نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر ہے۔ معلوم ہوا قرآن کی تعمیل میں صرف آپ ﷺ پر بالذات درود بھیجنا درست ہے تو شیعہ کا یہ کہنا غلط ہوا کہ آل کے بغیر نبی ﷺ پر درود بھیجنا جائز نہیں۔" کیونکہ اس سے حضورؐ پہ درود آل کے تابع ہو گیا۔ اس میں آپ ﷺ کی توہین ہے۔ حالانکہ تنہا یا مع الغیر جو درود آپ ﷺ پر بھیجا جائے گا۔ وہ آپ ﷺ پر بالذات یا بالاصالہ ہو گا۔

۲۔ حضورؐ کے بعد آلؓ۔ اصحابؓ۔ ازواجؓ وغیرہ پر بھی درود درست ہے۔ بدعت و ناجائز نہیں۔ جیسے شیعہ کا خیال ہے۔ کیونکہ آلؓ و اصحابؓ وازواجؓ پر درود بھی قرآنِ پاک میں آیا ہے۔ سورۃ احزاب ہی میں دو رکوع قبل اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

۱۔ هُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْکُمْ وَمَلٰٓئِکَتُہٗ لِیُخْرِجَکُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ وَکَانَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَحِیْمًا۔ تَحِیَّتُھُمْ یَوْمَ یَلْقَوْنَہٗ سَلٰمٌ وَّاَعَدَّ لَھُمْ اَجْرًا کَرِیْمًا۔ (احزاب ۶۶)

وہ وہی ہے جو خود اور اس کے فرشتے تم پر صلوات بھیجتے ہیں تاکہ وہ تم کو (کفر و نفاق کی) اندھیریوں سے (ایمان کی) روشنی کی طرف نکال لائے۔ اور وہ مومنوں پہ بہت ہی رحم کرنے والا ہے، جس دن یہ لوگ خدا سے ملیں گے۔ سلام ان کی اعلیٰ درجہ کی مدارات ہو گا اور خدا تعالیٰ نے ان کے لیے بہت ہی اچھا اجر تیار کر رکھا ہے۔ (ترجمہ مقبول)

اس آیت میں خدا اور فرشتوں کا درود و رحمت عام مومنین صحابہ کرامؓ پر ہے۔ ہمارے خیال میں حضرت علیؓ اور اہلِ بیتؓ چونکہ معصوم نہیں لہٰذا اس آیت

میں شامل ہیں کہ اللہ ان کو بھی اندھیروں سے نور کی طرف نکالتا ہے یعنی دن بدن اعمال و درجات میں ترقی لامتناہی ہو رہی ہے۔ شیعہ حضرات کے نزدیک چونکہ وہ چار افراد پیدائشی قطعی معصوم ہیں۔ کفر و نفاق کی ظلمت سے نور کی طرف اخراج کا تصور نہیں ہو سکتا۔ لہذا وہ اس آیت اور درود کا مصداق نہیں ہو سکتے۔ اب میں شیعہ کو چیلنج کرتا ہوں کہ اپنے چار افراد معصوم کے لیے درود کی سارے قرآن سے ایک آیت پیش کریں۔ تا قیامت پیش نہیں کر سکتے بجز اس کے کہ اپنے عقیدہ عصمت سے توبہ کر لیں۔

۲۔ وَاِذَا جَآءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ (پ۷ع۱۲)

اور اے رسولؐ! جس وقت تمہارے پاس وہ آئیں جو ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں تو تم ان سے کہہ دو کہ تم پر سلامتی ہو۔ تمہارے رب نے اپنی ذات پر رحمت واجب فرمائی ہے۔ (ترجمہ مقبول)

قرآن پاک کی ایک آیت غیر نبیؐ واصحابؓ نبیؐ پر درود بھیجنے کی یہ ہے۔

۳۔ خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ (پ۱۱ع۲)

ان کے مالوں میں سے صدقہ لو کہ ان کو بھی پاک کر دو۔ اور اس صدقہ لینے کی وجہ سے ان کے مال کو بھی بڑھا دو۔ اور ان کے لیے دعائے رحمت کرو۔ تمہاری دعائے رحمت کرنا ان کی تسکین کا باعث ہوگا اور اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

(ترجمہ مقبول)

۳۔ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے ساتھ آپؐ کے اصحابؓ، ازواجؓ اور آپؐ کے پیروکاروں پر درود بھی اکثر احادیثِ مرفوعہ میں آیا ہے۔

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی دیوبندیؒ نے زاد السعید میں درود و سلام پر مشتمل جو چالیس احادیث ذکر کی ہیں۔ اور تبلیغی جماعت کے سربراہ مولانا زکریا سہارنپوریؒ نے فضائلِ درود شریف میں وہ سب رسالہ نقل کر دیا ہے۔

چند احادیث اس سے ملاحظہ ہوں۔

۱۔ اللهم اجعل صلوٰتك وبركاتك على محمد النبی الامی وازواجه امهات المؤمنين واهل بيته كما صليت على ابراهيم وعلى آل ابراهيم انك حميد مجيد (ص۳۹)

اے اللہ! اپنی رحمتیں اور برکتیں حضرت محمدؐ نبی امی پر اور آپؐ کی بیویوں پر بھیج جو سب مومنوں کی مائیں ہیں اور آپؐ کے گھر والوں پر جیسے کہ تو نے حضرت ابراہیمؑ پر اور حضرت ابراہیمؑ کی آل پر رحمت بھیجی ہے۔ بے شک تو تعریفوں والا اور بزرگ ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی حدیث سے یہ نقل کیا گیا ہے کہ جو شخص چاہتا ہے کہ اس کا درود بہت بڑے پیمانے سے ناپا جائے تو وہ ہم اہلِ بیتؓ پر یوں (مذکورہ بالا) پڑھا کرے۔ معلوم ہوا کہ ازواجِ مطہرات نبیؐ اہلِ بیت رسولؐ ہیں۔ اور یہ حضرت علیؓ کا فیصلہ اور حکم ہے۔

۲۔ اللهم صل على سيدنا محمد النبی الامی وآله واصحابه وسلم۔

اے اللہ! ہمارے سردار محمدؐ نبی امی پر اور ان کے آلؓ و اصحابؓ پر رحمت اور سلامتی نازل فرما۔

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے ترغیب اہل السعادت میں لکھا ہے کہ جو شخص زیارت رسولِ مقبولؐ چاہے۔ وہ شب جمعہ میں دو رکعت نفل پڑھے اور ہر رکعت میں گیارہ بار آیت الکرسی اور گیارہ بار قل ہو اللہ احد اور بعد سلام ۱۰۰ بار یہ (بالا) درود شریف پڑھے۔ ان شاء اللہ تین جمعے گذرنے نہ پائیں گے کہ زیارت نصیب ہوگی۔ معلوم ہوا کہ درود شریف میں مکمل وزن اور فضیلت ازواجؓ و اصحابؓ کے ذکرِ خیر سے آتی ہے۔

۳۔ اللهم صل على عبدك ورسولك وصل على المؤمنين والمؤمنات والمسلمين والمسلمات۔

اے اللہ! اپنے بندے اور رسولؐ پر رحمت بھیج۔ اور ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں، مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں پر رحمت بھیج۔

یہاں آل کے بجائے مومنوں اور مسلمانوں کا ذکر اس کی دلیل ہے کہ مؤمنین و مسلمین بھی آل رسولؐ اور مستحق درود ہیں۔

۴ - اللھم صل علی محمد وازواجه وذریته کما صلیت علیٰ اٰلِ ابراھیم وبارك علی محمد وازواجه وذریته کما بارکت علیٰ اٰل ابراھیم انك حمید مجید۔

۵ - اللھم صل علی محمد وعلی ازواجه وذریته کما صلیت علیٰ اٰلِ ابراھیم وبارك علی محمد وعلی ازواجه وذریته کما بارکت علیٰ اٰل ابراھیم انك حمید مجید۔ دونوں یکساں ہیں۔ صرف دوسرے میں علیٰ جار کا اضافہ و تکرار ہے۔

۶ - اللھم صل علی محمدن النبی وازواجه امھات المؤمنین وذریته و اھل بیته کما صلیت علی ابراھیم انك حمید مجید۔

۷ - ابو حمید ساعدی کہتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کہا کہ ہم کیسے آپ پر درود بھیجیں تو حضورؐ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔

قولوا اللھم صل علی محمد و ازواجه وذریته کما صلیت علی آل ابراھیم وبارك علی محمد و ازواجه و ذریته کما بارکت علی ابراھیم انك حمید مجید۔ (متفق علیه مشکوٰۃ ص۸۶)

اے اللہ! حضرت محمدؐ پر اور آپؐ کی بیویوں پر اور آپؐ کی اولاد پر رحمت نازل فرما جیسے کہ تو نے حضرت ابراہیمؑ پر رحمت نازل فرمائی اور برکت نازل فرما حضرت محمدؐ ان کی بیویوں اور ان کی اولاد پر جیسے تو نے برکت نازل فرمائی حضرت ابراہیمؑ پر۔ بے شک تو تعریفوں والا بزرگ ہے۔

۸ - حضرت ابوہریرہؓ راوی ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جس کو یہ پسند ہو کہ پیمانہ پورا بھر کر اسے ثواب دیا جائے وہ ہم اہلِ بیت پر یوں درود پڑھے۔

اللھم صل علی محمدن النبی الامی وازواجه امھات المؤمنین وذریته واھل بیته کما صلیت علیٰ اٰل ابراھیم انك حمید مجید (ابوداؤد مشکوٰۃ ص۸۷)

۹ - حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خدا اور فرشتوں کی اتباع اور آیاتِ بالا کی تعمیل میں آنے والے صحابہ کرامؓ کو دعائے سلام دیتے۔ دعائے رحمت بھیجتے اور صدقہ و ہدیہ قبول

فرما کر ان کو گناہوں سے پاک صاف کرتے۔ مثلاً صحاح ستہ وغیرہ میں آیا ہے اللھم صل علی آل ابی اوفیٰ (اے اللہ! ابو اوفی کی آل پر رحمت بھیج)

ان تمام آیات و احادیث سے واضح ہوا کہ اصحابِ رسولؐ و ازواجِ رسولؐ پر درود بھی حکمِ قرآنی اور فعلِ نبوی ہے۔ جس کا منکر کافر ہوگا۔ ان پر بھی درود و سلام سنت سمجھا جائے گا اور بھیجنا چاہیے۔ میلادِ مروجہ تو فرقہ وارانہ رسم ہیں۔ ہاں جلسہ تبلیغ ہو یا کوئی محفلِ خیر وہاں جب حضور علیہ الصلاۃ والسلام پر درود پڑھا جائے گا۔ آپ کے آلؓ نیکوکارؓ ازواجِ مطہراتؓ، اصحابؓ، عام مؤمنین اور نیک امتیوں پر بھی درود بھیجا جائے گا۔ اسی سے حدیث میں صراحت کے مطابق ثواب کا پیمانہ بھر کر ملے گا ورنہ ناقص رہے گا۔

ازواجِ پاکؓ اور صحابہ کرامؓ بھی اہلبیتِ رسولؐ ہیں

سوال ۷۶ - کوئی صحیح اور مستند حدیثِ رسولؐ مع مکمل حوالہ پیش کیجئے۔ جس میں مذکور ہو کہ تمام اصحاب و ازواج پر درودِ خاص واجب ہے اور یہ بھی بتائیے کہ اگر واجب ہے تو اس کے بغیر نماز کیسے ہو جاتی ہے؟

جواب - روایاتِ صحیحہ مستندہ کے علاوہ ہم نے تو تین آیاتِ قرآنی بھی پیش کر دیں۔ شبہ میں صرف ماننے والوں کی کمی ہے۔ فضائلِ تبلیغ اور مشکوٰۃ شریف سے احادیثِ خاصہ نقل کرنے کے بعد ہم نے اصل کتب بخاری۔ ابوداؤد۔ نسائی۔ ابنِ ماجہ ریاض الصالحین کی مراجعت کی تو احادیث کو درود شریف کے باب میں ٹھیک پایا حضرت ابوحمید ساعدیؓ والی روایت جس میں وازواجه امھات المؤمنین کی تصریح ہے ہر جگہ پائی۔ جیسے پہلے ذکر ہوا۔ نماز میں درودِ خاص واجب نہیں سنت ہے اور کوئی درود بھی پڑھا جا سکتا ہے۔ درودِ مروجہ کے علاوہ اور کسی کی ممانعت تو نہیں۔ یہاں۔ اس نکتہ پر غور کریں کہ ہر درود میں حضرت ابراہیمؑ کی آل کے ساتھ تشبیہ ہے تو کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ آل و اہلِ بیتِ ابراہیمؑ کون ہیں؟ - آپ صرف صلبی اولاد کا نام لیں گے جو پیغمبر ہوئے مگر اس آل سے قبل ان کی ماں اہلِ بیتِ ابراہیمؑ ہے جس پر

خدا فرشتوں نے درود پڑھا۔ حضرت ابراہیمؑ کو جب فرشتوں نے حضرت اسحاقؑ کی بشارت دی تو اہلِ بیتِ ابراہیمؑ کا تعجب یوں زائل کیا۔

قَالُوٓا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ (ھود پ۱۲ ع۶)	ان فرشتوں نے کہا (اے عورت) کیا تو امرِ خدا سے تعجب کرتی ہے۔ حالانکہ اے اہلِ بیت تم پر خدا کی رحمت اور برکتیں ہیں بے شک اللہ تعالیٰ سزاوارِ حمد وثنا ہے۔ (ترجمہ مقبول)

اس آیت کو سامنے رکھ کر درود شریف کے الفاظ پر غور کریں تو معلوم ہوگا کہ مطابقی طور پر اس آیت سے ہمارا درود بنا ہے۔ مشبّہ بہ آلِ ابراہیمؑ یہی محترمہ آپؑ کی زوجہ سیدہ سارہ سلام اللہ علیہا ہیں۔ صلِّ اور بارِک۔ کے صیغوں کا مطلب یہی یہ ہے کہ اللہ کی رحمت وبرکت آلِ ابراہیمؑ و آلِ محمدؐ پر نازل ہو۔ حمید مجید نے ہمارے مدعا پر مہر تصدیق لگا دی۔ اب معلوم ہوا کہ آیتِ مشبہ کے مطابق آلِ محمدؐ کا بھی اصل مصداق آپؐ کی ازواج مطہرات ہیں۔ جو بنصِ قرآن اہلِ بیتِ نبویؐ ہیں۔

وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ٥ (احزاب ۵۶ پ۲۲ ع۱۶)	اور (اے نبیؐ کی بیویو!) نماز پڑھا کرو اور زکوٰۃ دیا کرو اور (برابر) اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرتی رہا کرو۔ اے اہلِ بیت! سوائے اس کے نہیں ہے کہ خدا یہ چاہتا ہے کہ تم سے ہر قسم کے رجس کو دور کر دے اور تم کو ایسا پاک کر دے جیسا کہ پاک کرنے کا حق ہے۔ (ترجمہ مقبول)

جب تمام رکوع میں ازواجِ پاکؓ کو خطاب ہے انہی کو یہ شان بخشی۔ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ کہ تم دنیا کی کسی عورت جیسی نہیں ہو یعنی سب سے افضل ہو تو اہلبیتِ رسولؐ بھی وہی ہیں۔ جیسے زوجہ ابراہیمؑ اہلِ بیتِ ابراہیمؑ ہیں۔ عربی میں بیت گھر کو بولتے ہیں۔ اہلِ بیت گھر میں رہنے والے۔ گھر کی مالک سب سے پہلے بیوی بنتی ہے اولاد بعد کو آتی ہے۔ مگر شادی کے بعد ان کو پھر مستقل گھر بنا کر دیا جاتا ہے۔ اور راس بڑھیا ماں کو گھر

سے کوئی حلالی فرزند بے دخل نہیں کر سکتا تو شرع کے علاوہ عرف میں بھی اہلِ بیت گھر والے۔ گھر والی۔ بیوی ہی قرار پائی۔ قرآن کریم میں ہے اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِاَهْلِهِ امْكُثُوْٓا لَهٗ۔ مراد آپؑ کی بیوی ہے۔ وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ۔ جب صبح آپ گھر والوں سے چلے مراد حضرت عائشہؓ ہیں۔

لغت میں بھی اہل۔ آل۔ اہلِ بیت۔ بیوی اور پیروکاروں کو کہتے ہیں۔ الاہل کنبہ رشتہ دار۔ اہل الرجل بیوی۔ اہل الامر حکام۔ اہل المذہب متبعین مذہب۔ اہل الوبر۔ بدو۔ اہل المدر والحضر عرب کے شہری۔ اہل اہلاً۔ شادی شدہ ہونا۔ تأہّل شادی شدہ ہونا۔ اہلہ ایہالاً شادی کر دینا (مصباح اللغات ص۲۳)

شیعہ روایات کے مطابق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی اہلِ بیت اپنی بیویوں کو جانتے تھے۔ حضرت خدیجہؓ کو یوں آکر سلام کرتے۔

السلام علیکم یا اہل البیت	اے اہلِ بیت تم پر سلام ہو۔

(حیات القلوب ج۲ ص۱۰۱)

حضرت جعفر صادقؒ نے بھی فرمایا ہے کہ ایک عورت ہم اہلِ بیت سے محبت کرتی تھی حالانکہ وہ زوجۃ الرسولؐ حضرت ام سلمہؓ کی خدمت کرتی تھی۔ اور حضرت ام سلمہؓ نے فرمایا۔ ہم اہلِ بیت کا حق تا قیامت لوگوں پر واجب ہے (حیات القلوب ج۲ ص۶۰۶)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی اپنے صحابہ کرامؓ اور مومن ومتقی پرہیزگاروں کو اپنا اہلِ بیت بنایا ہے۔ اسی مفہوم میں حضرت سلمان فارسیؓ اہلِ بیتِ رسول میں سے ہیں۔ کشف الغمہ کی روایت ہے۔ حضور علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ آپ کا اہلِ بیت کون ہے؟ تو فرمایا ان لوگوں میں سے جو بھی میری دعوت قبول کرے اور میرے قبلے کی طرف منہ کرے (یعنی عام مسلمان) اور وہ بھی جسے اللہ نے میرے گوشت اور خون سے بنایا ہے (یعنی اولاد) تو سب صحابہ کرامؓ کہنے لگے۔ ہم اللہ، اس کے رسولؐ اور اہلِ بیتِ رسولؐ سے محبت رکھتے ہیں تو آپؐ نے فرمایا۔ بس اس وقت تم ان اہلِ بیت سے ہو۔ اہلِ بیت سے ہو۔

(کشف الغمہ ص۱۵۰ طبع [illegible] شیعی)

اس موضوع پر دلائل اور بھی بکثرت ہیں۔ ان سب کا حاصل یہ ہے کہ جیسے آل بیں از روئے لغت کنبہ یا اولاد آتی ہے۔ اہلِ بیت اور آلِ پیغمبرؐ میں ازواجِ مطہرات بھی یقیناً آتی ہیں۔ اور آل میں پیروکار اور اصحابؓ بھی آجاتے ہیں تو نماز کے درود میں اگر اصحابؓ و ازواجؓ کی صراحت نہ بھی ہو تب بھی وہ درود میں شامل اور سلام و رحمت کے حقدار ہیں۔ ہر مسلمان کو ان کی نیت کر کے صیغہ درود و سلام پڑھنا چاہیے درود سے قبل جو ہم تشہد میں سلام علی النبیؐ کے بعد السلام علینا و علیٰ عباد اللہ الصالحین کہتے ہیں۔ اس میں یقیناً صحابہ کرامؓ، ازواجِ مطہرات اور اولادِ رسولؐ شامل ہیں۔ یہاں جیسے عباد اللہ الصالحین میں اصحابِؓ رسولؐ شامل ہونے میں شک نہیں کیا جا سکتا اسی طرح آلِ محمدؐ میں بھی اصحابِ رسولؐ پیروکار کی حیثیت سے یقیناً شامل ہیں اس میں شک کی گنجائش نہیں۔ آلِ فرعون عملِ شیطان۔ آلِ قریش۔ آلِ شیعہ میں ان کے پیروکار از روئے لغت وعُرف یقیناً شامل ہیں۔ تو اسی طرح آلِ موسیٰؑ۔ آلِ ابراہیمؑ اور آلِ محمدؐ و آلِ سنت نبیؐ میں ان کے سب پیروکار اور امتی شامل ہیں۔ اولاد فی الجملہ خصوصیت کے باوجود اس رسولؐ کی امت اور پیروکار کہلاتی ہے۔ لہٰذا آل کا معنیٰ متعین کرنے میں امتی اور سید کی الگ الگ تشریح کرنا بے معنیٰ ہے۔

شیعہ دوستو! ذرا انصاف سے خُدا لگتی کہو۔ کیا تم آئمہ اہلِ بیت کی پوری اتباع کر تو کیا تم خود کو ان کا گروہ ان کے آل اور ان کے ہمراہ قیامت میں حشر ہونے والا سمجھتے ہو یا نہیں؟ اگر سمجھتے ہو اور تمہارے علماء بھی یہ لکھ دیتے ہیں "کہ فرقہ ناجیہ امیرالمؤمنین کے شیعہ ہیں۔ اور ان کے اولیاء خدا و رسولؐ کے اولیا ہیں۔ اور آلِ رسولؐ کے قریبی ہیں۔ (مجالس المؤمنین ج ۱ ص ۳۸۲) ترجمہ مقبول ص ۵۱۷ کے حاشیہ پر ہے۔ جو شخص اہل سے محبت رکھے گا وہ اہلِ بیت میں داخل ہو گا (بحوالہ ذکار الافہام ص ۶۵)

تو کیا وجہ ہوئی کہ تم تو شیعہ علیؓ کہلا کر آلِ علیؓ اور اہلِ بیت بن گئے۔ اور ہم اور ہمارے اکابر اصحابِؓ رسولؐ اتباعِ رسولؐ کی وجہ سے آلِ رسولؐ نہ بنے۔ تِلْكَ إِذًا قِسْمَةٌ ضِيزَىٰ الغرض ازواجؓ رسولؐ اہلِ بیت نبیؐ ہیں۔ اصحابؓ رسولؐ آلِ نبیؐ ہیں۔ ان سب پر ہم درود

بھیجتے ہیں۔ درود میں نیت کر کے عقیدت کے پھول نچھاور کرتے ہیں اللھم ارزقنا حبھم والتمسک بھدیھم واحشرنا معھم فی الجنۃ یارب العالمین۔

خلافت کے متعلق نبویؐ ہدایات

سوال ۷۷ ۔آپ کے ہاں یہ مشہور ہے کہ خلافت جمہور کی رائے یا اجماع کے طریقہ پر قائم ہو سکتی ہے۔ زبانِ رسولؐ سے یہ قیاس ثابت فرمائیے۔ حوالہ مکمل دیجیے۔

جواب ۔جب دینِ اسلام تا قیامت رہے گا۔ تمام دنیا اس کے ماننے کی پابند ہے۔ امورِ دین کو اجتماعی طور پر سرانجام دینے اور کروڑوں اربوں افرادِ امت کی شیرازہ بندی کے لیے ایک سیاسی قوت اور حکومت کا قیام بھی ناگزیر ہے۔ تو پھر ایسی حکومتیں اور ان کے سربراہ نہ ۴۔ ۶۔ ۱۲ میں محصور ہو سکتے ہیں کہ صرف ان کی بالترتیب نامزدگی کر دی جائے نہ ان کی تا قیامت صحیح تعداد بمع جدا جدا تشخصات و علامات کا قرآن و حدیث میں آجانا قرینِ قیاس تھا۔ غور کیجیے ایک صدی میں ایک تخت پر کتنے حکمران گزر سکتے ہیں۔ قیامت تک کتنی صدیاں ہوں گی۔ پھر جغرافیائی، لسانی اور بین الاقوامی خصوصیات کی وجہ سے حکومتوں کا لاتعداد وجود میں آنا بھی ناگزیر ہے۔ اس صورت میں خلفاء کی فہرست ہی قرآن و سنت پر حاوی ہو جائے۔ لہٰذا عقلی تقاضا بھی یہ ہوا کہ خلافتوں کا قیام اور ان کے خلفاء کا انتخاب اس دور کے عوام یا اہلِ حل و عقد پر چھوڑا جائے۔ چنانچہ قرآن پاک نے بھی یہی تعلیم دی۔ وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ۔ کہ ان مؤمنین کے (سیاسی و غیر سیاسی) معاملات ان کے باہمی مشورے سے طے پاتے ہیں (زخرف) خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جب یہ مشورہ دیا گیا کہ آپ ابوبکرؓ کو نامزد کر جائیں۔ فرمایا میں تمنا تو یہ کرتا ہوں مگر اقدام کی ضرورت نہیں جانتا۔ کیونکہ ویابی اللہ والمومنون الا ابا بکرؓ (بخاری ج ۲ ص ۸۴۶ مسلم) اللہ تعالیٰ اور ایمان والے اس سے انکاری ہیں کہ ابوبکرؓ کے سوا کسی اور کو بنائیں۔

یہ ارشادِ رسولؐ پیشینگوئی بمنزلہ نص کے بھی ہے جو حرف بحرف پوری ہوئی اور ارشاد و ترغیب بھی ہے کہ مؤمنین حضرت ابوبکرؓ کو چنیں یا انکے بعد کسی اور کو بھی اللہ کی رضا اور اس کا انتخاب ہے۔ کیونکہ اہل ایمان کا انتخاب صحیح اور اللہ کی رضا لازم و ملزوم ہیں۔

حضرت علی المرتضیٰ رضؓ نے انہی جمہوری۔ شورائی اور اجماعی حکومتوں کو اللہ کی منتخب حکومت بنایا اور اس کی اتباع وتائید ہر ایک پر لازم کردی۔

انما الشوری للمهاجرین و الانصار فان اجتمعوا علی رجل وسموه اماما کان ذالک للہ رضیً (نہج البلاغۃ)	اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ اجماعی فیصلہ مہاجرین والانصار کا حق ہے۔ وہ اگر کسی ایک شخص پر اجماع کرکے اسے خلیفہ بنالیں

تو اللہ کا پسندیدہ خلیفہ بھی وہی ہوتا ہے۔

ایک خطبہ میں فرمایا۔

وانما ذالک لاھل بدر فمن رضوا به فهو خلیفة۔	انتخاب کا حق صرف اہلِ بدر کو ہے وہ جس پر راضی ہوجائیں (اسلامی) خلیفہ

وہی ہے۔

اہلِ بدر کا ذکر آپؓ نے اس وقت کیا جب قاتلینِ عثمانؓ اور عام لوگ بیعت کرکے آپؓ کو خلیفہ بنانے لگے۔ تب آپؓ نے معیارِ خلافت یہ بنایا۔ کہ اہلِ بدر۔ مہاجرین والانصار۔ صلحاء اہل حل عقد جس کو خلیفہ چنیں وہی خدا کا خلیفہ اور امام شرعی ہوتا ہے جس کو ماننا ضروری اور مخالفت حرام ہے۔ کیونکہ وہ نبیؐ کا جانشین ہوتا ہے۔ اب قرآن کے بعد حضرت رسولؐ وعلیؓ کے معیار کو صحیح نہ ماننے والا اور اجماعی مشینری کا طعنہ دینے والا کافر ہوا یا مسلمان؟ واضح کریں۔

سوال ۷۸۔ اگر رسولؐ خلافت کے لیے کوئی ہدایت دیئے بغیر جہان سے رخصت ہوگئے تو پھر سقیفہ بنی ساعدہ میں حضرات شیخینؓ نے یہ کیوں کہا الائمۃ من قریش۔ کیا انہوں نے محض حکومت کے حصول کے لیے جھوٹ بولا؟ نیز خلافِ سنتِ رسولؐ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ کی نامزدگی کیوں کی؟

جواب۔ خلافت کے سلسلے میں حضور علیہ السلام کی ہدایات بکثرت اور کئی انواع کی تھیں منجملہ گذشتہ روایت ویابی اللہ والمؤمنون الا ابابکرؓ کے یہ بھی امت کو ہدایت دی لا ادری مابقائی فیکم فاقتدوا من بعدی ابی بکر و عمر (ترمذی ۲۰۷ ج۲

ابن ماجہ صنا، مسند احمد ج۵ ص۳۸۵، مشکوٰۃ ج۲ ص۵۰، مستدرک ج۳ ص۷۵ قال الحاکم و الذہبی صحیح (بحوالہ راہِ سنت ص۳۶ مصنفہ مولانا محمد سرفراز خان صفدر) یہ حدیث شیخین کے استخلاف پر نص جلی سے کم نہیں۔

یہ بھی ہدایت تھی کہ ایک خواب میں خلافتِ راشدہ کی پیشینگوئی فرمادی۔ کہ آپؐ نے خواب میں دیکھا۔ کنوئیں پہ کھڑا ہوں۔ ڈول رکھا ہے۔ بس اس سے پانی نکال کر پلاتا رہا۔ جتنا اللہ نے چاہا۔ پھر وہ ڈول ابوبکرؓ نے لے لیا۔ اس نے بھی کچھ ڈول نکالنے کہ ان میں کمزوری تھی (یعنی مدتِ خلافت بہت تھوڑی تھی۔ وہ بھی مرتدوں اور جھوٹے متنبیوں کے ساتھ جہاد میں گذری اور داخلی امن تھا) اللہ ان کو بخشے پھر وہ ڈول بہت بڑا مشکیزہ بن گیا۔ پھر عمرؓ نے لے لیا تو میں نے ان جیسا مضبوط پہلوان نہیں دیکھا جس نے خوب پانی نکالا ہو حتیٰ کہ سب لوگ سیراب ہوگئے۔ (یعنی ان کی خلافت ترقی اسلام اور وسعت کے ساتھ بڑی مستحکم رہی) بخاری ومسلم، مشکوٰۃ ص۵۵۷۔

یہ ہدایت بھی دی کہ میں اگر اپنی جگہ پہ نہ رہوں (یعنی وفات پا جاؤں) تو ابوبکر صدیقؓ کے پاس آنا کہ وہ میرے جانشین ہوں گے (مشکوٰۃ ص۵۵۵)۔

یہ تو خصوصی ہدایات تھیں کہ حضرت ابوبکرؓ وعمرؓ کو خلیفہ بنانے کا اشارہ تھا اور ان کی بیعت کرنے پر مسلمانوں کو آمادہ کر گئے۔

ہدایت کا ایک شعبہ یہ بھی تھا کہ اطاعتِ امیر کی خوب ترغیب دی۔ حاکم شرعی اور اس کے منصب کا بڑا اعزاز ووقار جتلایا۔ اس کی مخالفت کو حرام فرمایا۔ ایک خلیفہ ہو چکنے کے بعد پھر دوسرے کی بیعت یا اس کے لیے کوشش وسازش کو بدترین جرم قرار دیا۔ صحاح کی چند احادیثِ نبوی ملاحظہ ہوں۔

ا۔ جس نے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی۔ جس نے امیر کی مخالفت کی اس نے میری مخالفت کی۔ امام (حاکم شرعی) تو ایک ڈھال ہے۔ اس کی آڑ میں رہ کر جنگ کی جاتی ہے اور بچا جاتا ہے۔ وہ اگر تقویٰ کا حکم دے اور عدل کرے تو اسے ثواب ملے گا اور اگر خلافِ عدل وتقویٰ حکم دے تو اس کا گناہ اسی پہ ہوگا۔ (بخاری ومسلم)

۲۔ اگر تم پر ناک کٹا غلام بھی امیر بنا دیا جائے جو کتاب اللہ کے مطابق تمہاری راہنمائی کرے تو اس کی بات سنو اور فرمانبرداری کرو (مسلم)

۳۔ اپنے حاکم کی بات سنو اور اطاعت کرو۔ اگرچہ تم پر حبشی غلام حاکم بنایا جائے گویا اس کا سر میوہ کے دانہ کی طرح چھوٹا سا ہو۔ (بخاری)

۴۔ مسلمان کے ذمے امیر کی اطاعت و فرمانبرداری ہے خواہ اسے پسند ہو یا ناپسند ہو۔ جب تک اسے گناہ کا حکم نہ ملے۔ جب گناہ کا حکم امیر کی طرف سے ہو تو کوئی فرمانبرداری اور اطاعت نہیں۔ (بخاری و مسلم)

۵۔ انصاف کرنے والے حاکم اللہ کے ہاں نور کے منبروں پر ہوں گے۔ خدا کے دائیں جانب۔ جبکہ خدا کی دونوں سمتیں دائیں ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنی حکومت کے دوران فیصلوں میں اور رعایا میں انصاف کرتے تھے۔ (مسلم)

۶۔ سب لوگوں سے اللہ کو پیارا اور درجہ میں قریب ترین امام عادل ہے اور سب لوگوں سے ناپسند اور عذاب میں سخت امام ظالم ہے۔ (ترمذی)

۷۔ قیامت کے دن اللہ کے سائے میں سب سے آگے بڑھنے والے وہ (منصف حاکم) ہیں جب ان کو حق بات کہی جائے تسلیم کرلیں۔ جب ان سے کوئی مانگا جائے تو سوال پورا کردیں۔ اور لوگوں کے لیے ایسے منصفانہ فیصلے کریں جیسے اپنے لیے کرتے ہوں۔ (مشکوٰۃ ص ۳۲۲)

۸۔ بنی اسرائیل کی سیاست انبیاء علیہم السلام کرتے تھے۔ جب کبھی ایک نبیؑ فوت ہوتا دوسرا نبی اس کا جانشین بن جاتا۔ میرے بعد تو کوئی نبی نہیں آئے گا۔ البتہ خلفاء ہونگے وہ (لگاتار) بہت زیادہ آئیں گے۔ صحابہؓ نے عرض کی۔ پھر آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں آپؐ نے فرمایا۔ ایک کی بیعت کرکے وفا کرو۔ پھر دوسرے کی بیعت کرکے وفا کرو۔ ان کو ان کا حقِ اطاعت دو۔ پھر اللہ ان سے پوچھے گا کہ انہوں نے رعایا پر خداداد حکومت کیسے کی۔ (بخاری و مسلم)

۹۔ جب ایک کے بعد دوسرے خلیفہ کی بھی بیعت ہو جائے تو دوسرے کو قتل

کردو۔ (مسلم)

۱۰۔ میرے بعد کئی فتنے فساد ہوں گے۔ جو اس امت کی انتظامی حکومت میں تفریق برپا کرے حالانکہ وہ متفق ہوں تو اسے تلوار سے قتل کردو۔ خواہ کوئی بھی ہو۔

۱۱۔ جو تم سے بیعت لینے آئے حالانکہ تم ایک پر اتفاق کر چکے ہو اور وہ تمہاری لاٹھی توڑنا چاہتا ہے۔ یا تمہاری جماعت میں تفریق ڈالتا ہے۔ اسے قتل کردو (مسلم)

۱۲۔ من بایع اماما۔ جس نے کسی امام کی بیعت کی۔ اپنا ہاتھ اسے دے دیا۔ دل کا پھل اس کے حوالے کردیا۔ تو بہ حتی الامکان اس کی اطاعت کرے۔ پس اگر کوئی اور اس سے خلافت چھیننے آجائے تو دوسرے کی گردن ماردو (مسلم)

ان تمام احادیث سے واضح ہے کہ امیر کوئی ہو جس جائز طریقے سے بن جائے تو لوگ اس کی اطاعت کریں اور وہ لوگوں میں عدل و انصاف کرے۔ آپؐ نے یہ ہرگز نہیں بتایا کہ وہ خلیفہ منصوص ہو۔ خدا و رسولؐ نے نام لے کر بتایا ہو تب اطاعت کرو ورنہ نہیں۔ آپؐ نے اُمِّرَ۔ اُسْتُعْمِلَ۔ مَنْ بَایَعَ کے مجہول صیغے ارشاد فرمائے ہیں کہ وہ امیر بنا دیا جائے۔ یعنی لوگ اس کی بیعت کرلیں یا سابق خلیفہ اسے نامزد کر دے۔ یا پیغمبر ہی اسے جانشین بنا جائے جیسے حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ ہوا تو اس کی بہرحال اطاعت فرض ہے۔ اور وہ خدا کے سامنے رعایا کا جوابدہ ہے۔

سقیفہ بنی ساعدہ میں صدیقؓ کا انتخاب

"الآئمۃ من قریش" بھی ارشادِ نبوی ہے سقیفہ میں حضرت صدیق اکبرؓ نے معاذ اللہ جھوٹ نہیں بولا۔ جب حضرات انصار غلط فہمی کی بنا پر اپنے میں سے خلیفہ بنانا چاہتے تھے۔ انصار یہ فرمانِ نبویؐ سن کر خاموش ہو گئے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا یہ ابو عبیدہؓ اور عمر بن الخطابؓ قریشی اور مہاجرین سے ہیں۔ ان میں سے کسی ایک کی بیعت کرلو۔ اس سے معلوم ہوا کہ وہ خود خلافت کے حریص اور امیدوار نہ تھے۔ وہ دونوں حضرات بھی حریص اور امیدوار نہ تھے۔ فوراً بولے کہ آپ ہم سب سے افضل ہیں۔ آپ ہی یہ منصب قبول کریں۔ (کیونکہ حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے جن لوگوں میں ابوبکرؓ

ہوں ان کو حق نہیں کہ وہ ابوبکرؓ کے سوا کسی اور کو پیشوا بنائیں۔ ترمذی مشکوٰۃ ص۵۵۵) چنانچہ
حضرت عمرؓ نے لپک کر آپؓ کی بیعت کی۔ پھر ابوعبیدہؓ نے کی۔ پھر انصار کے ذمہ داروں
نے کی۔ پھر تو سب مجمع آپؓ کی بیعت کے لیے ٹوٹ پڑا اور کوئی مخالف آواز سامنے نہ آئی۔

یہ سقیفہ بنی ساعدہ میں انتخاب صدیقی کا مختصر قصہ ہے جسے شیعہ نشانہ طعن بنائے
ہی رہتے ہیں۔ مگر یہ کبھی انہوں نے نہ سوچا کہ کیا دنیا میں ایسی کوئی مثال مل سکتی ہے۔ کہ
سب مجمع ایک بات پر مُصر ہو۔ دو تین آدمی آکر ایک دو باتیں کریں۔ سب مجمع اپنے موقف
سے ہٹ کر ان کا ہمنوا ہو جائے۔ اور چند منٹ میں ان میں سے ایک کو خلیفہ چن لے۔ اس
میں راز بجز اس کے کیا ہو سکتا ہے کہ۔ الائمۃ من قریش کا جملہ نبوی اللہ نے سچ کر دکھایا۔
ابوبکرؓ و عمرؓ کی عظمت کو معاصرین سے منوا کر سب دنیا کو ان کا مقام جتلایا اور امت کو
اختلاف و تفرق سے بچا کر خلافت کی صداقت پر مہر لگا دی۔ اس عظمت و صداقت کا
نور اللہ شوستری جیسے متعصب شیعہ کو بھی اعتراف ہے۔

وبالجملہ اکرامات از قبل خدا است	خلاصہ کلام یہ ہے کہ عزت خدا دیتا ہے
وخدائے تعالیٰ ابوبکرؓ را امام ساختہ پس عباس	خدائے تعالیٰ نے حضرت ابوبکرؓ کو امام
را خدائے تعالیٰ بے قدر و ضعیف رائے	(حق) بنا دیا۔ پس عباسؓ کو خدا نے بے عزت
دانستہ باشد (مجالس المومنین ج۱ ص۱۷۶)	اور کم عقل جانا ہوگا۔

حضرت عباسؓ ہاشمی عم رسول مدنی صلعم کے متعلق شوستری کے نازیبا الفاظ میں عدم انتخاب
کا جو فیصلہ خدائی ہوا۔ وہی آج شیعہ بھائی حضرت علیؓ کے حق میں تسلیم کر لیں تو کیا حرج
ہے۔ سنی شیعہ اختلاف کی جڑ ختم ہو جائے گی۔

رہی یہ بات کہ "حضرت ابوبکرؓ نے حضرت فاروق اعظمؓ کو نامزد کر کے سنت رسولؐ
کے خلاف کیا" ایک رافضی کے دل کی جلن ہے جو صداقت سے تہی دامن ہے۔
کیونکہ حضرت صدیق اکبرؓ کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تعلق اور سلوک حضرت عمرؓ کے
ساتھ معلوم تھا۔ وہ جانتے تھے کہ حضور علیہ السلام نے ان کو محدث و ملہم کہا ہے میرے
بعد ان کی پیروی کا حکم دیا ہے (اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکرؓ و عمرؓ) خواب میں انکی

بڑی گھسٹنے والی قمیص کی انکے ہاتھوں اشاعت دین کی کثرت سے تعبیر کی ہے اللہ نے
حق ان کی زبان و قلب پر جاری کر دیا ہے۔ بہت سی احادیث میں آپ نے دونوں
کا ذکر خیر معاً کیا ہے۔ دونوں کو اپنا وزیر اور بمنزلہ آنکھ کان کے بتایا ہے (مشکوٰۃ مناقب عمرؓ)
تو صدیق اکبرؓ نے منشاء نبوت کو بھانپتے ہوئے حضرت عمرؓ کو ان کے کمالات کی
بنا پر نامزد کیا۔ صراحت کی ضرورت اس لیے پڑی تا کہ اختلاف کا اندیشہ ہی نہ رہے۔
حضورؐ کو بھی یہ اختلاف کا خدشہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کو صراحتہً نامزد نہ کر جانے سے ہوتا
تھا مگر آپ پر تو وحی آتی تھی۔ اور مطمئن کر دیا گیا۔ تو آپؐ نے "ویابی اللہ والمؤمنون
الا ابا بکرؓ" فرما کر نامزدگی صراحتہً نہ کی۔ مگر حضرت ابوبکرؓ پر وحی نہ آتی تھی۔ آپؓ نے
نامزدگی سے خدشہ اختلاف کا خاتمہ کیا و للہ الحمد۔

تعجب ہے کہ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کے متفقہ انتخاب سے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
کے ان کے حق میں صریح ہدایات سے اور اتباع امیر کے سلسلے میں عام اصولی فرامین نبویؐ
۔۔۔ جو مذکور ہوئے ۔۔۔ سے شیعہ نے ایسے اعراض کیا ہے اور مخالفت و شقاق کو وطیرہ
بنا لیا ہے کہ ۱۴۰۰ سال بعد بھی یہی رٹ ہے۔ نہ خود مانتے ہیں نہ حضرت علیؓ کو ماننے
دیتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ حضرت علیؓ کو خلافت کا طالب و حریص۔ ہدایت نبویؐ
کا مخالف۔ خود دعویٰ امارت کی صورت میں گردن زدنی کے قابل بناتے ہیں۔ حالانکہ
آپؓ کا خلفاء ثلاثہؓ کی بیعت کرنا ایک حقیقت ہے جو تحفہ امامیہ میں ہم نے پیش کر دی
ہے۔ آپؓ کے خصوصی اصحاب بھی حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کے وفادار اور خلافت حقہ کے
قائل تھے۔ حضرت ابوذرؓ نے حضرت عثمانؓ سے فرمایا۔

تو بر سیرت و سنت ابوبکرؓ و عمرؓ	تم ابوبکرؓ و عمرؓ کی عادت اور طریقے پر چلو
روتا فارغ باشی و کسے بر تو انکار نہ کند	کہ اعتراضات سے بے فکر رہو اور آپ
در آنچہ گوئی و کنی انگشت نہ زند۔	کے قول و فعل میں نہ کوئی اعتراض کرے
(مجالس المومنین ج ۱ ص ۲۲۱ ترجمہ ابوذر)	نہ کوئی انگلی رکھے۔

خلافتِ صدیقیؓ اور حضرت علیؓ

بعض تاریخوں میں آیا ہے اور شیعہ اسے اچھالتے رہتے ہیں "کہ سقیفہ میں حضرت ابوبکرؓ کا انتخاب حضرت علیؓ کو ناگوار گزرا کہ اس موقعہ پر ان کو شریک کیوں نہ کیا گیا وہ بھی مشورہ دینے یا (بقول شیعہ) امیدوار کھڑا ہونے کے اہل تھے ان کو یہ موقعہ کیوں نہ دیا گیا۔ پھر اسی رنجش و شکایت کو صدیوں بعد منصوص خلافت کا جامہ پہنایا گیا۔ حالانکہ وہی تاریخ اس کا یہ جواب بتاتی ہے۔ کہ پھر تیسرے دن حضرت ابوبکرؓ نے مسجد نبویؐ میں تمام مہاجرین و انصار کو جمع کر کے خطبہ دیا۔ سقیفہ کی اتفاقی ہنگامی حالت کا ذکر کر کے معذرت کی۔ پھر بیعت کو واپس کرتے ہوئے حاضرین کو موقعہ دیا کہ تم جس کو چاہو خلیفہ چن لو مگر پھر سب نے آپ پر اتفاق کیا۔ حضرت علیؓ نے بھی اظہارِ شکایت کر چکنے کے بعد آپ ہی کی تائید کی اور خلافت کا سب سے بڑا مستحق بتلایا۔ یہ تمام روایات بیہقی۔ مستدرک حاکم۔ ابن عساکر۔ کنز العمال ابو نعیم کے حوالہ سے حیات الصحابہؓ حصہ چہارم پر مذکور ہیں۔ بعض کا خلاصہ ہم ہدیہ قارئین کرتے ہیں۔

۱۔ زید بن علی بن حسین اپنے آباد و اجداد سے راوی ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ نے منبرِ رسولؐ پر کھڑے ہو کر کہا آیا کوئی اس بیعت کو مکروہ جاننے والا ہے کہ اسے واپس کر دوں۔ تین مرتبہ اسی طرح کیا ہر مرتبہ حضرت علیؓ کھڑے ہو کر یہ کہتے۔ خدا کی قسم نہ ہم اس بیعت کو واپس کریں گے اور نہ چاہتے ہیں کہ آپ بیعت واپس کریں۔ وہ کون ہے جو آپ کو ہٹا سکے جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو مقدم کیا ہے۔ (کنز العمال ج ۲ ص ۱۴۱)

۲۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے خطبہ میں کہا۔ خدا کی قسم! مجھے خلافت کا کبھی لالچ نہ رہا نہ خدا سے تنہائی میں یہ مانگی۔ لیکن اختلاف کے اندیشہ کی بنا پر میں نے یہ بارِ گراں اٹھایا مجھے یہ پسند ہے کہ تم لوگوں میں سے جو امارت پر زیادہ قوی ہو وہ میری جگہ ہو۔ تو مہاجرین نے یہ عذر قبول کیا اور حضرت علیؓ و زبیرؓ نے فرمایا ہمیں تو صرف اس بات پر غصہ آیا تھا کہ ہمیں مشورہ میں شریک نہیں کیا گیا۔ حالانکہ ہم جانتے ہیں کہ حضورؐ کے بعد حضرت ابوبکرؓ ہی اس خلافت کے زیادہ مستحق ہیں کہ یہ حضورؐ کے غار کے ساتھی ہیں۔ ان ہی کے بارے

میں ثانی اثنین آیا ہے۔ ہم ان کی شرافت اور بڑائی کے خوب واقف ہیں۔ اور بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنی زندگی میں نماز پڑھانے کا حکم دیا تھا۔

(بیہقی ج ۸ ص ۱۵۲، مستدرک حاکم ج ۳ ص ۶۶)

۳۔ اتمامِ بیعت کے بعد حضرت ابوسفیانؓ والد معاویہؓ حضرت عباسؓ و علیؓ کے پاس آئے کہ بتاؤ خلافت (تم کو چھوڑ کر) قریش کے چھوٹے قبیلے بنو تیم میں کیسے چلی گئی؟ تم اگر چاہو تو میں تمہارے لیے ابوبکرؓ کے خلاف سوار اور پیادے لشکر جمع کر لاؤں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا۔ اے ابوسفیان! تم اسلام کی ہمیشہ بدخواہی کرتے رہے مگر اسلام کو یہ نقصان نہ پہنچا سکی۔ ہم اگر ابوبکرؓ کو خلافت کا اہل نہ دیکھتے تو انہیں خلیفہ بننے کے لیے نہ چھوڑتے (کنز العمال) ______ گو اس روایت کی تحقیق راقم کو نہیں تاہم آخری حوالہ میں نے کئی دفعہ شیعہ رسائل میں پڑھا ہے۔ بہرحال مقامِ ضرورت سے زائد مسئلہ خلافت کی تحریر ہم نے یہاں کر دی کہ سنی شیعہ اختلاف کا بنیادی مسئلہ دراصل یہی ہے۔ خدا فہمِ صحیح عطا کرے تو مسئلہ واضح ہے۔ ورنہ فی قلوبھم مرض والے اسی کو کفر و اسلام کا میدانِ جنگ بنائے بیٹھے ہیں۔

سوال ۷۹۔ مجمع البحار (محمد طاہر فتنی گجراتی) میں ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے اقرار کیا کہ میں خلیفہ نہیں ہوں۔ بلکہ خالفہ ہوں اگر آپ ان کو سچا تسلیم کرتے ہیں تو خلافت کا انکار کیوں نہیں کر دیتے؟

جواب۔ اس حوالہ کے متعلق تو شیعہ کی بدفہمی اور خیانت پر نفرین کرنے کو جی چاہتا ہے۔ آج سے پچاس سال قبل ان کے علامہ حائری صاحب نے بھی اسی حماقت کا ثبوت دیا تھا۔ یہ اصل واقعہ یوں ہے کہ ایک شخص (غالباً یمن سے) اسلام کی شہرت و صداقت سن کر آیا۔ مدینہ طیبہ جب پہنچا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تدفین سے صحابہ کرامؓ فارغ ہو چکے تھے۔ بے چارہ بظاہر اسلام لانے سے مایوس ہو کر رونے لگا۔ قبر نبویؐ پر بھی اسی طرح حاضری دی اس کی اشکباری نے غمناک صحابہ کرامؓ کو مزید متاثر کیا اسی دوران کسی نے اسے کہا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام دنیا سے چلے گئے ہیں تو اسلام

لانے سے مایوس مت ہو حضورؐ کے خلیفہ (ابوبکر صدیقؓ) تو موجود ہیں ان کے پاس جاؤ۔ وہ اسی گریباں حالت میں ابوبکر صدیقؓ کے پاس جا کر یوں گویا ہوا۔ ءَاَنْتَ خَلِیْفَۃُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ اللہ کے رسول کے خلیفہ ہیں؟ عشقِ رسولؐ سے معمور فراقِ حبیب سے فگار سینۂ صدیق اکبرؓ پر یہ ضرب کاری تھی۔ روتے ہوئے ہچکی بندھ گئی۔ مقامِ فنا فی الرسولؐ سے بولے۔ میں خلیفہ نہیں ہوں، میں تو خالفہ ہوں۔ یعنی وہ بچا کھچا گھاس چارہ ہوں جو جانور کے چر چکنے کے بعد کھرلی میں بچ رہتا ہے یعنی کمال تقویٰ اور کسر نفسی سے خود کو خلیفۃ الرسولؐ کہنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ بیکار گھاس سے تشبیہہ دے کر مقامِ حبِ رسولؐ میں ڈوب جاتے ہیں۔ راقم اور اس واقعہ کو پڑھنے والا ہر قاری روئے بغیر نہیں رہ سکتا اور صدیق اکبرؓ کی عظمت و دیانت آنکھوں میں چمک جاتی ہے۔ مگر ہزار لعنت ہو روافض کی اس ذہنیت پر کہ بغضِ رسولؐ اور بغضِ اصحابِ رسولؐ میں ابوجہل سے بھی بڑھ گئے۔ اور کمال تواضع کو بھی نشانہ طعن بنا دیا۔ کیا ربنا ظلمنا انفسنا سے حضرت آدم علیہ السلام کو اور انی کنت من الظالمین سے حضرت یونس علیہ السلام کو اور انی ظلمت نفسی سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو شیعہ ظالم گنہگار یا جھوٹا کہنے لگ جائیں گے۔ فرعون کی پیداوار اور غرور و تکبر اور خودستائی کے علمبردار شیعہ دوستوں کو میں یہ مشورہ دوں گا کہ وہ حضرت زین العابدینؒ کی مناجات "صحیفہ کاملہ" پڑھا کریں۔ انہوں نے ہر صفحے پر اپنی عاجزی اور گناہوں کا اعتراف کیا ہے۔ شاید اس عمل سے آپ کے فرعونی تکبر کا سر نگوں ہو اور اصحابِ رسولؐ کی بدگوئی اور لعنت بازی کے کمینہ پن سے راحت نصیب ہو۔

سوال ۸۰۔ بخاری و احمد کے حوالے سے صواعقِ محرقہ علامہ ابن حجر میں مرقوم ہے کہ صدیق تین ہیں۔ حبیب النجار، حزقیل اور علیؓ۔ اور علیؓ ان دونوں سے افضل ہیں۔ ان میں حضرت ابوبکرؓ کا نام نہیں ہے کیا وجہ ہے؟

جواب۔ یہ کسی شیعہ کی سازش ہے کہ ابوبکرؓ کا نام کاٹ کر حضرت علیؓ کا لکھ دیا ورنہ اصل میں تیسرے حضرت ابوبکرؓ ہیں۔ اور اگر تنہا حضرت علیؓ کا نام ہو تو ہم ان کی صداقت و وفاداری کے کب منکر ہیں۔ دراصل کوئی عدد اپنے سے زائد کی نفی نہیں کرتا۔ صدیق نبوت کے ساتھ

کمال وفاداری اور جانفشانی سے بنتا ہے جب انبیاءؑ ہزاروں ہیں تو ان کے صدیقین بھی بکثرت ہو سکتے ہیں۔ ہمارے نبیؐ کے حضرت ابوبکر صدیقؓ ہی سب سے بڑے صدیق ہیں۔ کیونکہ حبیب النجار اور حزقیل کی صفتِ فدائیت ان میں پائی گئی۔ مکی زندگی میں ایسے کئی واقعات ہیں کہ کفار نے حضورؐ پر حملہ کیا، ابوبکرؓ نے دفاع کیا تو وہ ان پر پل پڑے۔ لہولہان کر کے بے ہوش کر دیا۔ جب کافی دیر بعد ہوش آئی تو سب سے پہلے حضورؐ کی خیر سلامت دریافت کی۔ (بخاری، حیات الصحابہؓ) آپ پاکستان کے ماتم کدے اور منبر خانے، نجف و قم کے تمام کتب خانے چھان ماریں آپ کو مکی زندگی میں حضرت علیؓ کا ایک واقعہ بھی نہ ملے گا کہ انہوں نے حضورؐ کا اس طرح مردانہ وار دفاع کیا ہو اور لہولہان ہوئے ہوں یا کفار نے ان کو از خود نشانہ ظلم و ستم بنایا ہو۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں۔ ہم سب سے زیادہ بہادر ابوبکرؓ ہیں۔ میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا کہ کفار نے پکڑ لیا۔ کوئی کھینچتا کوئی مارتا اور کہتے تو وہ ہے کہ تمام حاجت روا اور مشکل کشا معبود چھوڑ کر ایک بنا دیا ہے۔ اللہ کی قسم! ہم میں سے کوئی آگے نہ بڑھا۔ صرف ابوبکرؓ نے بڑھ کر چھڑایا۔ ایک کو مارتے، دوسرے کو روندتے اور فرماتے اس شخص کو قتل کرتے ہو جو یہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔ پھر حضرت علیؓ نے چادر اٹھائی اور رو پڑے حتیٰ کہ داڑھی تر ہو گئی۔ پھر فرمایا۔ میں تم کو قسم دیتا ہوں۔ آیا آلِ فرعون کا مومن بہتر تھا یا ابوبکرؓ؟ لوگ چپ رہے تو فرمایا جواب کیوں نہیں دیتے۔ اللہ کی قسم! ابوبکرؓ کی ایک گھڑی مومنِ آلِ فرعون جیسے سے افضل ہے۔ کیونکہ وہ ایمان چھپاتا تھا اور ابوبکرؓ نے ایمان کا اعلان کیا ہوا تھا۔ (ابونعیم، بزار، فتح البیان بحوالہ مسند اہلبیت ج۲ ص۱۳۷) تفسیر قرطبی کے حوالے سے تفسیر معارف القرآن جلد۷ ص۶۰ پر مذکور ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ صدیقین چند ہیں۔ ایک حبیب نجار جس کا قصہ سورت یٰسین میں ہے۔ دوسرا مومنِ آلِ فرعون جس کا نام حزقیل تھا۔ بروایتِ ابن عباسؓ) تیسرے ابوبکرؓ اور وہ ان سب سے افضل ہیں۔ لیجئے! آپ کی روایت کا مکمل جواب ہو گیا۔

حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ

سوال ۸۱ - کیا حضرت عمرؓ علمِ رسولؐ کے وارث تھے اگر تھے تو علیؓ سے مسائل کیوں حل کراتے تھے اور یہ اقرار کیوں کرتے تھے۔ لولا علی لھلک عمر اگر علیؓ نہ ہوتے تو عمرؓ ہلاک ہو جاتا (دیکھئے کتاب ذکرِ حسینؓ مولانا کوثر نیازی)

جواب - سبحان اللہ! آپ کے وسیع مطالعہ کا کیا کہنا یہ اعتراض آپ کے کہ دہرایا کرتے رہتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عقل و دیانت شیعہ کے قریب سے بھی نہیں گزری۔ ورنہ کیا ایک عالم دوسرے عالم سے کسی بات میں مشورہ۔ حل طلب کرے پھر اس پر عمل کرے تو یہ قابلِ طعن ہوگا یا پوچھنے والے کے علم کا قصور ہوگا۔ مشورہ کی حد تک ایک بڑا بھی چھوٹے سے پوچھ سکتا ہے۔ اس کی رائے پر عمل کر سکتا ہے۔ حضور علیہ السلام کو بھی ارشاد ہے۔

فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ - پ ۴	آپ ان کو معاف کردیں ان کیلئے دعائے مغفرت کریں اور ان سے امور میں مشورہ لیا کریں۔

خود رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ صحابہؓ کی شان اللہ نے یہ بتائی وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ (ان کے باہمی کام مشورے سے ہوتے ہیں) جب عمرؓ و علیؓ نے اس حکمِ قرآنی پر عمل کیا تو آپ کو اعتراض کیوں سوجھا کیا آپ کا کچھ تاریخی مطالعہ ہے۔ حضرت عمرؓ کی شورائی کابینہ میں حضرت علیؓ ہی نہ تھے۔ یہ سب اکابر صحابہؓ تھے۔ علامہ شبلی لکھتے ہیں۔

مجلسِ شوریٰ کے تمام ارکان کے نام تو ہم نہیں بتا سکتے۔ تاہم اس قدر معلوم ہے۔ کہ حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، عبدالرحمٰن بن عوفؓ، معاذ بن جبلؓ، ابی بن کعبؓ، زید بن ثابتؓ اس میں شامل تھے۔ (الفاروق ص ۲۸۳ بحوالہ کنز العمال وطبقات ابن سعد ج ۳ ص ۱۳۴)

آپ ان سے اہم امور میں مشورہ لیتے۔ اپنی رائے دیتے۔ بالآخر ایک بات پر عملدرآمد کرتے تھے۔ اور دنیا بھر کی حکومتوں کا یہی دستور ہے۔ کہ بادشاہ اور صدرِ مملکت، وزراء اور کابینہ تشکیل کرتا ہے۔ ان کے مشورے اور تعاون سے حکومت درست رہتی ہے۔

ورنہ ڈکٹیٹر شپ بن جاتی ہے۔ شیعہ حضرات کو تو ایسے واقعات کا انکار کرنا چاہیئے۔ کہ ان کا اصول — علیؓ و عمرؓ ایک دوسرے کے بدخواہ و دشمن تھے معاذ اللہ — باطل ہو جاتا ہے۔ اور وہ اِخْوَانًا عَلَىٰ سُرُرٍ مُّتَقَابِلِينَ (بھائی بھائی ہو کر آمنے سامنے تختوں پر بیٹھے) نظر آتے ہیں۔ جس حکومت کی رگوں میں حضرت علیؓ کی نیک آراء کا خون شامل ہوا سے خلافتِ راشدہ نہ ماننے والا یا غاصبہ ظالمہ کہنے والا خود زندیق دشمنِ علیؓ اور دشمن اسلامِ نبیِ آخر الزمان ہے۔ خصوصاً جبکہ حضرت علیؓ کی دیانت سے یہ توقع ہی نہیں کہ وہ ناجائز حکومت میں شامل ہوں، کابینہ کے ممبر بنیں اور تنخواہ لیں کیونکہ خدا کا حکم یہ ہے۔

وَلَا تَرْكَنُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ (ھود پ ۱۲ ع ۱۰)	ظالموں کی طرف میلان بھی نہ کرو ورنہ تم کو آگ پکڑے گی۔

لولا علیؓ کا مقولہ عمرؓ ایک خاص واقعہ سے متعلق ہے۔ جس کو خائن شیعہ بتاتے نہیں۔ وہ یہ کہ ایک زانیہ عورت کو آپؓ نے سنگسار کرنے کا حکم دیا۔ حضرت علیؓ کو شخصی ذرائع سے اس کے حاملہ ہونے کا علم تھا۔ آپؓ بروقت موجود تھے فرمانے لگے آپ اس عورت کو تو سنگسار کر سکتے ہیں۔ مگر اس بچے کا کیا قصور۔ جس کے حمل کا آپ کو علم نہیں — تب انصاف و تواضع کے علمبردار امیر المومنین حضرت عمرؓ مارے شکر ادا کرتے ہوئے بول اٹھے۔ کہ آج اگر علیؓ (بروقت) نہ ہوتے تو عمرؓ (تو ماں کے ساتھ معصوم بچے کو مار کر) ہلاک ہو گیا تھا۔ چنانچہ بچے کے پیدا ہونے اور دودھ چھوڑنے تک سزا ملتوی کر دی۔

حضرت عمرؓ کا علم

حضرت عمرؓ ٹھیک علمِ رسولؐ کے وارث تھے۔ سوال ۴۹ کے جواب میں خود صحابہ کرامؓ کے اقوال بابت علمِ عمرؓ پھر ملاحظہ فرمالیں۔ مزید برآں حاضرِ خدمت ہیں۔

۱۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں اگر عمرؓ کا علم میزان کے ایک پلڑے میں رکھا جائے اور زمین کے تمام زندہ لوگوں کا علم دوسرے پلڑے میں رکھا جائے تو عمرؓ

کا علم وزنی ہو۔ بلا شبہ سب صحابہؓ کا خیال تھا کہ عمرؓ کی وفات سے دین کے 9/10 حصے چلے گئے (طبرانی، حاکم، تاریخ الخلفاء صد ۹۵)

۵۔ حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں۔ تمام لوگوں کا علم حضرت عمرؓ کی گود میں جمع تھا (ایضاً)

۶۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں "حضرت عمرؓ رائے کی پختگی، ہوشیاری، علم اور شرافت سے بھرپور تھے۔ (طبوریات)

۷۔ حضرت ابو اسامہ کہتے ہیں۔ تم جانتے ہو۔ ابوبکرؓ و عمرؓ کون ہیں؟ وہ اسلام کے باپ اور ماں ہیں۔

۸۔ حضرت جعفر صادقؒ فرماتے ہیں جو شخص ابوبکرؓ و عمرؓ کا ذکر بجز بھلائی کے کرے میں اس سے بیزار ہوں۔ (تاریخ الخلفاء صد ۹۶)

شعبیؒ تابعی کہتے ہیں علم چھ صحابہؓ سے حاصل کیا جاتا تھا۔ عمرؓ، علیؓ، ابی بن کعبؓ، عبداللہ بن مسعودؓ، زیدؓ، ابوموسیٰ اشعریؓ رضی اللہ عنہم۔ نیز فرمایا۔ امت کے قاضی چار ہیں۔ عمرؓ، علیؓ، زیدؓ اور ابوموسیٰ اشعریؓ۔ صفوان بن سلیم کہتے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں عمرؓ، علیؓ، معاذ بن جبلؓ اور ابوموسیٰؓ فتویٰ دیتے تھے۔ (تذکرۃ الحفاظ ج ۱ صد ۲۳)

یہ حضرت عمرؓ کا علم و کمال ہی ہے کہ نہج البلاغہ کے شارح ابن الحدید شیعی معتزلی نے شرح ابن ابی الحدید تیسری جلد میں تقریباً ڈھائی صد صفحات میں حضرت عمرؓ کا تفصیلی ترجمہ لکھا ہے۔ "فقہ عمرؓ" کے ضخیم رسالہ سے خود سائل کو بھی حضرت عمرؓ کے علم کا اعتراف ہوگا۔ لیکن تعصب و عناد آدمی کی آنکھیں سی دیتا ہے۔

شیخینؓ اور جنازہ رسولؐ

سوال ۸۲۔ کیا حضرات شیخین اہل سنت نے تکفین و تدفین رسولؐ میں شرکت کی تھی تو شرح مواقف شریف جرجانی اور الفاروق شبلی نعمانی میں ان کی عدم شرکت کا اقرار کیوں ہوا اور اگر شریک نہیں ہوئے تو باری کا دعویٰ سچا کیسے؟

جواب۔ یہاں بھی روایتی خیانت اور بدفہمی سے کام نکالا گیا ہے۔ الفاروق ہمارے سامنے ہے۔ اس میں انتخاب کی بحث کے شروع میں ایک سوالیہ انداز پر وہ باتیں لکھ دیں جو بظاہر شیعہ کو پسند ہیں اور بطور فرض اقرار کیا پھر ان امور کا جواب پورے آٹھ صفحات میں دیا اور تمام خدشات کا ازالہ کر دیا۔ وہ لکھتے ہیں "ہم اس کو تسلیم کرتے ہیں کہ کتب حدیث و سیر سے بظاہر اسی قسم کا خیال پیدا ہوتا ہے۔ لیکن درحقیقت ایسا نہیں ہے۔" اب اگر شیعہ میں علم و دیانت ہو تو وہ آٹھ صفحات کی بحث کا جواب دیں بخصوصاً حضرت علیؓ و عباسؓ کے دل میں خلافت کا تصور اس کے حصول کی کوشش وغیرہ کا ذکر جو وہاں کیا گیا ہے۔ مگر وہ تو پہلے صفحے کے سوالیہ مضمون کو ایک اقرار بنا کر پیش کرتے اور اپنا الو سیدھا کرتے ہیں۔

شرح مواقف ہمارے سامنے نہیں۔ اس کے اندر بھی یہی خیانت کارفرما ہوگی۔

دراصل واقعہ کے بیان میں شیعہ فریب کاری سے کام لیتے ہیں۔ بات تو اتنی سی ہے کہ تمام مہاجرین و اہل بیتؓ جنازہ نبویؐ کے پاس تھے۔ انصارؓ نے سقیفہ میں خلافت کی بحث چھیڑ دی۔ ایک سمجھدار صحابی نے حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کو آکر بتایا۔ یہ حضرات حالات کا جائزہ لینے گئے اور وہاں وہی کچھ کامیابی سے سرانجام دیا جس کا ذکر ہم سوال ۷۹ کے تحت کر چکے ہیں۔ اس کارروائی پر ان کے گھنٹہ دو لگے ہوں گے۔ پھر واپس آکر تجہیز و تکفین میں مصروف ہوئے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے مشورے سے قبر کھودی گئی۔ آپؓ کے مشورے سے جنازہ فرداً فرداً پڑھا گیا۔ شیعہ کی جلاء العیون کی روایت کے مطابق سب لوگ حضرت ابوبکرؓ کو امام بنانا چاہتے تھے۔ مگر حضرت علیؓ نے فرمایا حضورؐ کے جنازہ کا امام کوئی نہیں بنے گا۔ تب فرداً فرداً نماز جنازہ بصورت درود و سلام پڑھی گئی۔ اصول کافی باب مولد النبی و مدفنہ میں روایت ہے کہ آپؐ کے جنازہ کی نماز تمام مہاجرینؓ نے انصارؓ نے، مردوں نے، عورتوں نے اہل مدینہ نے اور باہر کے لوگوں نے سب نے پڑھی کوئی بھی باقی نہ رہا۔ اب اگر حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کو شامل نہ مانا جائے تو کلام صادقؒ کاذب ہو جائے گا ورنہ آپ نے استثناء کیوں نہ کی۔ بس جنازہ کی

موجودگی میں گھنٹہ بھر کی اس غیر حاضری اور نزاع خلافت کے تصفیہ کو بدباطنوں نے ہوا بنا کر پیش کیا ہے۔ شاید شرح مواقف میں یہ بات اسی سوالیہ انداز مع جواب کیساتھ مذکور ہو تو شیعہ اسے غلط رنگ میں پیش کرتے ہیں۔ فرض کیجئے ایک شخص مرجائے اس کے چھوٹی بڑی دس اولاد ہیں۔ کچھ اولاد ناتجربہ کاری سے تدفین سے قبل وراثت کا یا کوئی اور مسئلہ چھیڑ دے جو اولاد میں تفرقہ کا باعث بنتا ہو۔ دو تین بڑے ذمہ دار بیٹے ان کے پاس پہنچیں اور تصفیہ کر دیں یا سب ذمہ داری خود اٹھالیں۔ پھر آکر تکفین و تدفین کریں تو کیا کسی اپنے یا بیگانے کو حق ہوگا کہ وہ ان بڑوں کو یہ طعنہ دیتا پھرے کہ تم تو دنیا یا نمبرداری کے کتنے حریص تھے باپ کے جنازہ کی موجودگی میں وراثت یا حقوق و اختیارات بانٹنے لگ گئے۔ ظاہر ہے کہ یہ طعنہ دینا حماقت ہوگا۔ تو یہی صورت حال وفاتِ نبویؐ کے بعد تدفین سے قبل پیش آگئی۔ تو حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ و ابوعبیدہ رضی اللہ عنہم جیسے ذمہ دار روحانی فرزندوں نے تائیدِ ایزدی سے سب مسئلہ حل کر دیا۔ نہ خون خرابہ ہوا نہ کوئی جماعت سے الگ ہوا۔ نہ گھر کے مربوط و متحد نظام بین الاخوان کی طرح ملت کے اتحاد میں کوئی شگاف یا رخنہ پڑا۔

اب جو لوگ مدتوں بعد ان خیالات کو اچھالتے ہیں جو اٹھتے ہی بیٹھ گئے یا پیدا ہوتے ہی ختم ہو گئے۔ وہ دراصل دشمن کے اس مکار جاسوس کا کردار ادا کرتے ہیں جو متحد بھائیوں میں پھر اختلاف ڈالتا ہو۔ یا منظم جمعیت اور مسلمانوں کے کلمہ واحدہ کو انتشار کے حوالے کرتا ہو۔ ہر ایسے شخص کو غیر مسلم کا ایجنٹ سمجھا جائے گا یا فرمانِ نبویؐ کے مطابق اس کی سزا وہی ہونی چاہیئے جو باغی و مفسد کی ہو سکتی ہے۔ کاش میرے شیعہ بھائی ناکام جواری کی طرح اب اس فرسودہ دھندے سے باز آتے اور ملتِ اسلامیہ کے اتحاد و اتفاق کی بات کرتے۔ یاد رکھیے! آج اگر ہم ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ و علیؓ و معاویہؓ اور عائشہ صدیقہؓ میں اتفاق و محبت کی باتیں پھیلائیں گے تو ہم متفق ہوں گے اور اگر اختلاف کی کہانی ناگہانی سناتے رہیں گے تو ملتِ مسلمہ مزید دست بگریباں ہو جائے گی۔ اللھم الف قلوبنا وبین اخواننا۔

حضرت عائشہؓ و عثمانؓ

سوال ۸۳۔ مسند احمد حنبلؒ وغیرہ میں ہے کہ حضرت عائشہؓ نے حضرت عثمانؓ کو نعثل واجب القتل اور مرتکب کفر کہا اگر بی بی عائشہ صدیقہؓ سچی ہیں تو حضرت عثمانؓ کو ویسا ہی مانئے۔ جیسا آپ کی صدیقہؓ نے نے کہا۔ اور اگر بی بی عائشہؓ نے سچ نہیں کہا تو ان کو صدیقہؓ کیوں کہتے ہیں۔

جواب۔ یہ بالکل جھوٹا اور لچر الزام ہے۔ تحفہ امامیہ اور تحفۃ الاخیار سوال ۱۷ میں طبری وغیرہ سے ہم اس کی خوب تردید کر چکے ہیں۔ سائل میں جرأت ہوتی تو اصل الفاظ مع سند نقل کرتا۔ یہ منافقین یہود و مجوس بلوایان عثمانؓ کی دروغ گوئی تھی کہ وہ قسمیں کھا کھا کر حضرت عثمانؓ کی برائیاں کرتے اور ام المؤمنینؓ کو اپنا ہم نوا بناتے تھے۔ مگر صدیقہ آخر تک ان کے ہم خیال نہ ہوئیں۔ حضرت عثمانؓ کے فضائل میں بہت سی احادیث آپؓ سے مروی ہیں۔ منجملہ ایک حدیث الزام کو جھوٹا بناتی ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمانؓ سے فرمایا۔ اے عثمانؓ! مجھے امید ہے کہ اللہ تجھے (خلافت کی) قمیص پہنائے گا۔ اگر لوگ تجھ سے اتروانا چاہیں تو ہرگز نہ اتارنا۔

(ترمذی ابن ماجہ مشکوٰۃ صـ ۵۶۲)

اور یہ منافق اپنے ان کفریہ الزامات کو ام المؤمنینؓ کی طرف منسوب کر کے مشہور کرتے رہے حتیٰ کہ وہ روایت کر دیئے گئے۔ ان لوگوں پر اللہ کی ہزار لعنت ہو۔ اور ان پر بھی جو ان اتحاد و ایمان دشمن اکاذیب کو مشہور کرتے رہتے ہیں۔

حضرت علیؓ و فاطمہؓ

یہاں ہم مجبور ہو کر الزاماً شیعہ سے یہ پوچھتے ہیں۔ کہ قضیہ فدک میں اگر علیؓ طرفدارِ صدیقؓ بن کر سچے ہیں۔ تو حضرت فاطمہؓ نے علیؓ کو گالیاں کیوں دیں؟ اگر وہ سچی ہیں تو تم حضرت فاطمہؓ کی اتباع میں علیؓ کو گالیاں دے کر تبرے کیوں نہیں بکتے؟ جگر تھام کر پڑھیں سنیں۔

حضرت سیدہ بجانب خانہ برگردید وجناب امیر المؤمنین انتظار معاودت اوے کشید چوں بمنزل قرار گرفت از روئے

حضرت سیدہ گھر واپس ہوئیں حضرت امیر ان کی واپسی کے منتظر تھے۔ جب وہ گھر آگئیں تو مفید جانتے ہوئے حضرت علیؓ

مصلحت خدا بہائے درشت با صبا زد نمود کہ مانند جنین در رحم پردہ نشین شدہ ومثل خائناں در خانہ گریختہ سائر مردم درہا پوشیدہ اند دافعے دارم نہ مانعے خشمناک بیرون رفتم وغمناک برگشتہ خود را ذلیل کردی از روز یکہ دست از سطوت خود برداشتی گرگاں مے درند ومے برند تو از جائے خود حرکت نمیکنی۔ کاش ازیں پیش مذلت وخواری مردہ بودم (حق الیقین از مجلسی)

کو خوب برا بھلا کہنا شروع کر دیا کہ بچے کی طرح ماں کے رحم میں پردہ نشین ہو بیٹھے ہو اور خائنوں (چوروں) کی طرح گھر کو بھاگ آئے ہو سب لوگوں نے مجھ سے آنکھیں بند کر لی ہیں۔ نہ کوئی میرا دفاع کرنے والا ہے، نہ محافظ۔ غصے سے گھر سے نکلی ہوں اور غمناک پلٹی ہوں۔ تو نے اپنے آپ کو ذلیل کر دیا جب سے تم نے اپنی بہادری سے ہاتھ اٹھا لیا بھیڑیئے مجھے پھاڑ رہے ہیں) اور اٹھا کر لیے جاتے ہیں۔ مگر تم ہو کہ اپنی جگہ سے ہلتے نہیں۔ کاش میں اس ذلت وخواری سے پہلے مر گئی ہوتی۔

اصحابِ رسولؐ پر برسنے والو! اور حضرت فاطمہؓ کی مفروضہ ناراضگی سے فاطمہؓ کے نانا صدیقؓ پر زبانِ طعن کھولنے والو مذکورہ بالا تقریر کی روشنی میں حضرت علیؓ کے ایمان ونجات کی خیر مناؤ۔ اب حق تو ایک ہی طرف ہے۔ کس کے شیعہ بن کر دوسرے سے دشمنی مذہب بناؤگے؟ تم سے خدا سمجھے۔

لشکرِ اسامہؓ کی روانگی اور شیعہ

سوال ۸۴ ۔ رسولِ خداؐ نے مسیلمہ کذاب سے لڑنے کے لیے جو لشکرِ اسامہؓ ترتیب دیا تھا اس میں حضرت ابوبکرؓ وعمرؓ کو بھی ماتحت اسامہؓ جانے کا حکم دیا تھا۔ پھر حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ اس لشکر میں کیوں نہیں گئے۔ نہ جانے کا اور حکم رسولؐ کی نافرمانی کرنیکا انہیں شرعی جواز کیا حاصل تھا اگر جواز تھا تو مقرر ہونے والوں میں سے نہ جانیوالوں پر رسولِ خداؐ نے لعنت کیوں برسائی تھی؟

جواب ۔ یہ سوال بنانے میں سائل نے امانت وحیا کو تو مطلق طلاق دیدی۔

اے دشمنِ اسلام وناخلفِ اسلام! وفاتِ نبویؐ کے فوراً بعد کس نے لشکرِ اسامہؓ کو نامساعد حالات کے باوجود مہم پر بھیجا؟ اور کس نے مسیلمہ کذاب کے خلاف لشکرکشی کر کے اسے مع لشکر تہس نہس کیا۔ اسے جاہل! تجھے تو یہ بھی پتہ نہیں کہ اسامہؓ کی مہم کس کے خلاف تھی۔ یہ مسیلمہ کے بجائے رومیوں کے خلاف تھی جہاں تین سال قبل غزوہ موتہ میں حضرت اسامہؓ کے والد زید بن حارثہؓ اور حضرت جعفر طیارؓ شہید ہوئے تھے۔ اسی مناسبتِ انتقام سے آپؐ نے اسامہؓ کو امیر لشکر بنایا۔ اکابر صحابہؓ کو ماتحت کر دیا۔ سب لشکر باہر چلا ہی تھا کہ آپؐ بیمار پڑ گئے۔ لشکر رک گیا۔ بالآخر آپؐ کی بیماری شدید ہو گئی۔ اب اس حالت میں موت کے نرغہ میں حضورؐ کو چھوڑ کر سب لشکرِ اسلام فتوحات کرنے چلا جاتا تو کیا علم ودانش کی بات ہوتی۔ پھر اگر منافقین، مرتدین، لشکرِ مسیلمہ مرکز پر حملہ آور ہو جاتے تو دفاع کون کرتا۔ شیعہ کو تو خدا نے دشمنیٔ صحابہؓ میں عقل وبصیرت سے محروم ہی کر دیا ہے کہ وہ ہر بات میں الٹ سوچ کر اصحابِ رسولؐ پر برستے ہیں۔ بہرحال مشیتِ الٰہی سے لشکرِ اسامہؓ کی تاخیرِ روانگی اسلام کے لیے مفید ثابت ہوئی۔ حضورؐ نے حضرت ابوبکرؓ ہی کو مرضِ وفات میں امام بنا دیا اگر آپؐ ان پر ناخوش تھے یا معاذ اللہ بقولِ روافض لعنت کے حق دار تھے، تو حضورؐ نے ان کو اپنے مصلیٰ پر امام کیوں بنایا۔ پھر تمام اصحابِ رسولؐ نے آپؓ کے ہاتھ پر بیعت کیوں کر لی۔ دراصل شیعہ کو جلن تو اسی بات پر ہے کہ لشکر مرضِ وفات کی وجہ سے رک گیا ابوبکرؓ امام وخلیفہ بن گئے اور بقولِ شیعہ حضرت علیؓ کی امنگوں پر پانی پھر گیا ان کی خیالی خلافت بلافصل ختم ہو گئی۔ شیعہ کا اعتقاد ہے اور ان کے خاتم المحدثین باقر علی مجلسی نے بڑی تصریح سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نیت مبارک پر حملہ کرتے ہوئے جلاء العیون اور حیات القلوب میں لکھا ہے کہ

وغرض حضرت فرستادن ایں لشکر (م ہزار) آں بود کہ مدینہ از اہلِ فتنہ ومنافقاں خالی شود وکسے با حضرت

اس لشکر کے بھیجنے سے حضرت رسولؐ کا مقصد یہ تھا کہ مدینہ اہلِ فتنہ اور منافقوں سے خالی ہو جائے۔ اور کوئی

امیر المومنین منازعہ نکنند تا امر خلافت بر آنحضرت مستقر گردد و مردم را بسیار مبالغہ مے فرمود در بیرون رفتن و اسامہ را بجرب فرستاد و حکم فرمود کہ در آنجا توقف نماید تا لشکر بر سر او جمع شوند و جمع را فرمود کہ مردم را بیرون کنند و ایشان را حذر مے فرمود از دیر رفتن پس در اثنائے حال آنحضرت را مرضے طاری شد (جلاء العیون ص۲۴۳)

حضرت امیر المومنین کے ساتھ خلافت میں جھگڑا نہ کر سکیں تاآنکہ خلافت حضرت علیؓ کی جم جائے۔ آپ لوگوں کو باہر نکالنے میں بہت مبالغہ کرتے تھے اسامہؓ کو جنگ کے لیے بھیجا اور حکم دیا کہ وہاں شہر سے باہر کچھ دیر ٹھہریں تاکہ سب لشکر وہاں جمع ہو جائے اور ایک جماعت کو حکم دیا کہ لوگوں کو باہر نکالو اور ان کو دیر لگانے سے ڈراتے تھے۔ پس اسی حالت میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہو گئے۔

اس اقتباس سے چند باتیں معلوم ہوئیں۔

۱۔ لشکر بھیجنے سے حضرتؐ کا مقصود جہاد نہ تھا۔ بلکہ مدینہ کو منافقوں سے خالی کرنا تھا۔ یہ نبوت کی صداقت آپؐ کی للہیت اور مقصد میں کامیابی پر اتنا زبردست حملہ ہے کہ کوئی یہودی اور نصرانی بھی آپؐ کی نیت پر ایسا حملہ نہ کر سکے گا۔ صرف اس اعتقاد کی بنا پر اگر شیعہ کو کافر سمجھا جائے تو اس میں کیا شک ہے۔

۲۔ چچازاد بھائی حضرت علیؓ کو باشندوں سے خالی تنہا شہر میں خلیفہ بنانے کی جو تجویز آپؐ نے سوچی — جس پر ہر شخص کو ہنسی آجاتی ہے — وہ خدا کے حکم سے ہو گی۔ پھر اس خدا نے آپؐ کو بیمار کر کے لشکر رکوا کر اس اسکیم کو ناکام کیوں کر دیا یا کیا خدائے علام الغیوب کو اپنے نبیؐ کی تمنا اور ارادے کا علم نہ تھا؟ شیعہ کو اس پر روشنی ڈالنی چاہیے۔

۳۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ رسولِ خداؐ کو اپنے ساتھیوں پر آخر دم تک کوئی اعتبار نہ تھا۔ ان کا دینی اور متبع سنت ذہن نہ بنا سکے۔ ہر وقت ان سے خائف رہتے۔ کوئی کام ان کے سامنے اپنی منشا سے نہ کر سکتے تھے۔ بقول شیعہ دنیا میں آئے تھے کہ علیؓ کی

ولایت وخلافت کا اعتقاد دنیا سے منوائیں (حیات القلوب) جب رخصت ہوئے تو یہی تمنا اور حسرت لے کر گئے کہ علیؓ کا حق کوئی نہ پہچانے گا۔ ان کو امام وخلیفہ بلافصل کوئی نہ مانے گا۔ جہاد کے بار بار اعلان کی آڑ میں اپنے شہر سے تمام اصحاب کو نکالنے کی کوشش کی۔ مگر وہ بری طرح ناکام ہو گئی۔ اور آپؐ کے تمام اندیشے حقیقت بن گئے۔ بالفاظ دیگر شیعہ یہ کہہ رہے ہیں کہ نہ بعثتِ نبویؐ کی غرض پوری ہوئی۔ نہ دنیا میں انقلاب ہدایت آیا۔ نہ قرآن کا معجزہ اصلاح ظاہر ہوا۔ نہ پیغمبر بھیج کر دنیا کو راہ راست پر لانے کی خدائے مالک الملک کی اسکیم کامیاب ہوئی۔ یعنی۔ قرآن۔ نبوت۔ توحید وغیرہ تمام چیزوں کو خلافت بلافصل کے من گھڑت عقیدہ نے ہڑپ کر ڈالا۔ قارئین کرام! خدا آپ کو شیعہ کے مکر و فریب اور خفیہ خدا و رسول و قرآن کی دشمنی کے مضر اثرات سے جو صحابہ کرامؓ پر اعتراضات ہیں — سے بچائے۔ یہ پس منظر ہے لشکر اسامہؓ کے طعن تراشی کا۔ بالفرض تمام صحابہؓ باہر چلے جاتے تو کیا پھر شیعہ معاف کرتے؟ وہ صاف کہتے کہ مالِ غنیمت حاصل کرنے کے لیے نبیؐ کو بستر مرگ پر چھوڑ گئے۔ جیسے جنازہ سے صرف گھنٹہ بھر کی غیر حاضری کو طعن بنا کر آسمان سر پہ اٹھا رکھا ہے۔ اور اگر وفات کے بعد تمام اعداء کے مدینہ پر حملے ہوتے۔ اور ان کا دفاع علیؓ بھی نہ کر سکتے۔ کیونکہ اکثر لشکر تو باہر گیا ہوتا تھا یا بھی بقولِ شیعہ ۴ حضرات کے سوا سب حضرت علیؓ کے حاسد و مخالف تھے تو پھر کن لوگوں کو ساتھ لے کر آپ مرتدین، منافقین، مسیلمہ کذاب، اسود عنسی سے جنگ کرتے؟ نتیجہ یہ ہوتا کہ مرکزِ اسلام تباہ ہو جاتا۔ اسلام کی جڑ کٹ جاتی۔ شاید دشمنِ اسلام شیعہ اس پر خوش ہوتے اور بغلیں بجاتے جیسے آج بھی ان کا قطعی عقیدہ ہے کہ وفاتِ نبویؐ کے بعد جیسا کچھ اسلام تھا وہ سب مٹ گیا۔ سوائے ۴، ۵ آدمیوں کے کوئی بھی مسلم و مومن نفس باقی نہ رہا۔ سب مرتد ہو گئے۔ اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ شیعہ کو اسلام کے زندہ بچ رہنے اور دنیا میں ترقی پذیر ہونے اور پیام امن وسلامت دینے سے (معاذ اللہ) جتنا دکھ پہنچا ہے اتنا ان کے اسلاف ابوجہل، ابولہب و ابوطالب قریشیوں کو بھی نہ تھا۔ اللہم اخذ لہم اللہم دمر دیارھم وشتت شملھم ومزق جمعھم وخالف بین کلمتھم وانزل بھم باسک الذی لا تردہ عن القوم المجرمین

ماتم کی چند جعلی روایتیں

سوال ۸۵ ۔ مؤطا امام مالک مترجمہ علامہ وحید الزمان ص۱۴۷ حدیث ۶۰۳ میں حدیث تقریرِ رسولؐ ہے کہ ایک صحابی سینہ پیٹتا ہوا اور بال اکھاڑتا ہوا آیا۔ اگر سینہ پیٹنا ناجائز تھا تو رسولؐ نے منع کیوں نہ فرمایا اور اگر جائز ہے تو آپ کیوں اعتراض کرتے ہیں۔

جواب ۔ محولہ بالا مترجم نسخہ ہمیں نہیں ملا۔ مؤطا امام مالکؒ محشی اصل عربی نسخہ مطبوعہ کراچی ملا اس میں اس مقام کے لگ بھگ کتاب الجنائز ہے اسمیں کسی صحابی کا یہ قصہ نہیں ہے ہاں "میت پر رونا منع ہے" کا باب ص۲۱۵ پر ہے اس میں یہ حدیث ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک صحابی کی عیادت کو گئے وہ بیہوش تھے آواز دینے پر بھی نہ بولے تو آپنے انا للہ پڑھی عورتیں چیخیں اور رونے لگیں اور جابر بن عتیکؓ صحابی انکو چپ کرانے لگے تو حضورؐ نے فرمایا ان کو چھوڑ دو جب وفات ہو جائے تو کوئی رونے والی ان پر نہ روئے۔ معلوم ہوا کہ مؤطا کی حدیث میں آپنے آواز سے رونا بھی حرام کیا چہ جائیکہ سینہ پیٹنا اور بال نوچنا۔

سوال ۸۶ ۔ شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ کتاب مدارج النبوۃ میں لکھتے ہیں کہ مؤذنِ رسولؐ حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ سر پیٹتے اور فریاد کرتے مسجدِ نبویؐ میں آئے۔ آپؓ کے ماتم کے بارے میں کیا فتویٰ ہے؟

سوال ۸۷ ۔ مسند امام احمد بن حنبلؒ مطبوعہ مصر ج۶ ص۲۷۴ میں لکھا ہے کہ حضورؐ کی وفات پر بی بی عائشہؓ نے عورتوں کے ہمراہ ماتم کیا اور منہ پیٹا۔ ام المؤمنینؓ کے اس فعل کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

جواب ۔ اردو کی مشہور مثل "ڈوبتے کو تنکے کا سہارا" آج عملاً دیکھنے میں آئی کہ جس مسئلہ صبر و ماتم پر ۶۰ سے زائد قرآنی آیات کا ناطق فیصلہ ہے کہ ماتم و بے صبری حرام ہے۔ اور صبر و قرار لازم ہے۔ ۱۰۰ سے زائد حضرت رسول علیہ السلام اور شیعہ کے آئمہ معصومین کی احادیث ہیں۔ کہ جاہلیت کا ماتم و نوحہ اور سر و سینہ کوبی حرام ہے۔ جس کی تفصیل آپ راقم کی تالیف بے نظیر "مسئلہ عزاداری اور تعلیماتِ اہل بیت" میں دیکھ سکتے ہیں۔ "چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد" کا مصداق شیعہ بھائی اس من گھڑت مسئلہ کو دور از کار بے سند روایات سے ثابت کرنے کی ناکام سعی کر رہا ہے۔ فوا اسفا

محترم! جب شریعت ایک قانون اور طے شدہ فیصلہ دے دے تو مومن کو اس کی اتباع واجب ہے اور سرِ مو انحراف حرام ہے۔ بالفرض اگر کسی بزرگ کا عمل اس کے خلاف ملتا ہے تو بزرگ کو خلافِ شرع الزام سے بچانے کے لیے روایت کا انکار کرنا ہوگا۔ یا اس کو خاص حال و جذب میں مغلوبیت کا نتیجہ کہنا پڑے گا۔ جس کی اتباع شرع میں جائز نہیں کیونکہ اتباع قرآن و سنت اور اجماعی اعمال کی ہے۔ اشخاص کی اتباع وہ بھی مغلوبانہ احوال میں۔ قرآن و سنت میں اس کے خلاف حکم موجود ہوتے ہوئے ہرگز روا نہیں۔ عقل و نقل کا یہی فیصلہ ہے۔ یا پھر ان اشخاص کو غیر معصوم مان کر اس عمل کا ذمہ دار خود ان کو بنا دیں۔ شریعت کی طرف نسبت ہی نہ کریں۔

اس اصول کو اپنانے یا سامنے رکھنے سے تینوں روایات کا جواب ہو جاتا ہے کہ بالفرض یہ ان سے روایۃً ثابت ہو تو یہ ان سے حالتِ جذب و صحو میں ہوا تو اس وقت وہ خطاب کے قابل نہ تھے۔ تاکہ رسولؐ اللہ ان کو منع کرتے۔ رسولِ پاکؐ نے بیسیوں مرتبہ اس سے منع عام کیا ہوا تھا۔ علاوہ ازیں حدیثِ قولی اور فعلی کا جب تعارض ہو تو قولی مقدم ہے کہ وہ اصل قانون ہے۔ فعلی میں تخصیص کا احتمال ہے۔ قولی فعلی کا جب تقریری سے تعارض ہو تو قولی فعلی مقدم ہے۔ تقریری سے استدلال ہرگز نہ ہوگا۔ تو فرامینِ رسولؐ بابت حرمتِ ماتم اصل ہوئے کہ وہ قولی ہیں۔ اور یہ صحابہؓ کے اعمال ۔ اگر ثابت ہوں ۔ تو فعلی اور مرجوح ہوئے۔ ان سے ماتم پر استدلال درست نہیں۔

حضرت بلالؓ کا غلبۂ حال تو اور قرینِ قیاس ہے کہ آپؓ نے محبوبؐ کی وفات کے بعد مدینہ طیبہ چھوڑ دیا۔ آذان کہنی چھوڑ دی۔ شام چلے گئے حالانکہ ایک مسلمان کے لیے مدینہ طیبہ میں رہائش، روزانہ روضۂ اقدس پر حاضری اور مسجدِ نبویؐ میں آذان و نماز سے بڑھ کر کوئی عمل اور شرف نہیں ہو سکتا۔ مگر عاشقِ صادق بلالؓ نے یہ سب کچھ کیا۔ کیونکہ مسجدِ نبویؐ کی محراب اور مدینہ طیبہ کے در و دیوار چلتے پھرتے، بولتے چمکتے آفتاب کا پتہ نہ دیتے تو یہ سب چیزیں نگاہ میں اجنبی اور ناقابلِ برداشت ہو جاتی تھیں۔ چنانچہ ایک

مرتبہ شام سے مدینہ آئے تو صحابہ کرامؓ نے آذان دینے کے لیے اصرار کیا۔ مگر حضرت بلالؓ نے انکار کیا بالآخر حضرت حسنؓ و حسینؓ کی سفارش سے آمادہ ہوئے۔ آذان شروع کی تو مدینہ طیبہ میں کہرام مچ گیا کہ گویا حضورؐ کا زمانہ پلٹ آیا۔ پردہ دار خواتین بھی باہر آگئیں اور ہر شخص اشکبار تھا۔ یہ ان لوگوں کے عشقِ نبویؐ کی ادنیٰ جھلک تھی۔ جن کو معاذ اللہ بے ایمان اور دشمن آلِ رسولؐ جتانے کے لیے ہر فاسق گویا اور عزادار بڑا بڑاتا رہتا ہے۔ مسندِ احمد کی روایت کا ایک جواب یہ ہے کہ یہ ضعیف ناقابلِ استدلال ہے۔ کیونکہ دو راوی مُا ضعیف ہیں ۱۔ یعقوب بن محمد بن عیسیٰ بن عبد الملک زہری مدنی نزیل بغداد صدوق۔ بہت وہم والا اور کمزور راویوں سے روایت کرنے والا تھا۔ ۲۱۳ھ میں فوت ہوا۔ (التقریب ص ۳۸۴) ۲۔ محمد بن اسحٰق امام مغازی صدوق مدلس ہیں تشیع اور قدری فرقہ ہونے کا ان پر الزام ہے (تقریب ص ۲۹۰) دوم یہ کہ خود مائی صاحبہؓ اپنے عمل کی تردید کرتی ہیں کہ "یہ میری سادگی، نوعمری اور ناتجربہ کاری کا نتیجہ تھا کہ حضور علیہ السلام کی وفات میری گود میں ہوئی مجھے پتہ نہ چلا۔ پھر عورتوں کے ساتھ ماتم کرنے لگی۔" کذا فی مسندِ احمد جلد ۶ ص ۲۷۴)

حضرت حسینؓ کے گھوڑے کی نقل

سوال ۸۸۔ حضرت علی ہجویریؒ (داتا گنج بخش لاہوری) اپنی کتاب کشف المحجوب ج ۲ ص ۱۱ باب ۸ میں حضرت عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسولِ خداؐ امام حسینؓ کے لیے اونٹ بنے یعنی اونٹ کی نقل کی۔ کیا حضورؐ کی سنت پر عمل کر کے حسینؓ کے گھوڑے کی نقل بنانا سنت ہوگا یا بدعت؟

جواب ۔ اس سے پتہ چلا کہ حضرت عمرؓ بھی حبدارِ نواسۂ رسولؐ تھے۔ اب جو شخص حضرت عمرؓ کے ایمان و کردار میں طعن کرے وہ دشمنِ رسولؐ و نواسۂ رسولؐ ہوا نبیؐ کی سنت تو یہ ثابت ہوئی کہ اپنے نواسہ کو گردن پر بٹھا کر سواری کرائی جائے۔ بحمد اللہ ہر مسلمان اس سنتِ رسولؐ پر عمل کرتا ہے۔ ہم اولاد کو اٹھاتے ہیں اور پیار کرتے وقت سنتِ نبویؐ کی بھی نیت کر لیتے ہیں اور اس پر ثواب پاتے ہیں۔ اگر سنتِ رسولؐ شیعہ خیال میں یہ ہے کہ خود کو اونٹ بنا کر امام حسینؓ کو اس پر سوار کیا جائے تو چشم ما روشن دلِ ما شاد۔ خود اونٹ بنیں اور حضرت حسینؓ کو تلاش کر کے لائیں اپنے اوپر سوار کریں میں

وعدہ کرتا ہوں کہ میں تمام سنیوں کو ساتھ لے کر یہ مبارک منظر دیکھنے آؤں گا۔ اور اگر آپ کو حسینؓ نہیں ملتا واقعی نہیں ملتا۔ کیونکہ نجف سے لے کر لکھنؤ تک ہزار دل سیاہ پوش مجتہدین و تبرّا بازوں سے قتلِ حسینؓ کی خبرِ فاجعہ سن کر رونے پیٹنے کی سنتِ یزیدی پر تو عمل کرتے ہیں اور واللہ یزید کے متبع یزیدی ہیں۔ مگر ماتم و بین سے پاک رہ کر تقیہ کو خیرباد کہہ کر محض سنتِ رسولِ مدنیؐ کے احیاء کے لیے قربانی اور صبر و رضا کا پیکرِ مجسّم بننے والے امام حسینؓ کا ایک بھی متبع نہیں اور نہ ان حسینؓ کی عزت فروشوں دم نوشوں کو حسینی کہلانے کا حق ہے۔ اگر آپ سنتِ نبیؐ کے اتباع میں خود حسینؓ کی سواری نہیں بنتے حالانکہ آپ انسان اور مدعیٔ علم و ایمان ہیں تو اے بے شرم! جانور محض ٹانگے کے گھوڑے کو نبیؐ کا قائم مقام بنا کر (معاذ اللہ) حسینؓ کی سواری سمجھتے ہیں اور اسے سنتِ نبیؐ کی نقل کہتے ہیں۔ اس سے بڑھ کر بھی کوئی رسولؐ کی گستاخی یا نواسۂ رسولؐ کی توہین کا پہلو ہو سکتا ہے۔ ایسی مذموم حرکت تو تماشائی مداری اور شعبدہ باز نٹ بھی نہیں کر سکتا۔

اگر آپ کو سواری کی یہ سنتِ نبی زندہ کرنی ہے۔ تو ایک ہی صورت ہے کہ سوار اور سواری دونوں محترم انسان تھے۔ آپ خود سواری بنیں کسی اپنے سے کم عمر نیک مولوی۔ ذاکر۔ عزادار تبرّا باز کو حسینؓ سمجھ کر اٹھائیں اور اس پر ہر مومن شیعہ عمل کرے یا سواری بنے یا سوار۔ پھر عزاداری کا یہ جلوس ۹-۱۰ محرم کو مال روڈ لاہور اور بندر روڈ کراچی پر ہر سال گشت کرے۔ پھر دیکھئے کہ مذہبِ شیعہ چند سالوں میں بے مثال ترقی کرتا ہے یا نہیں تجربہ شرط ہے۔ اور اگر آپ ایسا نہیں کرتے کہ تکلیف ہوگی۔ تو آپ ہرگز محبِ حسینی نہیں ہیں دعویٰ میں بالکل جھوٹے ہیں۔ حسینؓ تو سجدہ نماز میں سر کٹا دے اور آپ رکوع میں جھک کر حسین کی سواری بھی نہ بنیں۔

اور اگر آپ سواری کی سنتؐ کو خلاف عقل اور مسخرہ پن بنائیں۔ تو بھائیو! ذرا ٹھنڈی عقل سے سوچو کہ ایک خالی گھوڑے پر رنگین استر ڈال کر آگے چلا دیں اس کے پیچھے مجذوبانہ حرکتیں کرتے خود چل پڑیں۔ اسے سنتِ نبیؐ بتائیں۔ یہ کون سی عقل و سنت کی بات ہوئی

یہ تو ایک مداری کا سوانگ اور تماشہ ہوا اسے سنتِ نبویؐ یا سنتِ حسینؓ سے کیا واسطہ؟ اگر آپ سنتِ نبیؐ کے پیروکار ہیں۔ تو ادنٹ ملا گھوڑے بلنے بنانے کے بجائے دینِ نبیؐ کو اپنائیں حسینی مشن اتباعِ رسولؐ اختیار کریں۔ سنی بلنے کی اللہ آپ کو توفیق دے۔ واللہ الھادی۔

پاؤں کا دھونا اور مسح کرنا

سوال ۸۹۔ کنز العمال مطبوعہ حیدر آباد دکن ج ۵ مسند علی کرم اللہ وجہہ ص۱۱۲ حدیث ۲۰۳۲ میں ہے رسول کریمؐ وضو میں پیروں کا مسح کیا کرتے تھے۔ آپ مسح کیوں جائز نہیں سمجھتے؟ اگر ایڑھیوں کے خشک رہنے سے ایڑھیاں جہنم میں جائیں گی تو موزوں پر مسح کیسے درست ہے۔؟

جواب۔ اس روایت کی اصل اور سند کی تحقیق اصل کتاب نہ ملنے کی وجہ سے نہیں ہو سکی۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے ذخیرۂ احادیث میں یہ روایت بالکل شاذ اور ثقات کے خلاف منفرد قسم کی ہے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم غیر موزہ پہنے حالت میں ہمیشہ پاؤں دھوتے تھے۔ صرف سننِ ابو داؤد باب صفۃ وضوء النبی میں ۷ روایتیں ہیں جن میں غسل رجلیہ ثلاثاً۔ کہ آپ تین مرتبہ پاؤں دھوتے تھے۔ کی صراحت ہے۔ چھ حدیثیں حضرت عثمان بن عفانؓ کی ہیں۔ اور سات حدیثیں عبد خیر اور زر بن حبیش کی روایت سے حضرت علی المرتضیٰؓ کی ہیں۔ کہ آپؓ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وضو پوچھا گیا تو وضو کر کے دکھلایا۔

وغسل رجلیہ ثلاثا ثم قال	تین مرتبہ پاؤں دھوئے۔ پھر فرمایا
ھٰکذا کان وضوء رسول اللہ صلی اللہ	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وضو اسی
علیہ وسلم (ابوداؤد ج ۱ ص۱۵)	طرح تھا۔

ان متواتر ثقات روایات کے معارض کنز العمال کی شاذ روایت واجب الترک اور ناقابل احتجاج ہے۔

غسل رجلین کے سلسلے میں ہمارا اصل مذہب قرآنِ پاک پر مبنی ہے۔ کیونکہ آیتِ وضو میں وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ کا عطف مفعول یعنی ہاتھوں پر ہے۔ ہاتھ بالاتفاق

دھوئے جاتے ہیں۔ اور دھونے کی حد "کہنیوں تک" بتائی۔ اسی طرح پاؤں کی حد "ٹخنوں تک" بتائی ہے۔ معلوم ہوا کہ ان کو دھونا فرض ہے۔ اور چھ قاریوں نے نصب ہی کی قرأت پڑھی ہے۔ کہ ہاتھوں کی طرح پاؤں کو بھی دھونا ہے۔

شیعہ کا پاؤں پر مسح کرنا آیت کے بالکل خلاف ہے۔ عقلی تقاضا بھی یہ ہے کہ پاؤں عموماً گرد و غبار اور نجاست سے آلودہ رہنے والی چیز ہے۔ جب ہاتھوں اور منہ کو دھونا ہے جن میں نجاست کا احتمال نہیں تو پاؤں گرد و نجاست لگنے کی وجہ سے بدرجہ اولیٰ دھونے فرض ہیں۔ پھر لفظِ الیٰ کا استعمال کر کے حد بتانا۔ دھونا ہی فرض بتاتا ہے کیونکہ مسح کے لیے تک کا لفظ قرآن میں نہیں ہے۔ اور دھونے کے لیے دونوں اعضا میں ہے۔

جرِ جوار کی بحث

شیعہ کا استدلال۔ ایک جر والی قرأت سے ہے۔ مگر وہ اکثر قرأ کے مقابلے میں متروک ہونے کے علاوہ جرِ جوار پر محمول ہے۔ جرِ جوار یہ ہوتی ہے کہ کوئی لفظ اعراب میں تو قریبی متصل لفظ کے تابع ہو مگر حکم میں یعنی وصف بننے میں پہلے کسی لفظ کا ہو۔ جرِ جوار کی کئی مثالیں ہیں۔

حجر ضب خربٍ (گوہ کی خراب بل سوراخ) ماء شن باردٍ (مشکیزہ کا ٹھنڈا پانی) عذاب یوم الیمٍ (دردناک عذاب دن قیامت کا)

حدیث میں آیا ہے۔ من ملك ذا رحم محرم۔ (یعنی جو شخص محرم قریبی کا مالک بن جائے) ان سب مثالوں میں آخری لفظ مجرور ہے۔ متصل مضاف الیہ کی جر کی وجہ سے حالانکہ دراصل وہ صفت مضاف کی ہے اور معنیٰ اس کے مطابق کیا جاتا ہے، عبد الرسول نحوی شیعہ کہتا ہے۔

گاہ اسے میشود مجرور از بہر جوار ہم از ینجا نزد عامہ جرِ ارجل شد روا

(عبد الرسول مع نحو میر)

متن متین میں عبد الرسول نے یہ اعتراض کیا ہے کہ عطف میں جرِ جوار ممتنع ہے مگر یہ بالکل بے بنیاد دعویٰ ہے۔ علامہ آلوسیؒ صاحبِ روح المعانی جو بڑے نحوی بھی ہیں

عطف میں بھی جر جوار کے جواز پر نابغہ کا یہ شعر پیش کرتے ہیں۔

لم یبق الا اسیر غیر منفلت — وموثق فی حبال القد مجنوب

یعنی صرف وہی قیدی رہ گیا جو کھسک نہیں سکتا۔ چمڑے کی رسیوں میں ایک پہلو پر جکڑا پڑا ہے۔ یہاں موثقٍ منفلتٍ کے قرب کی وجہ سے مجرور ہے حالانکہ اصل مرفوع ہے کہ اس کا عطف غیرُ مرفوع پر ہے جو اسیر کی صفت ہے تو اسی طرح وارجلکم برؤسکم کی وجہ سے مجرور بجر جوار ہے فی نفسہ ایدیکم پر معطوف اور منصوب ہے۔ معنیٰ ہے کہ تم اپنے ہاتھ کہنیوں تک اور پاؤں ٹخنوں تک دھوؤ۔

ویل للاعقاب من النار (کہ وضو میں خشک ایڑیوں والے کے لیے دوزخ میں ہلاکت ہے۔ ابھی پاؤں کے واجب ہونے کی دلیل ہے۔ لیکن یہ سب دلائل تب ہیں جب پاؤں ننگے بلا موزہ ہوں۔ موزہ کی حالت میں آپؐ کی سنت مسح کرنے کی تھی اور مسح موزہ کی روایات سنی مذہب میں متواتر ہیں۔ تقریباً ۷۰ یا ۸۰ صحابہ کرامؓ سے مروی ہیں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ فتح الملہم ج ا ص ۴۱۳ پر لکھتے ہیں۔ کہ حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ سنۃ وفی روایۃ اثنی صحابہؓ سے مسح علی الخفین کی روایت ثابت ہے اور ان میں عشرہ مبشرہ بھی ہیں۔ امام ابن نجیم مصری نے بحرالرائق ج ا ص ۱۶۵ پر اور ابن ہمام نے فتح القدیر ج ا ص ۹ پر لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ جو شخص مسح علی الخفین کا منکر ہو مجھے اس کے کفر کا اندیشہ ہے۔ اور پھر امام صاحبؒ نے اہل السنت والجماعت ہونے کی یہ دلیل پیش کی ہے کہ سنی وہ ہے جو تفضیل الشیخین۔ حب الختنین اور مسح علی الخفین کا قائل ہو (از افادات حضرت استاذیم مولانا سرفراز خان صفدر) تعجب ہے کہ شیعہ نص قرآنی کے خلاف ننگے پاؤں پر مسح کے قائل ہیں۔ حالانکہ وہ گرد و غبار سے آلودہ ہیں۔ جب دھو کر موزے پہنے ہوں تو احادیث متواترہ کی موجودگی میں بھی موزے پر مسح نہیں کرتے کھول کر مسح کرتے ہیں۔ اگر مسح ہی کرنا ہے تو ان پر بدرجۂ اولیٰ جائز ہونا چاہیے۔ پھر اس خفین پر مسح نہ کرنے میں اتنا غلو ہے کہ کلمہ کفر وغیرہ کہنے میں مجبوری ہو یا نہ ہو۔ تقیہ کرتے ہیں مگر موزوں پر مسح تقیہ کے طور پر بھی نہیں کرتے۔ کافی میں فرمان صادقؒ ہے "تقیہ ہر چیز

؎ حضرت ابوبکرؓ وعمرؓ کو تمام صحابہ کرامؓ سے افضل ماننے، حضرت عثمانؓ وعلیؓ سے محبت رکھے۔

میں ہے۔ بجز نبیذ کی شراب پینے میں اور موزوں پہ مسح کرنے میں۔ (باب تقیہ)

صحابہ کرامؓ کی مغفرت

سوال نمبر ۹۰۔ بیعت رضوان میں مسلمانوں نے جنگوں سے نہ بھاگنے کا عہد کیا۔ لیکن جنگ حنین بعد از بیعت الشجرہ ہوئی جن لوگوں نے وہ عہد توڑا ان کے بارے میں کیا فتویٰ ہے؟

جواب۔ سب سے پہلے یہ بتائیں کہ آپ مسلمان ہیں یا کافر؟ اگر مسلمان ہیں تو یہ کافرانہ لہجہ کے ساتھ اعتراض۔ کہ مسلمانوں نے جنگوں سے نہ بھاگنے کا عہد کیا۔ آپ کو زیب نہیں دیتا۔ آخر وہ مسلمان آپ کے نبیؐ کے اصحابؓ۔ جماعتی اور امتی کچھ تو لگتے ہی ہوں گے آپ کا سوال تو ایسا ہی ہے گویا کسی آریہ سماجیہ۔ ہندو یہودی یا عیسائی نے مسلمانوں اور محمد رسول اللہ کی جماعت پر کیا ہو۔ بصورت مسلمان آپ کو تو خود ان باتوں کا جواب کفار کو دینا چاہیے نہ یہ کہ خود کافر بن کر مسلمانوں کی جماعت اولیٰ صحابہ رسولؐ پہ اعتراض کرنے لگ جائیں۔

جس خدا نے ان کے متعلق ثُمَّ وَلَّيْتُم مُّدْبِرِينَ فرمایا اسی خدا نے سب سے پہلے لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ فِي مَوَاطِنَ كَثِيرَةٍ وَيَوْمَ حُنَيْنٍ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ (اللہ نے تمہاری بہت سے میدانوں میں مدد کی اور حنین کے دن بھی جبکہ تم کو اپنی کثرت پر ناز آگیا) کے متعلق اپنی نصرت کا فیصلہ ان کے حق میں کیا۔ اس فیصلہ نصرت سے نصرت وندامت شیطان کو ہوئی۔ کوئی مسلمان منجانب اللہ منصور و فتحیاب مسلمانوں کو یہ طعنہ نہیں دے سکتا کہ تم تو فلاں جنگ میں یا محاذ پر پیچھے ہٹ گئے تھے۔ کیونکہ فیصلہ مجموعی طرز عمل پر ہوتا ہے وہ یقیناً بہتر تھا تبھی تو اللہ نے ان کو فتح سے نوازا اور بے انتہا مال غنیمت دیا۔ جو بہت سے غیر مجاہدوں اور مکہ کے نو مسلموں میں ۱۰۰-۱۰۰ اونٹ فی کس تک تقسیم کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے بیعت رضوان والوں کو المؤمنین کہا۔ حنین میں فی الجملہ غیر اختیاری غلطی کے باوجود ان کو ایمان و سکینت بھی دیا۔

ثُمَّ أَنزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَأَنزَلَ جُنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا — پھر اللہ نے اپنی تسکین اپنے رسولؐ اور مومنین پر نازل کی اور ایسے لشکر اتارے

وَعَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَذَالِكَ جَزَآءُ الْكَافِرِيْنَ ثُمَّ يَتُوْبُ اللّٰهُ مِنْ بَعْدِ ذَالِكَ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ

(پ۱۰ توبہ ع۴)

جن کو تم نے کبھی نہ دیکھا تھا۔ اور کافروں کو عذاب دیا۔ اور کافروں کی سزا یہی ہے۔ پھر اس کے بعد اللہ جس کی چاہیے توبہ قبول فرمالے۔ اللہ بڑا بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے (ترجمہ مقبول)

جب اللہ نے فرار کی غلطی کے باوجود ان کو حسبِ سابق مومن۔ اصحاب سکینہ صاحب توبہ و مغفرت بنایا۔ اب جو لوگ قرآن کے اس فیصلہ کو نہ مانیں۔ اس طرح ان کو اپنا دشمن اور برا جانیں جیسے کافر جانتے تھے اور لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ کی شہادتِ قرآنی سے ان کے نام و تذکرہ سے جلتے رہیں اور فرار کا طعنہ دیتے رہیں۔ حالانکہ کفار اس کمینہ پن کا ارتکاب نہ کرتے تھے۔ میں پوچھتا ہوں اور ہر قاری سے انصاف چاہتا ہوں کہ ایسے لوگ قرآن کریم کے منکر۔ کھلے کافر۔ جہنمی اور حزب اللہ سے دشمنی کی وجہ سے راندۂ درگاہِ الٰہی ہوئے یا نہ۔ عیب جوئی اور طعنہ کی مذمت کے باب میں سُنی شیعہ کی متفق حدیث ہے کہ جو شخص کسی مسلمان کو اس کے سابق گناہ کا طعن دیتا ہے وہ اس وقت تک نہیں مرتا، جب تک اسی گناہ میں مبتلا نہ ہو جائے۔ چنانچہ شیعہ تاریخ گواہ ہے کہ یہ طعنہ ان پر پلٹا۔ اور انہوں نے حضرت علیؓ سے مہدی العصر تک تمام آئمہ سے غداری کی۔ دشمن کے مقابلے میں ساتھ چھوڑا رافضی کہلائے بلکہ بعض آئمہ کو خود قتل کیا۔ قاتلانہ حملے کیے۔ باقاعدہ جنگ کی۔ ہر بات میں نافرمانی کی۔ آئمہ نے ان سے نجات کی دعائیں مانگیں اور آج تک ان کے امام العصر خود انہی کے خوف سے چھپے ہوئے ہیں یا ۳۱۳ مخلص و وفادار شیعوں کے پیدا ہونے کے انتظار میں غار میں رونق افروز ہیں۔ مگر ان کے بقول پانچ کروڑ شیعوں میں سے ۳۱۳ بھی مخلص مومن جاں نثار تاہنوز پیدا نہیں ہوئے۔ سبھی اہل بیت کے عزت فروش زر پرست اور متعہ باز ہیں۔ جیسے امام صادقؒ کی حدیث ہے کہ لوگوں کے تین طبقے ہیں۔ ایک ہمارا ہے اور ہم ان کے (یعنی اہلِ سنت تبیؓ) اور دوسرا طبقہ ہمارا نام لے کر اپنی عزت اور خوشحالی چاہے گا۔ اور تیسرا طبقہ ہمارا نام لے کر ایک دوسرے کا مال کھائے گا۔ (یعنی

ایک طبقہ دوسرے کا مال ہماری محبت اور تعریف ظاہر کر کے کھائے گا۔ (روضہ کافی ۲۲۰)

چند جھوٹے مصادر

سوال ۹۱۔ صاحب تاریخ حبیب السیر جنگ حنین کے بارے میں لکھتے ہیں " پرسید کہ ابو بکرؓ و عمرؓ کجا بودند گفت آں نیز در گوشہ رفتہ بودند۔ اس روایت پر تبصرہ کیجیے۔ واضح ہو کہ یہ آپ کے ہاں تفسیر قادری۔ تفسیر حسینی روضۃ الصفا۔ تاریخ الخمیس، روضۃ الاحباب، معارج النبوۃ وغیرہ سے ثابت ہے کہ حضرات ثلاثہ جنگِ حنین میں فرار ہو گئے تھے۔ پس انہوں نے بیعت رضوان کا عہد کیوں توڑا۔ سب پڑھ کر جواب دیجیے۔

جواب۔ یہ سب کتابیں جھوٹا رعب جمانے کے لیے معترض نے لکھ دی ہیں۔ ورنہ یہ کتابیں نہ معتبر ہیں نہ اہلِ سنت کے معتبر مؤلفین کی تصنیف ہیں۔ تاریخ حبیب السیر مجہول کتاب ہے۔ اس میں بہت سی واہی تباہی روایتیں ہیں جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ کسی شیعہ نے اپنے مطلب کی باتیں لکھ کر اہل سنت کی طرف کتاب منسوب کر دی ہے جو ان کا پرانا کید و مکر ہے۔ تفسیر قادری اور حسینی بھی بالکل غیر معتبر تفسیریں ہیں۔ کسی تفضیلی قسم کے صوفی سنی کی تالیفات ہیں جن کو تاریخ کی حقیقت اور روایات کی جرح و تعدیل کا علم نہیں ہے۔ روضۃ الصفاء کٹر رافضی کی ہے۔ اس سے تو نور اللہ شوستری نے مجالس المومنین میں بار بار استدلال کیا ہے۔ تاریخ الخمیس بھی ایک شیعہ کی کتاب ہے۔ جس نے تاریخ اعثم کوفی لکھی ہے۔ جسکے مندرجات سے تشیع واضح ہے۔ روضۃ الاحباب الیسی کتاب میں سادہ لوح مؤلف نے شیعہ کی من گھڑت روایتوں اور کتابوں سے دھوکہ کھا کر ان کا مواد جمع کر دیا ہے۔ جس کا کچھ اعتبار نہیں۔ حضرت شاہ عبدالعزیزؒ محدث دہلوی الیسی ہی کتب کے متعلق کید ۵۱ میں لکھتے ہیں۔

ان شیعہ سے اہل تاریخ کی ایک جماعت اہلِ سنت کو دھوکہ دیتی ہے۔ اور وہ تاریخ میں ایک کتاب جمع کر کے اکثر اخبار اور موہوم قصے۔ اس طور پر درج کرتے ہیں کہ جامع کے سنی نہ ہونے کا پتہ نہ چل سکے۔ پھر سیر خلفاء۔ احوالِ صحابہ اور ان کی لڑائیوں کے متعلق کچھ قلیل اپنے مذہب سے بھی لکھ دیتے ہیں۔ جب بعض مؤرخین اہلِ سنت اس

کتاب کو اہلِ سنت و جماعت کی تالیف سمجھ کر نقل کرتے ہیں تو غلطی میں پڑ جاتے ہیں۔ آخر رفتہ رفتہ بے تحقیق ناظرین کے لیے یہ گمراہی کا سبب بن جاتا ہے اور شیعوں کا یہ کید بھی خوب جم گیا ہے کہ تاریخ کے مصنفین کا ایک عالَم غلطی کے بھنور میں پڑ گیا ہے اور ناظرین کو گمراہی کی رسی میں باندھا ہے حتیٰ کہ سید جمال الدین محدث صاحب روضۃ الاحباب نے بھی بعض جگہوں میں اس قسم کی روایات تاریخی نقل کی ہیں خصوصاً قصہ ابوبکر صدیق رضؓ اور توقف حضرت امیر میں اور قصہ عثمان رضی اللہ عنہ میں۔ اور اس قسم کی نقول کی علامت یہ ہے کہ وہ لکھتا ہے۔ " دربعض روایات چنیں آمدہ۔ لیکن محققین اہلِ سنت نے ایسے مجہول مصنفوں کی تاریخ سے کہ ان کی باتیں مجہول ہی ہیں اور بعض بے سند واہی روایتوں سے احتراز واجب جانا ہے۔ (تحفہ اثنا عشریہ اردو ص۱۰۶)

یہ اقتباس ان تمام مذکورہ بالا کتب کی حقیقت بیان کرنے میں کافی ہے معارج النبوۃ بھی اسی قسم کی کتاب ہے کہ مصنف سنّی تھا۔ مگر کتاب میں رطب و یابس سب کچھ ہے۔

غزوہ حنین کا مختصر قصہ

اکبر شاہ نجیب آبادی تاریخ اسلام ج ا ص۱۸۶ پر رقم طراز ہیں۔ " پہلی شوال سنہ ۸ھ کو لشکرِ اسلام تہامہ کی وادیوں سے گزر کر وادی حنین میں پہنچا۔ دشمنوں نے لشکرِ اسلام کے قریب پہنچنے کی خبر سن کر وادیٔ حنین کے دونوں جانب کمین گاہوں میں چھپ کر لشکر کا انتظار کیا۔ مسلمان وادی کی شاخ در شاخ اور پیچیدہ گزرگاہوں میں ہو کر نشیب کی طرف اترنے لگے تھے اور صبحِ کاذب کی تاریکی پھیلی ہوئی تھی کہ اچانک دشمن کی فوجوں نے کمین گاہوں سے نکل نکل کر تیر اندازی اور شدید حملے شروع کر دیئے اس اچانک آپڑنے والی مصیبت اور بالکل غیر متوقع حملے کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمان سراسیمہ ہو گئے اور اہلِ مکہ کے دو ہزار (نومسلم) آدمی سب سے پہلے حواس باختہ ہو کر بھاگے۔ ان کو دیکھ کر مسلمان بھی جدھر جس کو موقع ملا منتشر ہونے لگے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم وادی کے داہنی جانب تھے۔ آپؐ کے ہمراہ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ حضرت عمر رضؓ حضرت علی کرم اللہ وجہہ، حضرت عباس رضؓ، حضرت فضل بن عباس رضؓ، حضرت سفیان بن الحارث اور ایک مختصر سی جماعت صحابۂ کرام رضؓ کی رہ گئی . . . . آپ کے ارد گرد دشمن پوری

طاقت سے حملہ آور تھے اور یہ مٹھی بھر آدمی ان سے لڑ رہے تھے۔ (پھر آپؐ نے حضرت عباس رضؓ کو مسلمانوں کے بلانے کا حکم دیا) چنانچہ حضرت عباس رضؓ نے ہر قبیلہ کا نام لے لے کر پکارا، اس آواز کو سن کر مسلمان اس طرح دوڑے۔ جیسے گائے کے بچھڑے اپنی ماں کی آواز سن کر اس طرف دوڑتے ہیں۔ مگر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب صرف سو آدمی پہنچ سکے۔ باقی دشمنوں کے درمیان حائل ہو جانے سے آپ تک نہ پہنچ سکے۔ اور وہیں سے لڑنے لگے آپؐ نے اللہ اکبر کہہ کر دلدل کو دشمن کی طرف بڑھایا اور ان سو آدمیوں کے مختصر دستے نے ایسا سخت حملہ کیا کہ اپنے سامنے سے دشمنوں کو بھگا دیا۔ اور ان کے آدمیوں کو گرفتار کرنا شروع کر دیا آپؐ کا نعرۂ تکبیر سن کر اور دشمنوں پر حملہ آوری دیکھ کر مسلمانوں نے بھی ہر طرف سے سمٹ کر دشمنوں پر نعرۂ تکبیر کے ساتھ حملہ کیا۔ اور ذرا سی دیر میں لڑائی کا نقشہ بدل گیا۔ دشمنوں کو مکمل ہزیمت ہوئی۔" کذا فی منتہی الآمال ج ا

قارئینِ کرام ! آپ اندازہ لگا چکے ہوں گے کہ شیخین اور دیگر صحابہ کرام رضؓ اس اچانک غیر متوقع اندھیرے میں دشمن کے حملے سے نہ صرف ثابت قدم رہے بلکہ پامردی سے مردانہ وار مقابلہ کیا کہ جنگ کا نقشہ تک بدل گیا مگر دشمنِ اسلام رافضی ان مسلمانوں کے صرف فرار کا ذکر کرتا ہے۔ مدحیہ پہلو کو سامنے نہیں لاتا۔ صحابہ کرام رضؓ نے عہدِ نبوی میں تین درجن کے لگ بھگ چھوٹی بڑی جنگیں لڑی ہیں۔ کسی میں بھی فرار و شکست کا منہ نہ دیکھنا پڑا۔ بجز جنگِ حنین و اُحد کے۔ کہ وقتی طور پر یہاں بھگدڑ مچی اور پریشانی ہوئی۔ اس کی وجہ انکی بزدلی۔ ایمانی کمزوری یا بے وفائی ہرگز نہ تھی۔ بلکہ نص قرآنی کے مطابق کثرت پر اعتماد کرنا تھا۔ تو اللہ نے عمداً پاؤں اکھڑوا کر درسِ عبرت دیا۔ اُحد میں درہ والوں کی نافرمانی تھی جس کا نتیجہ بھگدڑ کی صورت میں سب لشکر کو دیکھنا پڑا۔ اور یہ بھی خدا کی طرف سے باقاعدہ ایک سبق آموز حادثہ بنا دیا گیا۔ اب اس پر اعتراض کرنا در حقیقت تقدیر کا منہ چڑانا ہے جب اللہ کسی کو ڈگمگانا چاہیں سزا دینا چاہیں تو بڑے بڑے بہادر ان کے سامنے عاجز و بے ہمت بن جاتے ہیں۔ اگر اس نکتہ پر غور کر کے سوچا جائے اور صحابہ کرام رضؓ حزب اللہ سے کچھ بھی عقیدت ہو تو کسی قسم کا اعتراض یا ان پر طعن کا موقعہ نہیں رہتا۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان

کو صحابہ کرامؓ کے ساتھ بغض و عناد اور ان کی بدگوئی کے کفر و گناہ سے محفوظ رکھے آمین۔

صحابہؓ دشمنی پر عقلی گرفت

ہر ملک اور قوم کی فوج ان کی آنکھوں کا سر تاج اور دل کی دھڑکن ہوتی ہے۔ جو ان کے ملک اور عزت سے دشمن کا دفاع کرتی ہے۔ کسی ملک اور قوم کی فوج کی بدگوئی کرنا ایک قومی جرم سمجھا جاتا ہے ان کے خلاف پروپیگنڈہ کر کے فضا تیار کرنا یا ان میں سے ۵، ۷ افسروں اور جوانوں کو مستثنیٰ کر کے تمام فوج کو غدار بے وفا اور برا کہنا دراصل اس ملک و قوم سے پوری دشمنی ہے اس کی سزا کورٹ مارشل کے تحت قتل اور جلاوطنی تک ہو سکتی ہے۔ پاکستان کی فوج دنیا میں مثالی بہادر اور وفادار سمجھی جاتی ہے۔ حالانکہ کسی محاذ پر کسی یونٹ کی کمزوری یا پسپائی سے انکار ممکن نہیں مگر بایں ہمہ جو کوئی ان کی بدگوئی کرے غلطی اور کمزوری کی تشہیر کرے۔ وہ قومی غدار ہے۔ بھارت کا ایجنٹ ہو گا۔ اس سے پاکستان دشمن کا سلوک کیا جائے گا۔ اسی طرح جب لشکر پیغمبرؐ کو اللہ نے حزب اللہ کہا۔ ان سے غلبے کے وعدے کیے۔ ایمان و وفا ان کے لوحِ دل پر نقش کر دی۔ ان کو سچا۔ راشد۔ ہدایت یافتہ۔ کامل الایمان اور فرمانبردار مسلمان بنایا۔ اور یہ سب قرآنی الفاظ کا ترجمہ ہے — اب کوئی فرد یا جماعت اس حزب اللہ کی غلطیاں چن چن کر تشہیر کرے اور بدگوئی کو اپنا مذہب بنا لے حتیٰ کہ مباحثہ کرنے تک فخر کرے کیا ایسا گروہ اللہ کا دشمن نہیں؟ اسلام کا قومی غدار نہیں؟ حضرت محمد رسول اللہ کا بدخواہ نہیں؟ کفار کا ایجنٹ اور دائرۂ اسلام سے جلاوطنی کے لائق نہیں؟ یقیناً وہ دنیائے کفر کا ہیرو ہے۔ اسلام سے اس کا ذرہ تعلق نہیں۔ اگر کوئی شیعہ علیؓ اور اصحابِ مرتضویؓ سے نفرت و دشمنی رکھے یا ان میں مومن و منافق کی تفریق پیدا کر کے دو چار کے سوا سب کو منافق بنا دے تو وہ شیعہ کے نزدیک دشمن علیؓ اور خارج از تشیع و اسلام ہو گا۔ اور اگر شیعہ یا کوئی گروہ اصحابِ محمدؐ کے ساتھ یہی سلوک کرے اور ۵-۷ افراد نکال کر سب کو منافق و بے ایمان کہتا پھرے۔ ایسا شخص دشمنِ نبیؐ خارج اسلام اور لعنتی و جہنمی نہ ہو گا؟ آخر وجہِ تفریق کیا ہے؟ صحبت و وفا کی نسبت علیؓ و حسینؓ کی طرف ہو تو تمام مناقب کا تاج ان کو پہنا دیا جائے۔ جب صحبت و وفا کی نسبت محمد رسول اللہ

کی طرف ہو جائے اصحابِ رسول اللہؐ کا نام لیا جائے تو منہ کے غلیظ جوہڑ کے مینڈک ان پر ٹرانے لگ جائیں۔ بخدا آج محمد رسول اللہ کے تلامذہ و اصحابؓ کے دشمن اور ان سے پھیلی ہوئی تعلیم نبوی کے دشمن۔ ٹھیک ابوجہل کی پارٹی اور شیعہ ہیں۔ ان کو اہل بیت و علی المرتضیٰؓ سے کیا واسطہ؟ کیونکہ عہدِ پیغمبر میں دو ہی جماعتیں تھیں۔ نبیؐ کے اصحاب اور ابوجہل کے شیعہ۔ جب کوئی گروہ نبیؐ کے اصحابؓ کا علانیہ دشمن ہوا ان سے دنیا میں پھیلی ہوئی تعلیمات نبویؐ کا صاف منکر ہوا۔ تو وہ ابوجہل کی پارٹی میں سے ہو گیا۔ گو زبان سے اس کا اقرار نہ کرے۔ اس پر یقیناً اللہ کی۔ فرشتوں کی۔ انبیاء و مومنین کی کائنات کے ذرے ذرے کی لعنت ہوتی ہے اور ہوتی رہے گی۔ کیونکہ ارشادِ نبوی ہے،

ان اللہ اختارنی واختارلی اصحابی	اللہ نے مجھے پسند کیا اور میرے لیے صحابہؓ
فجعل منھم وزراء واصھارا وانصارا	پسند کیے۔ ان میں سے بعض کو میرا وزیر
فمن سبھم فعلیہ لعنۃ اللہ والملٰئکۃ	بنایا بعض کو میرے خسر اور داماد بنایا۔
والناس اجمعین (بروایت عویمر بن ساعدہ)	بعض کو مددگار بنایا۔ جو ان کو برا بھلا کہے
(الریاض النضرۃ ص۱۷)	اس پر اللہ کی۔ فرشتوں کی اور تمام لوگوں

کی اکٹھی لعنت ہو۔

شیخینؓ کی ثابت قدمی

حنین میں حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کی ثابت قدمی ایک تاریخی حقیقت ہے۔ علامہ شبلیؒ لکھتے ہیں۔

" اس معرکے میں جو صحابہؓ ثابت قدم رہے اُن کا نام خصوصیت کے ساتھ لیا گیا ہے اور ان میں حضرت عمرؓ بھی شامل ہیں۔ چنانچہ علامہ طبری نے صاف تصریح کی ہے محمد بن اسحاقؒ جو امام بخاریؒ کے شیوخِ حدیث میں داخل ہیں اور مغازی و سیر کے امام مانے جاتے ہیں۔ کتاب المغازی میں لکھا ہے۔

وبا پیغمبر چندتن از مہاجرین وانصار	پیغمبرؐ کے ساتھ مہاجرین وانصار اور
واہلِ بیت باز ماندہ بودند مثل ابوبکر و علی	اہلِ بیت کے کچھ لوگ رہ گئے۔ جیسے حضرات
و عمر و عباس رضی اللہ عنہم)	ابوبکر۔ علی۔ عمر۔ عباس رضی اللہ عنہم۔

صحیح بخاری کتاب المغازی اور ابوداؤد کتاب الجہاد ج ۲ میں حضرت ابو قتادہؓ کے ایک واقعہ میں شیخینؓ کی ثابت قدمی کا ذکر ملتا ہے۔ اس کا ترجمہ ہم ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں:

"حضرت ابو قتادہؓ فرماتے ہیں ہم حنین میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ نکلے۔ جب دشمن سے مڈبھیڑ ہوئی تو مسلمانوں کو چکر پڑا (پیچھے ہٹ گئے) میں نے ایک مشرک کو دیکھا جو ایک مسلمان پر چڑھا بیٹھا تھا۔ میں نے پیچھے سے اس کی گردن میں تلوار ماردی اور زرہ کاٹ دی وہ اٹھ کر مجھ سے چمٹ گیا۔ مجھے اس سے موت کی بو آئی۔ چنانچہ وہ مرگیا اور مجھے چھوڑ دیا۔ تو میں حضرت عمر بن الخطابؓ سے ملا اور کہا کہ لوگوں کو کیا ہوگیا (پیچھے ہٹ گئے) تو حضرت عمرؓ نے کہا: یہ اللہ کا تقدیری فیصلہ تھا۔ پھر مسلمان (جلدی ہی) پلٹ آئے۔ حضور علیہ السلام بیٹھے تو فرمایا جس نے کسی کو قتل کیا ہو اور اس پر اس کے گواہ ہوں تو مقتول کا ساز وسامان اسے ملے گا۔ میں نے کہا میرے لیے گواہی کون دے گا۔ تین مرتبہ یوں ہی حضورؐ نے فرمایا اور میں اٹھتا رہا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا ابو قتادہ کیا کہتے ہو؟ میں نے اپنی خبر سنائی تو ایک آدمی بولا اس نے سچ کہا اس کے مقتول کا ساز وسامان میرے پاس ہے۔ آپ اس کو میرے حق میں راضی کر دیں۔۔ یعنی اس کی مرضی سے وہ میرے پاس ہی رہے۔۔ تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے کہا: خدا کی قسم ایسا نہ ہوگا۔ اللہ کے شیروں میں سے ایک شیر اللہ و رسولؐ کی طرف سے جنگ کرے اور اپنا سامان (مقتول) تجھے دے دے؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوبکرؓ نے سچ کہا ہے تو اسے دے دے۔ چنانچہ اس شخص نے سامان مجھے دے دیا۔ میں نے اس سے بنی سلمہ میں ایک باغ خریدا۔ یہ پہلا مال تھا جو اسلام میں میں نے کمایا۔" (بخاری ج ۲ ص ۶۱۸ ابوداؤد ج ۲ ص ۲)

اس سے ضمنی طور پر پتہ چلا کہ شیخینؓ غزوۂ حنین میں بھاگے نہیں تھے۔ حضورؐ کے ساتھ ہی رہے۔ ان کی گواہی اور تصدیق سے حضرت ابو قتادہؓ کو مالِ غنیمت ملا۔

بیعتِ رضوان کے ناقض کون؟

رہی یہ بات کہ "حنین والوں نے بیعت رضوان کی عہد شکنی کی" اتہام محض ہے۔ کیونکہ عہد شکنی تب ہوتی کہ وہ شاملِ جنگ نہ ہوتے یا بالکل بھاگ جاتے۔ واپس نہ آتے جب ان کو جنگ کے لیے تیار نہ ہوتے اور اچانک غیر متوقع اندھیرے میں بے قاعدہ حملہ ہو جانے کی وجہ سے عارضی طور پر پسپا ہونا پڑا پھر فوراً سنبھل کر واپس آگئے۔ جم کر لڑے اور جنگ کا نقشہ تک بدل گیا۔ دشمن کے ہزاروں افراد قید کر لیے تو یہ عہد شکنی نہ ہوئی۔ بلکہ بیعت کی وفادارانہ تکمیل ہوئی۔ ہاں بیعت رضوان کا ناقض ان لوگوں کو کہا جائے گا اور خدا کا منشا بھی یہی ہے۔ جنہوں نے حضرت عثمانؓ کو شہید کیا اور پھر بدلہ نہ لیا کیونکہ بیعتِ رضوان حضرت عثمانؓ کے بدلے میں جنگ لڑنے کے لیے ہوئی تھی۔ چونکہ آپؓ زندہ سلامت واپس آگئے تھے تو اس کی ضرورت نہ پڑی تھی۔ تو جن لوگوں نے حضرت عثمانؓ کو شہید کیا تھا۔ اور شیعہ آج ان کو اپنے اسلاف اور ہم مذہب مانتے ہیں تو شیعہ سمیت یہ لوگ بیعتِ رضوان کے منکر۔ غدار اور مستحق لعنت و وبال سمجھے گئے۔ یا وہ لوگ غدار اور ناقضِ بیعت ہیں کہ جب پبلک نے قصاص عثمان کی عام تحریک عہدِ مرتضویؓ میں چلائی تھی۔ تو قاتلین عثمانؓ اور ان کے حمایتی بیعتِ قصاص کی تکمیل کرنے والے مسلمانوں سے جمل وصفین میں لڑائی کے لیے نکل آئے اور ام المؤمنین حرم رسول عائشہ صدیقہؓ تک کو معاف نہ کیا اور طلحہؓ و زبیرؓ جیسے اسلام کے مجاہدوں کو شہید کیا۔ جنہوں نے حضورؐ کے ہمراہ معرکوں میں کفار کے کشتوں کے پشتے لگائے تھے اور مزاج وسیاست کے اعتبار سے حضرت علیؓ کے خاص ساتھی اور مخلص تھے۔ یا وہ منافق بہیئتہ شیعانِ علیؓ تھے جنہوں نے آپ پر دباؤ ڈال کر صفین میں معاویہؓ سے جا لڑایا اور طلحہؓ و زبیرؓ و عائشہؓ کے ساتھ آپؓ کی صلح کو سبوتاژ کر کے صبح کو غداری کر کے جنگِ جمل میں ۱۰ ہزار مسلمان شہید کرائے۔ یا اس کا مصداق آج کے شیعہ ہیں جو مسلمانوں اور ان کے آئمہ کو قتل کرنے والوں کے ساتھ الفت وعقیدت رکھتے ہیں۔

آخر میں شیعہ بھائیوں کو ان احادیث کی طرف متوجہ کرتے کہ ان سے اپنے رویہ کی

اصلاح کی درخواست کرتا ہوں۔

۱۔ امام باقرؒ نے فرمایا: کسی آدمی کے لیے یہ عیب بہت بڑا ہے کہ لوگوں میں وہ عیب تلاش کرے جس سے اپنے نفس میں اندھا بنا ہوا ہے یا لوگوں کو اس بات سے شرم دلائے جس کو وہ خود چھوڑ نہیں سکتا۔

۲۔ امام صادقؒ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے مسلمانو! مسلمانوں کی بدگوئی مت کرو۔ ان کے عیب مت ڈھونڈو کیونکہ جو کسی کے عیب تلاش کرتا ہے اللہ اس کے عیب ڈھونڈتا ہے۔ جس کے عیب خدا تلاش کرے اللہ اسے رسوا کر دے گا۔ اگرچہ وہ گھر میں بیٹھا ہو۔ (باب ذا اللسانین کافی ج۲)

۳۔ امامؒ نے فرمایا مسلمانوں پر طعن و تشنیع کرنے سے ضرور بر ضرور بچو (کافی ج۲ ص۳۶۱)

خلفاءِ راشدینؓ کے مجاہدات

سوال ۹۲۔ اگر حضرات ثلاثہؓ بہادر تھے تو جنگِ حنین میں نہ بھاگنے والوں میں اپنی تفسیر قادری میں ان کے نام دکھائیے اور اپنی کتابوں سے مع مکمل حوالہ جات ثابت کیجیے کہ انہوں نے جنگِ بدر، جنگ احد، جنگِ خندق، جنگِ خیبر اور جنگ حنین میں کتنے کافروں کو قتل کیا؟ کتنوں کو زخمی کیا؟ اور خود ان کے جسموں پر کتنے زخم آئے اور ان کے مقتولین میں سے صرف پانچ نام ہی مع حوالہ پیش کر دیجیے۔

سوال ۹۳۔ اگر حضرت عمرؓ بہادر تھے تو جنگِ حنین اور جنگِ احد میں جتنے آدمی ان کے ہاتھ سے مارے گئے ہوں ان کے نام لکھیے۔ تاریخی حوالوں سے ایک تقابلی فیصد مرتب کیجیے کہ حضرت علیؓ اور حضرت عمرؓ دونوں کے کارنامے ان دونوں جنگوں میں معلوم ہو جائیں۔

جواب۔ استدلال کا یہ نہایت ہی سفلی سفیہانہ اور بھونڈا پن ہے۔ مگر اس کا مفصل مدلل جواب اور ہر وصف میں تقابل کے ساتھ سیدنا علیؓ کی جلالت شان کا تحفظ [illegible]تے ہوئے۔ ہم نے تحفۃ الاخیار میں اور پھر تحفہ امامیہ میں پورے ۵۰ صفحات میں پیش کیا ہے۔ آپ ان میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں یہاں چند اصولی باتوں کو لکھا جاتا ہے۔

۱۔ کسی بورڈ کے امتحان میں جب چار شخص بالترتیب اوّل آجائیں تو ہر ایک کی زیادتی دوسرے سے مجموعی نمبروں میں سمجھی جاتی ہے۔ انفرادی طور پر ایک ایک سوال یا مضمون کے موازنہ میں نمبروں کی کمی بیشی کا اعتبار نہیں ہوتا۔ نہ اس لحاظ سے نتیجہ بدلا جاتا ہے۔ تاوقتیکہ مجموعی نمبر زائد نہ ہوں۔ بالفرض پہلوانی اور قتلِ کفار کے مضمون میں حضرت علیؓ کے نمبر زیادہ ہوں۔ مگر اشاعتِ قرآن اشاعتِ اسلام مسلمانوں میں امنِ عامہ کی ترقی اور ملکی زندگی میں خصوصاً حضورؐ کی خدمت اور جانفشانیاں سے حضراتِ خلفاءِ ثلاثہؓ کی زائد ہوں۔ اور قرآن و سنت کے علاوہ سب اہلِ اسلام ان کی زیادتی اور افضلیت کی گواہی بھی دے دیں تو کیا پھر بھی قتلِ کفار کی رٹ لگائی جائے گی۔ حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کفار کو قتل نہیں کیا وہ علیؓ سے افضل ہیں۔ حضرت خالد بن ولیدؓ اور ابو دجانہؓ وغیرہم نے بعض معرکوں میں حضرت علیؓ سے زیادہ قتل کیے حالانکہ وہ علیؓ سے افضل نہیں ہیں۔

۲۔ جنگ و جہاد میں شجاعت ثابت قدمی اور حوصلہ رکھنے کا نام ہے۔ بالفعل قتلِ کفار کا موقعہ ملنا اتفاقی ہے۔ جب سب جنگوں میں حضراتِ خلفاءِ ثلاثہؓ شریک رہے ثابت قدم رہے۔ بھاگے نہیں۔ گو شیعہ ان سے دشمنی کی بنا پر نہ مانیں۔ ان کے مقتولوں کا ذکر تاریخ بھی نہ کرے۔ ان کی فضیلت ثابت ہے۔ مقتولوں کا ذکر نہ ملنا قتل نہ کرنے کی دلیل تو نہیں ہے۔ پھر حضرت مقدادؓ، ابو ذر غفاریؓ، سلمان فارسیؓ کے مقتول بھی نہیں ملتے تو کیا ان کے ایمان و فضل کا بھی شیعہ انکار کر دیں گے؟ پھر جہاد تو ہر زمانے میں ہو رہا ہے۔ حضرات حسنینؓ نے صفین میں کتنے کتنے مارے اشتر نخعی کے مقتولوں سے کیا فیصد تقابل رہا؟ حضرت سجادؒ، باقرؒ، صادقؒ نے امام وقت ہونے کے باوجود کتنے کافروں کا صفایا کیا؟ جب ان کے نامۂ اعمال میں قتلِ کفار کا ثواب نہ ہونے سے کچھ خلل نہیں تو بقول شیعہ شیخینؓ میں اس ثواب کی کمی سے کچھ خلل نہیں۔

۳۔ خلفاءِ ثلاثہؓ کی شان مدنی زندگی میں وزیروں اور خواص کی سی رہی حضورؐ

خود ان کو لڑائی میں شرکت سے روکتے تھے۔ جیسے اُحد میں حضرت ابوبکرؓ سے کہا:
"تلوار نیام میں کریں، واپس آئیں اپنی ذات سے ہمیں نفع پہنچائیں (کشف الغمہ) جیسے حضرت علیؓ نے صفین میں حسنینؓ کے تحفظ کی کوشش کی تھی۔ تو شاہ و وزراء جنگ میں شرکت و ثابت قدمی کے باوجود وہ تہوّر نہیں دکھاتے جو عام جنگجو سپاہی دکھاتے ہیں۔ اور اکثر بادشاہ شجاع دل اور شیر شکار گزرے ہیں۔ جیسے سکندر اور اورنگ زیب ظہیر الدین بابر مگر اپنے ہمسروں سے لڑنے کا اتفاق اور پہلوانوں سے کشتی کی نوبت نہ پہنچی۔

۴۔ دو لڑنے والوں کا مقابلہ میں ہمت دکھانا بھی تو شرط ہے۔ ایک دوسرے کو دیکھ کر بھاگ جائے دوسرا اسے کیسے قتل کرے گا۔ بدر میں حضرت عمرؓ کا ماموں عاص بن وائل ہمت کر کے سامنے آیا۔ حضرت عمرؓ نے اسے قتل کر دیا (سیرت ابن ہشام واقعہ بدر) احد میں ابوسفیانؓ و خالد بن ولیدؓ جیسوں کو حضرت عمرؓ نے محض پتھروں سے مار بھگایا (سیرت النبی شبلیؒ) خندق میں جس حصّے پر حضرت عمرؓ کو حضورؐ نے متعین کیا، یہاں سے کفار نے آگے بڑھنا چاہا۔ مگر حضرت عمرؓ نے مار بھگایا۔ (الفاروق ص۹۵) اسی جنگ میں عرب کے مشہور پہلوان ضرار اسدی کا تعاقب کر کے۔ اس کے ہاتھ میں برچھے کے باوجود۔ حضرت عمرؓ نے اسے بھگا دیا۔ تربہ کے سریہ میں (۷ھ میں) حضرت عمرؓ کو تیس سواروں کے ساتھ حضورؐ نے بھیجا۔ وہ آپؓ کا نام سن کر بھاگ گئے۔ حضرت عمرؓ کو جنگ کی نوبت نہ آئی (بذل القوۃ فی سنی النبوۃ ص۲۷ از مولانا محمد ہاشم سندھی المتوفی ۱۱۷۴ھ)

۵۔ یہ بھی دیکھنا ہوگا کہ خود کفار کس سے زیادہ خائف رہتے ان کے قتل میں خوشی جانتے اور اسلام کا مضبوط قلعہ انہی کو جانتے۔ احد میں وقتی فتح کے بعد ابوسفیانؓ نے جو۔ شیعہ نعرہ یا علی مدد۔ کی طرح اپنے معبود بت ہبل کی جے۔ اُعْلُ ہُبَلْ۔ کہ تیری شان اونچی رہے تو نے ہمیں جنگ میں فتح دی۔ پکاری۔ تو بعد میں افیکم محمدؐ، افیکم ابوبکرؓ افیکم عمر بن الخطابؓ[1] تینوں کا نام لے کر موت کی تصدیق چاہی۔ جب پہلی دفعہ جواب نہ ملا تو خوشی سے اچھل پڑا۔ پھر حضرت عمرؓ نے جواب دیا تھا کہ اے دشمنِ خدا ہم تینوں

[1] کیا تم میں محمدؐ، ابوبکرؓ اور عمرؓ (زندہ) موجود ہیں؟

زندہ ہیں۔ اللہ تجھے رسوا کرے گا۔ (بخاری) معلوم ہوا کفار کو یہ تینوں کھٹکتے تھے تو تینوں اسلام کے بڑے ہیرو، دشمن کفار اور بہادر رہے۔ چنانچہ آپؐ نے جن سرایا میں حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کو کمانڈر بنا کر بھیجا ان میں قتلِ کفار کر کے واپس آئے۔

شعبان ۷ھ میں نجد میں بنو کلاب کی طرف حضرت ابوبکر صدیقؓ کو حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے بھیجا۔ فقتل ناسا من المشرکین وسبی بعضھم ثم رجع الی المدینۃ (بذل القوۃ ص۲۸) کہ آپؓ نے بہت سے مشرکوں کو قتل کیا کئی قیدی بنائے۔ پھر مدینہ لوٹے۔ نیز جمادی الاخرٰی یا رجب ۶ھ میں زید بن حارثہؓ کے سریہ سے پہلے حضرت ابوبکر صدیقؓ وادی القرٰی میں بنو فزارہ کی طرف گئے۔ فقتلوا اکثیرا من المشرکین و سبوا منھم سبیا تو انہوں نے بہت سے مشرکوں کو قتل کیا۔ بعضوں کو قیدی بنایا۔ آپؓ کے ساتھ صرف ۱۰۰ مؤمنین تھے۔ (بذل القوۃ ص۲۷) معلوم ہوا کہ شیخین کے متعلق یہ پروپیگنڈہ بالکل غلط ہے کہ انہوں نے کسی کافر کو قتل نہیں کیا۔

۶۔ یہ حقیقت ہے کہ مکی زندگی میں حضرت ابوبکرؓ نے دفاعِ پیغمبرؐ میں وہ شاندار ریکارڈ قائم کیا کہ اس کی کوئی مثال پیش نہیں کر سکتا۔ تبھی تو خود کفار بھی ابوبکرؓ کو صاحبِ پیغمبرؐ اور پیغمبرؐ کو صاحبِ ابوبکرؓ کہتے تھے۔ بارہا حضورؐ کے ہمراہ تبلیغ کرنا کفار سے زد و کوب ہونا۔ عقبہ بن معیط جیسے غنڈوں سے حضورؐ کو چھڑا کر خود لہولہان اور بے ہوش ہو جانا۔ کتب سیرت سے ناقابلِ انکار حقائق ہیں حضرت علیؓ کے دفاع کا ایسا ایک واقعہ بھی کتب شیعہ و سیرت سے پیش نہیں کیا جا سکتا۔

۷۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ حضرت عثمانؓ جیسے سفید پوش و مالدار کو کفار نے خوب زد و کوب کیا۔ چچا حکم نے صف میں باندھ کر دھواں دیا اور خوب مارا۔ بالآخر آپؓ کو معہ زوجہ رقیہ بنت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کرنی پڑی۔ حضرت عمرؓ کے قتل کا سب شہرِ مکہ نے منصوبہ بنایا اور مکان کا محاصرہ کیا۔ حضرت ابوبکرؓ کو نوفل بن خویلد باندھ کر مارتا تھا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کو ہجرت پر مجبور کیا گیا اور ابن دغنہ کے اصرار پر چند دن واپس آئے مگر امان واپس کر کے جہراً قرآن پڑھنا شروع کر دیا۔ سفرِ ہجرت میں حضورؐ

ادر آپؐ ہی کو زندہ یا قتل کر کے لانے میں کفار نے ۱۰۰/۱۰۰ اونٹ انعام دینے کا اعلان
کیا۔ حضورؐ کے پروگرام ہجرت کی خبریں آپؐ کے گھر سے کفار نے پوچھیں۔ جب حضرت
اسماء بنت صدیق رضؓ نے راز نہ بتایا تو ابوجہل لعین نے اتنے زور سے تھپڑ مارا کہ ان کی
بالیاں بھی جھڑ گئیں۔ یہ سب حقائق اپنی جگہ ثابت ہیں۔ مگر حضرت علیؓ کو ہجرت کی
ضرورت۔ حکم پیغمبرؐ کے بغیر۔ نہ پڑی ان کے قتل کا منصوبہ یا مکان کا گھیراؤ کسی نے
نہ کیا۔ ان کو کسی نے کبھی نہ مارا۔ شب ہجرت میں بھی وہ بڑے چین سے بستر پیغمبرؐ پر
سوئے اور کفار نے ان سے امانتیں لے کر آزاد جانے دیا۔ آخر اس میں کیا راز ہے؟
خدارا کوئی شیعہ اس سے پردہ اٹھا سکتا ہے؟ کیا ہم کہہ سکتے ہیں کہ چونکہ حضرت ابوطالبؓ
قریش کے ہم مذہب تھے تو اس رشتہ کا لحاظ کر کے آپؓ کو کفار نے کبھی کچھ نہ کہا۔؟ یہاں
اگر خلفاء ثلاثہؓ حضرت علیؓ سے کفار کی ان پر شدت اور کفار سے ان کی شدید دشمنی میں
بڑھ گئے تو سابقون اولون ہوئے۔ خدائی فیصلہ کے مطابق وہ اتنے افضل ہو گئے کہ
حضرت علیؓ مدنی زندگی میں عظیم سپاہیانہ خدمات کے باوجود ان کے ہمسر نہ ہو سکے۔
جیسے حضرت خالدؓ و عباسؓ علیؓ کے ہمسر نہ ہو سکے۔

۸۔ بالفرض خلفاء ثلاثہؓ کو کبھی جان کا خوف تقاضہ بشریت سے ہوا ہو تو مضر چیز
سے خوف ایمان کے منافی نہیں۔ حضرت موسیٰؑ کو اژدہا سے اور دونوں بھائیوں کو
بعد از اعطاء نبوت فرعون کے دربار میں جانے سے طبعی خوف ہوا تو اللہ نے تسلی
دی۔ لَا تَخَافَا اِنَّنِیْ مَعَکُمَآ اَسْمَعُ وَاَرٰی (پ) خوف نہ کرو میں تمہارے ساتھ ہوں سنتا دیکھتا ہوں۔
حضرت لوط علیہ السلام کو مہمانوں کی عزت کے سلسلے میں کفار سے خوف ہوا یعنی بصورت
انسان ان فرشتوں کے آنے سے چور ڈاکو ہونے کے اندیشہ سے۔ حضرت ابراہیم اور لوط
علیہما السلام کو خوف ہوا۔ اور یہ سب باتیں قرآن پاک میں ہیں۔ مگر حضرت علیؓ کا خوف
نہ کھانا اور دشمنوں کے اندر گھس جانا شیعہ اصول کی بنا پر مدار افضلیت نہیں۔ کیونکہ
آپؓ کو اپنی موت کا یقینی پتہ تھا کہ کب میں آئے گی۔ پھر وہ آئمہ موت و حیات پر قبضہ
بھی رکھتے ہیں۔ (کافی)

موت سے بے یقین کرنے والا اگر قتل بھی کر دے تو اتنی بہادری نہیں جتنی کہ موت
کا اندیشہ رکھنے والے کی معمولی مقابلہ کے وقت ہوتی ہے۔

۹۔ حضرت عمرؓ کی بہادری اپنے معاصرین میں مسلم تھی۔ شروع اسلام میں
تنہا کئی کئی آدمیوں سے صبح سے دوپہر تک حرم کعبہ میں لڑتے تھے۔ پہلی دفعہ خانہ کعبہ
میں مسلمانوں کو نماز اپنی تلوار کے رعب و جلال سے پڑھائی۔ جب ہجرت کی تو اس اعلان
سے کی کہ جس نے بچے یتیم کرانے ہوں فلاں وادی میں مجھے مل لے۔ پھر کسی کو روکنے کی
جرأت نہ ہوئی۔ اسی لیے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یوں دعا فرمائی تھی "کہ اللہ
عمرؓ کو مسلمان کر کے اسلام کو غلبہ عطا فرما" (از امام باقرؒ بروایت عیاشی) جنگ بدر میں اپنے
ماموں کو قتل کر دیا۔ مدینہ کے پرامن ماحول میں اس منافق کو قتل کر دیا جس نے حضور صلی اللہ علیہ و
سلم کا فیصلہ نہ مانا تھا حالانکہ ایسے قتل کے نتائج اور خطرات برداشت کرنا بڑے حوصلے
اور جرأت کا کام ہے۔ کئی مواقع پر جس نے بھی حضورؐ کے سامنے گستاخی کی آپؓ نے سر اڑانا
چاہا مگر رحمت کائنات روک دیتے تھے۔ فتح مکہ کے موقعہ پر ابوسفیانؓ کو قتل کرنا چاہا
مگر حضرت عباسؓ نے حضورؐ سے سفارش کرا کر بچاؤ کرا لیا۔ حضرت عمرؓ نے اپنی بے مثال
شجاعت، سیاست اور عزمات سے دنیا کی تاریخ بدل ڈالی۔ قیصر و کسریٰ کی حکومتیں
ختم کر دیں۔ آج بھی دشمنان اسلام و قرآن کے دل کا کانٹا ہیں۔ آپؓ کا درہ وہ کام
کرتا تھا کہ حضرت علیؓ کی تلوار نہ سکی۔ ہر چیز کا انجام دیکھنا چاہیے۔

۱۰۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا حوصلہ و عزم اور بے مثال جرأت اپنے عہد کے
معرکوں سے واضح ہے۔ بیک وقت مرتدین، منافقوں، مسیلمہ کذاب، منکرین زکوٰۃ
سے فیصلہ کن جنگیں لڑیں لشکر اسامہؓ کو بھیج کر کامیابی حاصل کی اور کسی مرحلے پر نہ
ضعف دکھایا نہ علم اسلام کو سرنگوں ہونے دیا۔ حضرت عثمانؓ کا مکہ میں تنہا سفیر
بن کر جانا۔ کابل و افریقہ تک کی سلطنت سنبھالنا لشکر کے باوجود حرم مدینہ میں جان
کی قربانی دے دینا آپؓ کی جرأت اور ہمت کا سنہری باب ہے۔

۱۱۔ حضرت عمرؓ کی جرأت و عظمت پر صحابی جلیل حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے

ناطق فیصلہ پر ہم یہ بحث ختم کرتے ہیں۔ عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں۔ جب سے عمرؓ اسلام لائے ہم مسلمان کفار پر غالب ہوتے گئے (بخاری) نیز فرمایا: عمرؓ کا اسلام لانا فتح تھی۔ ہجرت اللہ کی مدد تھی اور خلافت رحمت تھی۔ ہم نے اپنے آپ کو دیکھا کہ ہم بیت اللہ میں نماز نہ پڑھ سکتے تھے۔ جب عمرؓ اسلام لائے تو ہم نے نماز کعبہ میں پڑھی کیونکہ عمرؓ نے ان سے جنگ کی یہاں تک کہ کفار نے ہم کو چھوڑ دیا۔ (حافظ سلفی) نیز فرمایا ہم کعبہ کے نزدیک نماز نہ پڑھ سکتے تھے۔ جب تک عمرؓ اسلام نہ لائے تھے جب وہ مسلمان ہوئے تو قریش سے جنگ کی تب ہم نے کعبہ میں اور ان کے ساتھ نماز پڑھی (ابن اسحاق) نیز فرمایا: ہم نے علانیہ نماز اس وقت شروع کی جب عمرؓ مسلمان ہوئے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں: ہمارا نام مؤمنین اس وقت پڑا جب عمرؓ مسلمان ہوئے ابن عباسؓ کہتے ہیں جب عمرؓ مسلمان ہوئے تو کفار نے کہا مسلمانوں نے ہم سے بدلہ لے لیا (کلہ من الریاض النضرۃ ج ۱ ص ۲۵۷)

سوال ۹۴۔ تفسیر درِ منثور سیوطی ج ۲ ص ۵۲ اور ازالۃ الخفاء شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ ص ۱۹۹ وغیرہ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکرؓ سے فرمایا: تمہارے اندر شرک چیونٹی کی رفتار سے بھی پوشیدہ چلتا ہے۔ اس حدیث پر تبصرہ کریں اور بتائیں کہ پھر وہ صدیق کیسے تھے اور اگر ان میں شرک نہیں تھا تو صداقتِ رسولؐ سے انکار کر دینے کی جرأت کا قرار کیجئے۔

جواب۔ اس حدیث کا مطلب غلط لینے میں شیعہ نے اپنی روایتی خیانت اور بغضِ صحابہؓ سے کام لیا ہے ورنہ یہاں شرک سے مراد خدا و رسول کی ذات و صفات میں کسی امام و بزرگ کو شریک کرنا۔ جو شیعیت کا خاصہ ہے۔ اور جسے شرک جلی کہتے ہیں اور قرآنِ پاک میں جگہ جگہ اس کی مذمت ہے۔ وہ مراد نہیں ہے بلکہ ریاء و دکھلاوا مراد ہے۔ اور ریاء کاری کو غلیظ تعبیر سے شرکِ اصغر یا شرکِ خفی کہہ دیا جاتا ہے۔ خطاب بھی خاص ابوبکر صدیقؓ کو نہیں بلکہ عام مسلمانوں کو ہے کہ ان کے ایک مرض کی نشاندہی ہے للشرك اخفیٰ فیکم من دبیبۃ النمل۔

کہ شرک ریاء تم مسلمانوں میں چیونٹی کی چال سے بھی سُست ہوتا ہے۔ لہٰذا اے مسلمانو! تم کو ریاء سے خوب پرہیز کرنا چاہیئے۔

حضرت ابوبکرؓ کی مذمت میں اس روایت سے استدلال تو ایسے ہی بے معنیٰ ہے جیسے کوئی شخص آیت ہٰذا سے حضرت علیؓ کی مذمت میں کرے۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ٥ (صف ۱)	اے ایمان والو! تم وہ بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں ناراضگی کے لحاظ سے اللہ کے ہاں یہ بڑی بات ہے کہ تم وہ بات کہو جو کرو نہیں۔

کہ اس میں خطاب اہلِ ایمان کو ہے۔ اور جہاں بھی اہل ایمان کو خطاب ہوا، وہاں سے مراد بقول شیعہ ان کے سردار علی بن ابی طالبؓ ہیں۔ تو علی بن ابی طالبؓ بھی قول و فعل میں تضاد رکھتے ہیں۔ اور اللہ کو ناراض کرنے میں یہ بڑی بات ہے یا جیسے قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ (ایمان والوں سے کہیئے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں) سے استدلال کیا جائے کہ اہلِ ایمان کے سردار علیؓ یہ گناہ کرتے تھے تب اللہ نے منع فرمایا۔ جیسے یہ استدلال غلط اور بغضِ علیؓ کا آئینہ ہوگا۔ ٹھیک اسی طرح روایت بالا سے حضرت ابوبکرؓ میں شرک جلی و خفی کے ہونے پر استدلال بغضِ صدیقؓ اور بد دیانتی کا نمونہ ہوگا۔

سوال ۹۵۔ آپ کے فتاویٰ قاضی خان ج ۱ ص ۶۴ پر ہے کہ اگر نمازی نماز میں عورت کا بوسہ لے اور اسے شہوت نہ ہو تو نمازِ مرد خراب نہیں ہوتی۔ کیا نماز کے علاوہ اور وقت تھوڑا ہوتا ہے آخر ایسی ضرورت نماز میں کیوں؟

جواب۔ ایسی مثالیں اور مسائل فرضی ہوتے ہیں۔ واقعی یا حکمیہ نہیں ہوتے کہ بالفرض ایسا کوئی کرے تو نماز ٹوٹے گی یا نہیں۔ تو حکم بتایا کہ شہوت نہ ہو تو نہ ٹوٹیگی ورنہ ٹوٹ جائے گی۔ جیسے شیعہ رسالہ توضیح المسائل ص ۱۲ احکامِ طہارت میں ہے۔

مسئلہ ۲۸۔ پیشاب اور پاخانہ کا دھونا پانچ شرطوں سے پاک ہے اپانی

میں نجاست کی بو رنگ یا مزہ نہ پیدا ہوا ہو۔ ۲۔ باہر سے اس کو کوئی نجاست نہ لگی ہو۔ ۳۔ کوئی اور نجاست مثلاً خون، پیشاب پاخانے کے ساتھ خارج نہ ہوا ہو۔ ۴۔ پاخانے کے ذرّے پانی میں دکھائی نہ دیتے ہوں۔ ۵۔ پیشاب یا پاخانے کے مقام کے اطراف میں معمول سے زیادہ نجاست نہ ہو۔" جس کا حاصل یہ ہے کہ عام تندرست آدمی کے پیشاب پاخانہ سے استنجے کا پانی پاک ہے کیونکہ پانچ شرطیں عموماً پائی جاتی ہیں۔ یہ کتنا کریہہ اور فطرتِ سلیمہ پر بار والا مسئلہ ہے۔ کیا پیشاب پاخانہ کے دھووَن سے ہانڈی روٹی پکانی ہے اور کوئی پانی نہیں رہا؟

سوال ۹۶ ۔ امام غزالی سرالعالمین مقالہ رابعہ ص۹ پر لکھتے ہیں۔ "صحابہؓ میں حکومت کی خواہش ان پر غالب آگئی۔ وہ پہلے خلاف پر لوٹ گئے۔ حضورؐ کے فرمان کو اپنی پشت پر پھینک دیا اور اس کے بدلے میں تھوڑی قیمت لے لی اور انہوں نے بہت ہی برا سودا کیا۔ اس عبارت کی وضاحت و تشریح فرما دیجیئے۔

جواب ۔ یہ کسی دشمنِ پیغمبرؐ اور دشمنِ اصحابِ پیغمبرؐ ۔ رافضی کی گالیاں ہیں۔ علامہ محمد بن محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر ہو ہی نہیں سکتی۔

سرالعالمین کسی رافضی کی کتاب ہے جو اس نے دھوکہ اور مکر سے امام غزالی کی طرف منسوب کر دی۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ تحفہ اثنا عشریہ کید ۲۱ میں لکھتے ہیں "یہ کہ (شیعہ) ایک کتاب بنا کر اس کو کبرائے اہلِ سنت کے نام لگاتے ہیں اس میں مطاعن صحابہؓ اور بطلانِ مذہب اہلِ سنت درج کرتے ہیں۔ خطبہ ابتدائیہ میں بھید چھپانے اور حفظِ امانت کی وصیت کرتے ہیں کہ ہم نے جو کچھ اس کتاب میں لکھا ہے یہی ہمارا عقیدہ پوشیدہ ہے اور جو کچھ دوسری کتابوں میں ہے وہ محض پردہ داری اور زمانہ سازی ہے۔ جیسے کتاب "سرالعالمین" کہ اس کو امام محمد غزالیؒ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ علیٰ ہٰذا القیاس اور بہت سی کتابیں تصنیف کی ہیں۔ اور معتبرینِ اہلِ سنت کا نام لگا دیا ہے۔ (تحفہ اثنا عشریہ ص۷۶)

سوال ۹۷ ۔ آپ متعہ حلال کی تو مخالفت کرتے ہیں اور اسے زنا کا نام دینے

سے بھی دریغ نہیں کرتے مگر آپ کی کتاب شرح وقایہ ص۲۹۸ حاشیہ چلپی میں ہے کہ آپ کے امام اعظم رحؒ کے نزدیک زانیہ عورت کی خرچی حلال ہے۔ اور جو اجرت دے کر زنا کرے اس پر حدِ شرعی نہیں ہے۔ کیا متعہ اس چیز سے برا ہے؟

جواب ۔ اس مسئلہ کے سمجھنے میں غلطی لگ رہی ہے۔ صورت یہ ہے کہ ایک شخص نے کسی عورت کو خدمت کیلئے نوکر رکھا ہوا ہے۔ پھر اس سے بدکاری کی۔ اگر بدکاری کے عوض میں پیسے دیتا ہے تو اس کا لینا دینا حرام ہے۔ اور اگر اس فعل کے معاوضے سے قطع نظر بطور اجرت یومیہ یا ماہانہ اسے رقم دیتا ہے تو وہ اس کے لیے حلال ہے۔ اس عورت سے زنا پر حد لگے گی۔ ایک صورت زنا کے لیے اجرت پر رکھنے کی ہے۔ اس میں بھی زنا اور لینا دینا سب حرام ہے۔ کیونکہ تمام فقہاء کے نزدیک اجارہ باطل حرام ہے جس میں فعلِ حرام پر اجرت مقرر کی جائے۔ علامہ نووی فرماتے ہیں۔

واما مهر البغي فهو ما تأخذه الزانية على الزنا وسماه مهرا لكونه على صورته فهو حرام باجماع المسلمين (شرح مسلم)

رہی زنا کی اجرت جو زانیہ زنا پر لیتی ہے تو یہ تمام مسلمانوں کے اتفاق سے حرام ہے اس اجرت کو مہر ہم شکل ہونے کی وجہ سے کہا گیا ہے۔

اجارہ فاسد بھی حرام ہے جس میں اصل کام تو جائز ہو مگر ناجائز کام بھی شرط کے طور پر ذکر کر دے جیسے کسی عورت کو ملازم رکھے تو یہ شرط لگا دے کہ زنا کرونگا تو یہ شرط لگانا بھی حرام اور فعل بھی حرام ہے لہذا توڑنا واجب ہے۔ اور مقررہ اجرت حرام رہیگی اگر فسخ نہ کیا تو اجرت مثل خدمت لازم آئیگی یعنی اتنی میعاد میں نوکری و خدمت کا جو معاوضہ دستور و رواج میں ملے وہی ملیگا مقررہ یا اس سے زائد بالکل نہ دیجائیگی۔ تو اس اجرت مثل کو معترض نے جو زنا کی خرچی اور امام اعظمؒ کے ہاں حلال بتلایا ہے یہ بہتان محض ہے۔ ہماری قدیم ترین فقہ کی مفصل کتاب مبسوط سرخسی ج۹ ص۶۱ مطبوعہ مصر ۱۳۲۴ھ میں ہے۔ "اگر باندی خدمت کیلئے نوکر رکھی یا مانگ کر لی تو اسپر دونوں صورتوں میں حد آئیگی کیونکہ شبہ معدوم ہے کہ خدمت میں نفع اٹھانیکا حق مقامِ خاص کے حق تک کسی صورت میں نہیں پہنچتا۔"

الغرض دونوں صورتوں میں زنا اور اسکی اجرت بالاتفاق حرام ہی ہے۔ زنا پر تعزیر بھی ہوگی سنگساری میں اختلاف ہے مگر حنفیہؒ کا فتویٰ صاحبینؒ کے قول پر ہے کہ دونوں صورتوں میں حد لگیگی چنانچہ ہماری سب کتب ؟

ولاحد بالزنی بالمستاجرة له	عورت اجرت پر لے کر زنا کرنے پر
ای للزنا والحق وجوب الحد کالمستاجرة	حد نہیں ہے۔ مگر
للخدمة وفی الشرح ای کما هو	حق بات یہ ہے کہ حد لگے گی۔ جیسے
قولهما (فتاوی شامی ج ۳ ص ۱۵۷)	عام خدمت کے لیے نوکرانی سے زنا پر

حد بالاتفاق لگے گی۔ شرح شامی میں ہے کہ یہی صاحبینؒ کا فتویٰ ہے۔ (کہ دونوں صورتوں میں حد لگے گی)

مانگنے پر فرج دینا حلال ہے نابینا اور یک چشم کو تو دیکھنے والے پر طعن نہیں کرنا چاہیئے۔ شیعہ کے ہاں تو متعہ باقاعدہ واجب العمل کارِ ثواب مذہب کا شعار مسئلہ ہے۔ جب کہ ہمارے یہاں فرضی صورت ہے کہ اگر کوئی ایسا گناہ کر لے تو حد آئے گی یا نہ۔ وجوبِ حد میں اختلاف ہو گیا۔ مگر فعل کے ناجائز اور حرام ہونے میں کوئی اختلاف نہ ہوا البتہ چونکہ اجرت فعلِ حرام کی ہو ہی نہیں سکتی تو اجرت سے خارج ہو گی تو متعہ اور اس میں زمین و آسمان کا فرق ہوا۔ علاوہ ازیں شیعہ کے یہاں عاریتہً باندی عورت جماع کے لیے کسی کو دے دینا درست ہے۔ اپنی عزت عمداً کسی کو زنا کے لیے دینے سے بڑھ کر دیوثی کیا ہو سکتی ہے مگر شیعہ کا امام حلال ہونے کا فتویٰ دیتا ہے۔

۱۔ امام باقرؒ سے پھر راوی نے پوچھا کہ آدمی اپنی باندی کی شرمگاہ اپنے بھائی کے لیے حلال کر دے تو جائز ہے؟ فرمایا ہاں۔ جو مقام اس کے لیے حلال تھا بھائی کے لیے بھی حلال ہوا۔

۲۔ امام جعفرؒ سے پوچھا گیا کہ کوئی عورت اپنے بیٹے کے لیے اپنی باندی سے جماع کی اجازت دے دے؟ تو آپؒ نے فرمایا وہ اس کے لیے حلال ہے۔

۳۔ تیسری روایت میں اس کے بعد یہ ہے کہ آیا مالکِ باندی دوسرے کو فرج کے سوا لذت اٹھانے کی اجازت دے مگر اس پر شہوت غالب آ جائے اور وہ اسے پھاڑ دے؟ فرمایا ایسا اسے نہ کرنا چاہیے۔ پوچھا گیا۔ کیا وہ زانی ہو گا؟

فرمایا: زانی نہ کہیں گے۔ خائن کہیں گے۔ وہ مالک کو اس کی قیمت کا دسواں حصہ تاوان دے گا اگر کنواری ہو۔ ورنہ بیسواں حصہ دے گا۔ چوتھی روایت میں بیوی کی باندی مرد کے لیے امام نے حلال بتائی اگر عورت وطی کی اجازت دے۔

(فروع کافی ج ۵ ص ۴۶۸ باب فرج کا ہبہ حلال ہے)

سوال ۹۸۔ حضرت عثمان بن عفانؓ نے مروان کو مدینہ بلا کر مخالفتِ رسول ﷺ کی کیا آپ اس کی مذمت کرتے ہیں یا مدح؟

جواب۔ آپ ﷺ نے حکم کو طائف کی طرف دربدر کیا تھا۔ مروان تو اس وقت چھوٹا سا بچہ تھا پرورش کی وجہ سے باپ کے ساتھ رہا اس کی جلاوطنی کا صریح حکم رسول ﷺ نہ تھا۔ جب باپ بڈھا فرتوت ہو گیا۔ تو حضرت عثمانؓ نے اس سے شر کے اندیشہ نہ ہونے اور صلہ رحمی کی بنا پر واپس (تقریباً ۲۰ - ۲۵ سال بعد) بلا لیا۔ اور مروان بھی ساتھ آ گیا۔ وقت کے بدل جانے سے احکام بدل جاتے ہیں اس میں کیا طعن کی بات ہے جو شیعہ حضرت عثمانؓ پر اپنی زبان گندی کرتے ہیں۔

سوال ۹۹۔ کتب سنیہ سے ثابت ہے معاویہؓ نے خلیفہ راشد سے بغاوت کر کے جنگ کی۔ نیز سبطِ اکبر امام حسنؓ کو زہر دلوایا۔ (دیکھیئے محرم نامہ خواجہ حسن نظامی) اور حضرت علیؓ کو منبر پر گالیاں دلوائیں۔ وہ صحابی پاکباز کیوں ہے؟ عقلی دلیل سے قائل کریں اور نقلی ثبوت دیں۔

جواب۔ مودودی صاحب کی خلافت (ملوکیت) کے جواب میں جو کتابیں لکھی گئیں ان میں ایسے سب جھوٹے اتہامات کا جواب دیا جا چکا ہے۔ یہاں تفصیل کی ضرورت نہیں۔ قارئین عادلانہ دفاع از مولانا سید نور الحسن بخاری، حضرت معاویہؓ اور تاریخی حقائق از مولانا محمد تقی عثمانی ملاحظہ فرمائیں۔ حضرت امام حسنؓ کو کسی نے زہر نہیں دیا۔ روافض کا بہتان ہے۔ وہ چالیس دن بیمار رہ کر طبعی موت سے فوت ہوئے۔

(تاریخ الخمیس ج ۲ ص ۳۲۶)

زہر کا افسانہ سب سے پہلے شیعہ مورخ مسعودی المتوفی ۳۴۶ھ نے "کہا جاتا

ہے"۔ ضعیف صیغہ سے کیا۔ اس سے پہلے کسی کو خواب بھی آیا بالفرض اگر کسی نے زہر دیا تو وہ شیعانِ کوفہ تھے جنہوں نے مدائن میں آپؓ پر قاتلانہ حملہ کیا جب آپؓ نے خلافت حضرت معاویہؓ کے سپرد کر دی۔ وہ حضرت حسینؓ کو معاویہؓ کے خلاف بغاوت پر اکساتے تھے مگر آں جناب ہمیشہ اپنے بڑے بھائی کا حوالہ دیتے کہ جب وہ راضی ہیں تو میں کیسے بغاوت کروں۔ ان کی خلاف ورزی نہیں کر سکتا زہر کی بالفرض اصلیت ہو تو شیعانِ کوفہ ہی سے قرینِ قیاس ہے۔ معاویہؓ پر تو حضرت حسنؓ کا بڑا احسان تھا وہ ایسی غلطی کیسے کر سکتے تھے۔

بر سرِ منبر حضرت علیؓ کو گالیاں دینے کا الزام بھی محض جھوٹ ہے شیعہ کی بنائی ہوئی روایتیں ہیں۔ سیاسی اختلاف کی بنا پر کسی عامل نے یا کبھی خود آپؓ نے تنقید کی ہو تو یہ سب وشتم نہیں تھا۔ ہم اتنا جانتے ہیں کہ جب سے فرقہ شیعہ وجود میں آیا اس نے مسلسل۔ حضرت معاویہؓ۔ حضرت عائشہؓ۔ بیعتِ رضوان سے مشرف حضرت مغیرہ بن شعبہؓ۔ عمرو بن العاصؓ۔ طلحہؓ و زبیرؓ خصوصاً اور خلفاءِ ثلاثہؓ عموماً اور دیگر تمام صحابہ کرامؓ۔ قرابتدارانِ پیغمبرؐ بشمول حضرت عباسؓ۔ عقیلؓ بن ابی طالب وغیرہم کو برا بھلا کہنا۔ تبروں اور گالیوں سے نوازنا مستقل مذہب بنا یا ہوا ہے اور رسائل کا کتابچہ اسی کی تصویر ہے۔ ظاہر ہے کہ حضرت علیؓ نے کبھی ایسی خسیس حرکت نہیں کی کہ اپنے سے سیاسی اختلاف رکھنے والوں کو گالیاں دیں یا کافر و منافق بتائیں۔ اب اگر حضرت معاویہؓ ان کے بقول سب وشتم کرتے تھے تو اس سنت میں ان کا متبع کون ہوا۔ شیعہ ہی ہوئے۔ تو دراصل شیعہ حضرت معاویہؓ یا خوارج کے شیعہ اور تابعدار بنے حضرت علیؓ اور اہلِ بیت کرامؓ کے ہرگز نہ بنے۔

واقعہ حرہ اور حضرت زین العابدینؒ

سوال ۱۰۰۔ واقعہ حرہ کیوں اور کس کے حکم سے ہوا اور اس میں مدینہ اور اہلِ مدینہ کا کیا حال ہوا۔ ذرا تفصیل سے روشنی ڈالیے۔

جواب۔ یہ حادثہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے دعویٰ خلافت اور آپؓ کے

حامیوں کے یزید کی بیعت توڑ دینے کے ردِ عمل میں پیش آیا جب حضرت امام حسینؓ کی شہادت کی خبر حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو پہنچی تو انہوں نے مجمع عام میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا:

"لوگو! دنیا میں عراق کے آدمیوں سے برے کہیں کے آدمی نہیں ہیں اور عراقیوں میں سب سے بدتر کوفی لوگ ہیں کہ انہوں نے بار بار خطوط بھیج کر باصرار امام حسینؓ کو بلایا اور ان کی خلافت کے لیے بیعت کی۔ جب ابن زیاد کوفہ میں آیا تو اسی کے گرد ہو گئے اور امام حسینؓ کو جو نماز گزار، روزہ دار، قرآن خوان ہر طرح مستحقِ خلافت تھے قتل کر دیا اور ذرہ بھی خدا کا خوف نہ کیا۔"

(تاریخ اسلام نجیب آبادی ج ۲ ص ۸۳)

یہ کہہ کر عبداللہ بن زبیرؓ رو پڑے لوگوں نے کہا آپ سے بڑھ کر کوئی مستحقِ خلافت نہیں۔ آپ ہاتھ بڑھائیے ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتے اور آپ کو خلیفہ وقت مانتے ہیں۔ چنانچہ تمام اہل مکہ نے عبداللہ بن زبیرؓ کے ہاتھ پر بیعت خلافت کی۔ پھر آپؓ کے داعی مدینہ منورہ پہنچے وہاں بھی نوجوان طبقہ یزید کی بیعت توڑنے اور ابن زبیرؓ کی بیعت کرنے کے لیے آمادہ ہو گیا۔ مگر اکابر اور ذمہ دار لوگوں نے خصوصاً بنو ہاشم اور علویوں نے اس کی مخالفت کی اور یزید کی اطاعت پر رہنے کا مشورہ دیا۔

عبداللہ بن حنظلہ، منذر بن زبیر وغیرہ کی موجودگی میں ایک وفد شام کا دورہ کر کے آیا۔ انہوں نے یزید کے لہو ولعب اور خلافِ شرع کاموں میں مصروف رہنے کا پروپگنڈہ کیا۔ عبداللہ بن مطیع ان لوگوں کے سرکردہ تھے۔ مگر علویوں میں سے حضرت محمد بن علی بن الحنفیہ ان کے مخالف یزید کے دفاع میں کہتے۔

"جو کچھ تم اس کی برائیاں بیان کرتے ہو میں نے نہیں دیکھیں۔ حالانکہ میں یزید کے پاس آیا گیا۔ اس کے ہاں قیام کیا۔ میں نے اسے نماز کا پابند نیکیوں کا متلاشی اور سنتِ نبویؐ کا متبع پایا۔ فقہ اور دینی مسائل اس سے پوچھے جاتے

تھے۔ (البدایہ ج ۸ ص ۲۳۲ بحوالہ عدالتِ صحابہ کرام رضی ص ۴۴۳)

حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما نے اپنے تمام اعزہ احباب اور معتقدین کو جمع کر کے فرمایا:

"جس شخص کا میرے ساتھ تعلق ہے وہ سن لے کہ یزید کی مخالفانہ تحریک میں حصہ نہ لے کیونکہ ہم نے ایک شخص کے ہاتھ پر بیعت کی ہے۔ جیسے اللہ اور اس کے رسول کے حکم پر بیعت کرتے تھے۔ اور اس سے زیادہ غدر کوئی نہیں کہ کل ہم اس کے ہاتھ پر بیعت کریں۔ اور آج توڑ دیں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ فرماتے تھے قیامت کے دن غدار اور وعدہ خلافی کرنے والے کو اوندھا کر کے اس کے مقعد میں غداری کا جھنڈا لگا دیا جائے گا۔ (بخاری محصلہ)

اس دوران منذر بن زبیرؓ نے حضرت عبداللہ بن حنظلہؓ اور عبداللہ بن مطیع سے کہا کہ تم کو چاہیئے علی بن الحسینؒ (امام زین العابدینؒ) کے ہاتھ پر بیعتِ خلافت کرو۔ چنانچہ یہ سب مل کر علی بن حسینؓ کے پاس گئے انہوں نے صاف انکار کر دیا اور کہا کہ میرے باپ اور دادا دونوں نے خلافت کے حصول کی کوشش میں اپنی جانیں گنوائیں میں اب ہرگز ایسے خطرناک کام کی جرأت نہیں کر سکتا۔ میں اپنے آپ کو قتل کرانا پسند نہیں کر سکتا یہ کہہ کر وہ مدینہ سے باہر ایک موضع میں چلے گئے۔ مروان جو معہ دیگر بنو امیہ کے ۔۔ جو ہزار کھر تھے ۔ اپنی حویلی میں قید تھا اس نے عبدالملک کے ہاتھ علی بن الحسینؒ کو کہلا بھیجا کہ آپ نے جو کچھ کیا۔ بہت ہی اچھا کیا۔ ہم اس قدر امداد کے اور خواہاں ہیں۔ ہمارے بعض قیمتی اموال اور اہل و عیال جن کی اس جگہ گنجائش نہیں ہے آپ کے پاس بھجوائے دیتے ہیں آپ ان کی حفاظت کریں۔ علی بن حسینؓ نے اس کو منظور کر لیا اور مروان بن حکم نے رات کی تاریکی میں پوشیدہ طور پر اپنے اہل و عیال اور قیمتی اموال علی بن حسینؓ کے پاس اس کے گاؤں میں بھیج دیئے (حضرت علی بن الحسینؓ نے مدینہ کے حالات یزید کو لکھ بھیجے اور اپنی نسبت لکھا کہ میں آپ کا وفادار ہوں اور بنو امیہ کی حمایت و حفاظت میں ممکن کوشش بجا لا رہا ہوں۔ یزید

نے مدینہ کے حالات سے واقف ہو کر نعمان بن بشیر انصاری کو بلا کر کہا کہ تم مدینہ جا کر لوگوں کو سمجھاؤ کہ ان حرکات سے باز رہیں اور مدینہ میں کشت و خون کے امکانات پیدا نہ کریں۔ نیز عبداللہ بن حنظلہ کو بھی نصیحت کرو کہ تم یزید کے پاس گئے اور وہاں سے انعام و اکرام حاصل کر کے خوش و خرم رخصت ہوئے۔ لیکن مدینہ آکر یزید کے مخالف بن گئے اور بیعت فسخ کر کے یزید پر کفر کا فتویٰ لگا کر لوگوں کو برانگیختہ کیا یہ کوئی مردانگی اور دانائی کا کام نہیں کیا۔ علی بن حسینؓ سے مل کر میری طرف سے پیغام پہنچاؤ کہ تمہاری وفاداری اور کارگزاری کی قدر کی جائے گی۔ بنو امیہ سے جو وہاں موجود ہیں کہو کہ تم سے اتنا بھی کام نہ ہوا کہ مدینہ میں فتنہ بپا کرنے والے دو شخصوں کو قتل کر کے اس فتنہ کو دبا دیتے یہ باتیں سن کر نعمان بن بشیرؓ سانڈنی پر سوار ہو کر مدینہ کی طرف چلے انہوں نے ہر چند کوشش کی اور سب کو سمجھایا مگر کوئی نتیجہ پیدا نہ ہوا مجبوراً وہ مدینہ سے دمشق واپس آگئے اور تمام حالات یزید کو سنائے۔ یزید نے مطلع ہو کر مسلم بن عقبہ کو طلب کیا اور کہا کہ ایک ہزار جیدہ جنگجو ہمراہ لے کر مدینہ پہنچو لوگوں کو اطاعت کی طرف بلاؤ اگر وہ اطاعت اختیار کر لیں تو بہتر ہے نہیں تو جنگ کر کے سب کو سیدھا کر دو۔

(مسلم نے بیماری کی معذرت کی مگر یزید نے اسے ہی اس مہم پر روانہ کیا) یزید نے رخصت کرتے وقت مسلم کو نصیحت کی کہ جہاں تک ممکن ہو نرمی اور درگزر سے کام لے کر اہلِ مدینہ کو راہِ راست پر لانے کی کوشش کرنا لیکن جب یہ یقین ہو جائے کہ نرمی اور نصیحت کام نہیں آسکتی تو پھر تجھ کو اختیارِ کامل دیتا ہوں کہ کشت و خون اور قتل و غارت میں کمی نہ کرنا مگر اس بات کا خیال رکھنا کہ علی بن الحسینؒ کو کوئی آزار نہ پہنچے کیونکہ وہ میرا وفادار اور خیر خواہ ہے اور اس کا خط میرے پاس آیا ہے جس میں لکھا ہے کہ مجھ کو اس شورش اور بغاوت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ (تاریخ اسلام نجیب آبادی بلفظہٖ ج ۲ ص ۸۶)

جب مسلم بن عقبہ فوج لے کر مدینہ کے قریب پہنچا۔ تو مدینہ والوں نے مشورہ کیا کہ

پہلے مقامی بنوامیہ کو ختم کر دینا چاہیے تاکہ یہ فوج سے مل کر اندرونی نقصان نہ پہنچائیں مگر عبداللہ بن حنظلہ نے کہا ایسا کرنے سے تمام عراقی و شامی مدینہ پر یورش کر دینگے بہتر یہ ہے کہ بنوامیہ سے یہ عہد و پیمان لے کر ان کو چھوڑ دیا جائے کہ وہ نہ ہماری مدد کریں نہ فوج کی۔ چنانچہ تمام بنوامیہ سے یہ اقرار لے کر رخصت کر دیا گیا۔ بجز عبدالملک بن مروان کے کہ اس کو مدینہ میں رہنے کی آزادی رہی۔ ان لوگوں کی وادی القریٰ میں مسلم بن عقبہ کے لشکر سے ملاقات ہوئی۔ مسلم نے ان سے پوچھا کہ ہم کو مدینہ پر کس طرف سے حملہ کرنا چاہیئے۔ انہوں نے اپنے عہد و اقرار کا لحاظ کر کے مسلم کو جواب دینے سے انکار کر دیا اور اپنے عہد و اقرار کا لحاظ کر کے مسلم کو جواب نہ دیا۔ انہوں عبدالملک کے متعلق بتایا کہ اس سے عہد و پیمان نہیں لیا گیا۔ چنانچہ مسلم نے کسی کو مدینہ بھیج کر عبدالملک کو بلوا بھیجا۔ اس کے مشورے سن کر حیران ہو گیا اور انہی پر عمل کیا۔ اس نے اہلِ مدینہ کو پیغام بھیجا کہ امیر المومنین یزید تم کو شریف سمجھتے اور تمہاری خونریزی کو پسند نہیں کرتے ہیں بہتر یہی ہے کہ تم اطاعت اختیار کرو ورنہ مجبوراً مجھ کو شمشیر نیام سے نکالنی پڑے گی۔ یہ پیغام بھیج کر تین دن مسلم نے انتظار کیا۔ مگر اہلِ مدینہ لڑائی پر آمادہ ہو گئے۔ آخر مسلم نے حرہ کی جانب سے مدینہ پر حملہ کیا۔ اہلِ مدینہ نے بڑی بہادری سے مقابلہ کیا اور لشکرِ شام کا منہ پھیر دیا۔ لیکن مسلم بن عقبہ کی بہادری اور تجربہ کاری سے اہلِ مدینہ کو شکست ہوئی۔

حرہ کے نقصانات عبداللہ بن حنظلہ، فضیل بن عباس بن عبدالمطلب، محمد بن ثابت بن قیس، عبداللہ بن زید بن عاصم، محمد بن عمرو بن حزم انصاری، وھب بن عبداللہ بن زمعہ، زبیر بن عبدالرحمٰن بن عوف، عبداللہ بن نوفل بن حارث بن عبدالمطلب بہت سے سردارانِ مدینہ (رضی اللہ عنہم) جنگ میں کام آئے۔ فتح مند فوج مدینہ میں داخل ہوئی۔ مسلم بن عقبہ نے تین دن تک قتلِ عام اور لوٹ مار کا سلسلہ جاری رکھا۔ اس لڑائی اور قتلِ عام میں ایک ہزار

کے قریب آدمی مارے گئے جن میں تین سو سے زیادہ شرفائے قریش و انصار شامل تھے (بعض نے کل تعداد ۳۶۵ لکھی ہے۔) چوتھے روز مسلم نے قتلِ عام کو موقوف کر کے بیعت کا حکم دیا۔ جس نے مسلم کے ہاتھ پر آ کر بیعت کی وہ بچ گیا جس نے بیعت سے انکار کیا وہ قتل ہوا۔ ۲۷ ذی الحجہ ۶۳ھ کو یہ حادثہ ہوا اسی روز محمد بن عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب پیدا ہوا۔ یہی وہ محمد بن عبداللہ ہے جو محمد ابوالعباس سفاح کے نام سے مشہور ہے اور عباسیوں کا پہلا خلیفہ ہے۔ (کلۂ تاریخ اسلام اکبر شاہ نجیب آبادی ج ۲ ص ۹۸)

شہدائے حرہ اور ہم شیعہ دوست کے کہنے کے مطابق حرہ کے واقعہ کی یہ تفصیل ایک ہی غیر جانبدارانہ تاریخ سے ہم نے نقل کر دی۔ واقعہ کے نقصانات کے اعتبار سے ہم بھی انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھتے اور اظہارِ تأسف کرتے ہیں جو اہلِ مدینہ شہادت سے شادکام ہوئے ان پر دعائے ترحم کرتے ہیں۔ جن فوجیوں نے ناجائز اختیار استعمال کر کے بہیمیت اور درندگی کا ثبوت دیا۔ احادیثِ صحیحہ کی روشنی میں ان کو موردِ لعن اور مستحقِ عذاب الیم جانتے ہیں۔ لیکن علل و اسباب آپ کے سامنے ہیں۔ فردِ جرم ایک طرف ہی لگا دینا انصاف کا تقاضہ نہیں آخر حضرت زین العابدینؒ کی غیر جانبداری بلکہ امکانی حد تک حمایت حضرت عبداللہ بن عمرؓ جیسے اکابر کا ردِ عمل تصویر کا دوسرا رخ بھی پیش کرتے ہیں کہ جس سے بیعتِ خلافت کر لی جائے۔ پھر بلا وجہ بغاوت کیوں؟ شیعہ حضرات کو تو اس واقعہ میں فریقِ مخالف کا پارٹ ادا نہ کرنا چاہیے۔ خصوصاً ۱۴۰۰ سال بعد اپنی سیاسی چالوں کو تقویت دینے کے لیے۔ کیونکہ ان کے امام چہارم ——— جن کی اتباع ان کے لیے فرضِ عین مثل اطاعتِ رسولؐ کے ہے ——— نے جب یزید کی وفاداری اور خیر خواہی کی تو ان کو بھی آج یہی نظریہ رکھنا چاہیئے۔

سادات کے مظالم ہم سنی چونکہ صاف باطن ہوتے ہیں اس لیے کسی کے برے پہلو سے اعراض کرنا اور صرف قابلِ اتباع امور کی نشر د

اشاعت کو خدمتِ دین جانتے ہیں۔ جو لوگ سُنی نقطۂ نظر سے ہٹ کر سوچتے ہیں وہ بھی سادات و اہلِ بیت کو بھی جب تنقیدی نگاہ سے دیکھتے ہیں تو تاریخ ان کو بھی بہت کچھ ناقابلِ سماع مواد مہیا کرتی ہے۔ اور حرم مدینہ۔ خانہ کعبہ اور شعائرِ اسلام کی عظمت کی دھجیاں ان کے ہاتھوں فضا میں بکھرتی نظر آتی ہیں۔ یہ کوئی انصاف نہیں کہ حضرت معاویہؓ۔ یزید۔ حجاج کو تو نشانۂ طعن ہمہ وقت بنا لیا جائے مگر قاتلانِ عثمانؓ کی مدینہ میں سفاکی، جمل و صفین میں ان کی تباہ کاریاں۔ مختار بن عبید کی سیہ کاریاں۔ علویوں کے خروج کے مظالم۔ خاندان بنی بویہ اور فاطمینِ مصر کی چیرہ دستیاں یکسر معاف و فراموش کر دی جائیں۔ ہم مجبوراً یہاں چند واقعات نقل کرتے ہیں۔

۱۔ محمد بن حسین بن جعفر بن موسیٰ کاظم اور علی بن حسین بن جعفر بن موسیٰ کاظم دونوں بھائیوں نے مل کر ۲۷۱ھ میں المعتمد عباسی کے زمانہ میں خروج کیا۔ یہ دونوں بھائی شیطنت خیانت بے حیائی اور ظلم و جور کے مجسّمے تھے۔ چند روز ان کا مدینہ منورہ پر قبضہ رہا۔ علامہ ابنِ کثیر لکھتے ہیں۔

"مدینہ کے باشندوں کی بڑی تعداد کو قتل کر ڈالا۔ ان کا مال و اسباب چھین لیا۔ پورے چار ہفتے مسجدِ نبویؐ میں نماز نہ ہو سکی۔ مدینہ کے علاوہ مکہ میں بھی یہی فتنہ برپا کیا۔ مسجدِ حرام کے دروازے پر لوگوں کو قتل کیا۔ (البدایہ ج ۱۱ ص ۴۹) علامہ ابنِ حزم نے جمہرۃ الانساب ص ۵۲ پر یہی کچھ لکھا ہے۔

تشیّع کا محافظ طبری مؤرخ بھی ایک علوی شاعر کے قطعہ میں یہ الفاظ لکھتا ہے۔ ان لوگوں کا برا ہو جنہوں نے مدینہ اور مسجد نبویؐ کو برباد کیا اور ایک ملعون ظلم ڈھانے والے کے ظلم کے سامنے واقعہ حرہ اور کعبہ کی بے حرمتی کی فرضی داستانیں گرد ہیں (طبری ج ۱۱ ص ۳۲۹۔ بحوالہ عترتِ رسولؐ ص ۱۷۷ از حکیم فیض عالم صدیقی)

۲۔ علی و محمد جو حسین الافطس بن حسن بن زین العابدین کے بیٹے تھے اور محمد بن جعفر بن محمد باقر بن زین العابدین نے مل کر ۱۹۹ھ میں مکہ میں مامون رشید کے زمانہ

میں خروج کیا۔ ابن الافطس کو اکثر مؤرخین نے احد المفسدین فی الارض کہا ہے۔ (جمہرۃ الانساب ص ۴۷)

مکہ معظمہ کی تاریخ میں انہیں بدترین سیرت والا کہا گیا ہے۔ حسین الافطس نے کعبہ سے غلاف اتار لیا اور اس کے بجائے ابو السرایا کا بھیجا ہوا غلاف چڑھایا۔ لوگوں کے مال بجبر و تعدی چھیننے لگا اکثر لوگ بخوفِ جان و مال مکہ چھوڑ کر بھاگ گئے اس کے ہمراہیوں نے حرم شریف کی جالیوں کو توڑ دیا۔ خود الافطس نے کعبہ شریف کے ستونوں پر چڑھا ہوا سونا کھرچ کر اتار لیا۔ کعبہ کا تمام خزانہ لوٹ کر ہمراہیوں میں تقسیم کر دیا۔

مشہور شیعہ مؤلف عمدۃ الطالب میں لکھتا ہے کہ اس نے کعبہ کا مال لوٹ لیا۔ جب اسے ابو السرایا کے مرنے کی اطلاع ملی تو بہت گھبرایا۔ جناب جعفر صادقؒ کے بیٹے محمد کے پاس آیا جو ایک نیک سیرت عالم فاضل تھے کہ میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہوں پہلے تو انہوں نے انکار کیا آخر اپنے بیٹے علی کے کہنے پر اس پر (بیعت پر) آمادہ ہو گیا۔ اب لوگ انہیں امیر المؤمنین کہنے لگے۔ علی بن محمد اور حسین الافطس نے محمد کی آڑ میں ہاتھ پاؤں نکالنے شروع کر دیئے۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ جہاں کسی خوبصورت عورت پر نظر پڑی اٹھا کر لے گئے۔ مکہ کے قاضی کے لڑکے کو منہ کالا کرنے کے لیے پکڑ کر لے گئے۔ آخر تنگ آ کر مکہ کے لوگوں نے ایک جلسہ کیا اور متفقہ طور پر فیصلہ کیا کہ محمد بن جعفر کے مکان سے لڑکا رہا کیا جائے۔ تاریخ کامل ابنِ اثیر کے حوالے سے ابن خلدون لکھتا ہے کہ قاضی کا نام محمد اور اس کے لڑکے کا نام اسحاق تھا جو بڑا خوبصورت تھا۔ اسے دیکھتے ہی ان شیطانوں کی رال ٹپک پڑی ص ۱۰۲

۳۔ ابراہیم الجزار بن موسیٰ کاظم نے ۱۹۹ھ میں مامون کے خلاف خروج کیا۔ یہ ابراہیم بھی ابو السرایا کی جانب سے یمن کا عامل مقرر کیا گیا تھا۔ اہل یمن کو کثرت سے قتل کرنے اور ان کے اموال لوٹنے کی وجہ سے قصاب کے نام سے مشہور ہوا۔ (البدایہ ج ۱۰ ص ۲۹۶)

۴۔ محمد بن جعفر بن علی نقی۔ شیعوں کے دسویں امام کے اس پوتے نے ۳۰۰ھ میں دمشق میں المعتضد کے خلاف خروج کیا۔ محمد کے والد جعفر کو شیعہ جعفر کذاب کہتے ہیں کیونکہ وہ اپنے بھائی حسن عسکریؒ کے لاولد فوت ہونے کا بھانڈا پھوڑ کر ان کے بارہویں امام کی پیدائش کے جھوٹ کا راز طشت از بام کرنے کا موجب بنا۔ حسن عسکری کی کئی کنیزیں تھیں۔ شیعہ کہتے ہیں کہ صیقل نامی کنیز کے بطن سے مہدی موعود پیدا ہو کر غائب ہو گئے۔ ملا باقر علی مجلسی کنیز کا نام نرجس لکھتا ہے۔ ابھی تک یہ لوگ اپنے بارہویں امام کی ماں کے نام کا فیصلہ نہیں کر سکے۔ جعفر کذاب نے حسن عسکری کے لاولد مرنے پر اس کے ترکہ کا دعویٰ کیا تھا۔ ترکہ تو مل گیا مگر "عترت رسولؐ" کے محبین نے اسے کذاب بنا کر رکھ دیا۔ قیاس کن زگلستان من بہار مرا۔ (عترت رسولؐ ص—)

۵۔ اسماعیل بن یوسف بن ابراہیم بن موسیٰ بن عبداللہ بن حسن مثنیٰ اس ذات شریف نے ۲۵۱ھ میں مکہ معظمہ میں المستعین باللہ کے زمانے میں بغاوت کی "عترت" اپنے بیشتر افراد سب کے سب چچا نکلے۔ مکہ معظمہ، مدینہ منورہ اور جدہ میں نہ صرف گورنروں اور حکومت کے تمام کارندوں کے مکانات لوٹنے پہ اکتفا کی بلکہ کعبہ کے دفینی خزانہ میں جو سونا چاندی تھا وہ بھی لوٹ لیا۔ کعبہ کا غلاف تک اتار لیا۔

(البدایہ ج۱۱ ص۹ طبری ج۱۱ ص۱۳۶)

اہالیان مکہ سے دو ہزار اشرفیاں جبراً وصول کیں۔ پھر مدینہ میں تشریف لے گئے۔ وہاں کے لوگوں کے ساتھ بھی یہی سلوک کیا۔ جدہ میں تاجروں کا مال لوٹ لیا۔ حج کا موسم تھا ایک ہزار حاجیوں کو قتل کیا۔ اللہ کی مخلوق الامان الامان پکار اٹھی۔ پانی کی صراحی کی قیمت ۳ درہم تک پہنچ گئی۔ ضروریات زندگی کا ملنا محال ہو گیا۔ چنانچہ عمدۃ المطالب کا شیعہ مؤلف لکھتا ہے۔ واعترض الحجاج فقتل منهم كثيرا او نهبهم ص۲۔ ان مفسدین کے خوف وہراس سے لوگوں نے مسجد نبوی میں نماز پڑھنی چھوڑ دی۔ علامہ ابن حزم لکھتے ہیں۔ اس نے مدینہ کا محاصرہ کیا۔ لوگ بھوک، پیاس سے مرنے لگے۔ مسجد نبوی میں کوئی ایک شخص بھی نماز نہ پڑھ سکا۔ پچاس دن تک اسماعیل مکہ مدینہ اور جدہ میں بلائے ناگہانی بنا رہا۔ لشکر خلافت پہنچنے پر لوگوں کو امن کا سانس لینا نصیب ہوا اور اسماعیل چیچک کی وبا سے ہلاک ہوا (بحوالہ حقیقت مذہب شیعہ ص۲۱۴)

بہرحال سادات کے کائنات پر مظالم کی دل خراش و جاں سوز داستان طویل ہے۔ صرف ان پانچ مثالوں پر اکتفا کر کے شیعہ دوستوں سے عرض گزار ہوں کہ وہ منفی پروپیگنڈہ ختم کر کے نیکی اور تقویٰ کی تلقین کریں۔ یا پھر "عترت رسول" کے ننگ و شرم ان یزیدوں کے کارناموں سے بھی دنیا کو آگاہ کیا کریں۔

اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو قرآن و سنت اور صحابہؓ و اہل بیتؓ کی متفقہ محبت اور اتباع کامل نصیب فرمائے۔ آمین۔ وصلى الله على محمد وآله واصحابه وازواجه وجميع امته اجمعين۔

نوٹ۔ یہاں تک شیعہ مؤلف کے کتابچہ اور مایہ ناز "سنیہ سے سو سوال" کا جواب مکمل ہو چکا اس نے ایک دوسری کتاب "ہزار تمہاری دس ہماری" کے آخر میں ۱۰ سوال اہلسنت سے کیے اور مبلغ دس ہزار روپیہ انعام مقرر کیا ہے ہم نے مناسب سمجھا کہ لگے ہاتھوں اس "دس ہزاری تیس مار خاں" کا بھی صفایا کر کے اسی قبرستان میں دفن کر دیا جائے۔ گو ہم کو انعام کا لالچ نہیں تاہم مشتاق صاحب میں اگر جرأت اور صداقت کا ذرہ بھر ہے تو وہ انکے جواب میں مکھی پر مکھی مارنے کے بجائے تین جج صاحبان یا دو سنی دو شیعہ ایک غیر جانبدار عالم کے سامنے یہ سوالات مع جوابات پیش کریں وہ کلی یا جزوی طور پر اگر ان کے صحیح اور قابل اطمینان ہونے کا فیصلہ کر دیں تو وہ ہمیں منظور ہوگا اور مشتاق صاحب کے ذمے انعام کی ادائیگی اخلاقی فرض ہوگا۔

ع — گر قبول افتد زہے عز و شرف۔

محتاج دعا۔ مہر محمد میانوالوی

ضمیمہ

دس ۱۰ ہزار روپیہ انعام کے دس ۱۰ سوال

ماخوذ از ہزار تمہاری دس ہماری ص۶۵۲ تا ص۶۵۵
مؤلفہ عبدالکریم مشتاق

جو کوئی غیر شیعہ مسلمان بھائی ان سوالات کا تسلی بخش جواب دے گا اس کی خدمت میں مبلغ دس ہزار روپیہ صرف بطورِ انعام پیش کیا جائے گا۔ مجیب کے لیے ہماری یہ پیشکش غیر مشروط ہوگی۔ مگر جوابات بطابق سوالات ہونے چاہییں اور غیر متعلقہ یا خارج الموضوع مباحث سے اجتناب کیا جائے۔ ظنی استدلالات اور نامکمل جوابات ناقابلِ قبول ہوں گے۔

سوال ۱ ۔ آپ حضرات خود کو "سُنّی" یا اہل السنت والجماعت کہلواتے ہیں۔ براہِ مہربانی کتب صحاح ستہ میں کوئی ایسی روایت دکھلایئے جس میں حضراتِ ثلاثہ (ابوبکر، عمر، عثمانؓ) میں سے کسی ایک نے بھی یہ کہا ہو کہ میں سنی ہوں یا میرا مذہب اہل السنت والجماعت ہے۔ حوالہ مکمل دیجیے اور پیش کردہ روایت کی توثیق بھی تحریر فرمایئے۔

جواب ۔ اشتہارِ انعام دیکھنے سے تو اندازہ تھا کہ سوالات کوئی وزنی معقول ہوں گے۔ مگر یہ بھی ڈھول کا پول ہیں۔ لفظوں کا ہیر پھیر بنا کر حقیقت نہ ماننے کی سعی کی گئی ہے۔ جواب اگر سوال کے مطابق درکار ہے تو سوال میں بھی کوئی معقولیت اور حقیقت پسندی چاہیے۔ یہ وہی پہلا سوال ہے جس کا مفصل جواب ص۲۷ پر گذر چکا ہے۔ یہاں وضاحت یہ ہے کہ ایک ہے کسی صفت والا ہونا مثلاً فلاں حاجی ہے، حافظ ہے، سخی ہے، متقی ہے، بہادر ہے وغیرہ ایک ہے بار بار ان اوصاف کا اظہار کرنا اور دوسروں سے کہلوانا منوانا۔ پہلے مفہوم کے اعتبار سے حضرات خلفاءِ ثلاثہ رضؓ سنی اور اہلِ سنت والجماعت

تھے کہ اتباعِ سنتِ نبوی کا وصف ان میں کما حقہٗ پایا جاتا تھا اور وہ سنتِ نبوی کے پیروکار تھے۔ سب ایک ہی جماعت تھے۔ دوسرے مفہوم کے اعتبار سے وہ ان الفاظ کا باربار نہ اظہار کرتے تھے نہ دوسروں سے کہلواتے نہ منواتے تھے۔ کیونکہ یہ ایک قسم کی ریاکاری اور خودستائی ہوتی۔ البتہ ان کے اظہار کی تب ضرورت پیش آتی کہ کوئی ان کے متبع سنت ہونے کا منکر ہوتا۔ یا سنت رسولؐ کے مخالف مذہب نکال کر شیعہ یا خارجی کہلاتا تب وہ تی یا اہل السنت والجماعت کہلا کر اپنا تشخص مذہبی جتلاتے۔ جیسے کوئی لاہور کا باشندہ لاہور میں رہ کر لاہوری نہیں لکھتا کہلاتا۔ حالانکہ وہ لاہوری ہی ہے۔ مگر جب امان کراچی وغیرہ میں ہو تو لاہوری کہلاتا ہے کہ تشخص کی ضرورت ہے۔ مفہوم اول کے اعتبار سے کہ خلفاء واقعی اہل سنت والجماعت اور سنتِ نبویؐ کے پیروکار سنی تھے۔ سینکڑوں میں سے چند واقعات ملاحظہ ہوں۔

۱۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے جب تقسیم میراث کا مطالبہ ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث سنائی۔

"ہم گروہِ انبیاء کسی کو وارث نہیں بناتے ہمارا ترکہ صدقہ ہوتا ہے۔" پھر فرمایا۔ "اس مال میں سے آلِ محمدؐ کھاتے تھے اب بھی کھائیں گے۔ خدا کی قسم میں اس سنت اور طریقہ کو نہیں چھوڑ سکتا جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے۔ مگر میں وہی کروں گا۔ (بخاری ص۹۹۶ ج۲ و مسلم)

زکوٰۃ کے مسئلہ میں فرمایا تھا اللہ کی قسم! اگر یہ مجھے اونٹ کی رسی بھی زکوٰۃ میں نہ دیں گے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا کرتے تھے تو میں ان سے ضرور جنگ کروں گا۔ (بخاری ص۱۸۸ ج۱) مسائل کا تصفیہ کرتے وقت دستور یہ تھا کہ سب سے پہلے قرآن شریف سے دلیل لاتے۔ اگر اس میں نہ ہوتی تو حضور علیہ السلام کی سنت اور حدیث لیتے۔ اگر نہ ہوتی تو قرآن وسنت کی روشنی میں اجتہاد سے کام لیتے۔ (اعلام الموقعین) تمام صحابہ کی جماعت آپ کی مکمل فرمانبردار اور اشارہ ابرو کی منتظر

ہوتی تھی۔ اس سے بڑھ کر آپؓ کے اہلِ سنت و جماعۃ ہونے کا کیا ثبوت ہوگا۔

۲۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کٹر متبع رسولؐ سنی تھے۔ جب قاتلانہ حملہ سے زخمی ہوئے پوچھا گیا کیا آپ خلیفہ بنائیں گے تو فرمایا اگر بناؤں تو مجھ سے بہتر حضرت صدیقؓ نے بنایا تھا۔ اور اگر نہ بناؤں تو مجھ سے بہتر ہستی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں ہی کیا۔ راوی کہتے ہیں کہ مجھے پتہ چل گیا کہ (سنتِ نبوی پر عمل کرنے کے لیے) کسی کو نامزد نہ کریں گے۔ (بخاری و مسلم)

۳۔ ایک مرتبہ طواف کرتے وقت حجرِ اسود کو خطاب کر کے فرمایا "اللہ کی قسم! مجھے پتہ ہے کہ تو پتھر ہے نفع نقصان نہیں دے سکتا۔ اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے چومتے نہ دیکھا ہوتا تو نہ چومتا۔ پھر فرمایا ہمیں رمل سے کیا واسطہ؟ عہدِ نبویؐ میں مشرکین کو دکھانے کے لیے کرتے تھے۔ حالانکہ اب کفار کو اللہ نے ہلاک کر دیا۔ پھر فرمایا یہ ایسی چیز ہے کہ اسے رسول اللہ نے کیا تھا تو ہم اتباعِ سنت میں اس کا چھوڑنا پسند نہیں کرتے۔ (بخاری ج ۱ ص ۲۱۸)

۴۔ حضرت عمرؓ قاضیوں اور افسروں کو لکھتے، قرآن کے بعد سنت کو ضرور پکڑنا اس کی خلاف ورزی نہ کرنا۔ (ابو داؤد) جس منافق نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فیصلہ سنت نہ مانا تھا اور حضرت عمرؓ سے اپیل کی تھی آپ نے اس کا سر اڑا کر فرمایا کہ جو رسولؐ کا فیصلہ نہ مانے عمرؓ کا فیصلہ اس کے حق میں یہی ہے پھر حضرت عمرؓ کی تائید اور منافقوں کی مذمت میں سورۃ نساء کی آیات نازل ہوئیں اس سے بڑھ کر حبِ رسولؐ اور اتباعِ سنت کیا ہوگی؟ رعب و دبدبہ کا یہ عالم تھا کہ ہزاروں میل پر بادشاہ کانپتے تھے اور چاروں طرف مجاہدین کی جماعتیں، آپ کے اشاروں پر دنیا فتح کر رہی تھیں۔ اس سے بڑھ کر اہل سنت والجماعت کون ہوگا۔ حضرت ابوموسیٰؓ فرماتے ہیں مجھے حضرت عمرؓ نے بھیجا ہے تاکہ تم کو کتاب اللہ اور سنتِ نبوی سکھاؤں (کنز العمال ج ۵ ص ۲۰۹)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ حضرت عثمانؓ کے ہمراہ عرفہ سے لوٹے تو حضرت عثمانؓ نے مزدلفہ میں مغرب و عشاء کی نماز الگ الگ آذان و اقامت

کے ساتھ اکٹھی پڑھی پھر سو گئے۔ پھر جب صبح ہونے کا اعلان ہوا تو صبح پڑھی پھر فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ دونوں نمازیں (مغرب و عشاء) مزدلفہ میں (حاجیوں کے لیے) اپنے وقت سے لیٹ پڑھی جاتی ہیں۔ کیونکہ لوگ یہاں اندھیرے میں پہنچتے ہیں۔ فجر کا تو یہی اپنا وقت ہے۔ پھر وقوف کیا جب خوب روشنی ہوگئی تو حضرت ابنِ مسعودؓ نے فرمایا امیر المؤمنین اگر سنتِ نبوی پائیں تو (منیٰ کو) چل پڑیں گے۔ پھر ابنِ مسعودؓ وقوف سے فارغ نہ ہونے پائے تھے کہ حضرت عثمانؓ (منیٰ کو سنتِ نبویؐ کے مطابق) چل پڑے۔ (ریاض النضرۃ ج ۲ ص ۱۴۳) بخاری ج ۱ ص ۲۲۸)

ایک دفعہ مدینہ میں سورج گرہن ہوا۔ حضرت ابنِ مسعودؓ بھی مدینہ میں تھے فرماتے ہیں۔ عثمانؓ نکلے لوگوں کو دو رکعت نمازِ کسوف۔ دو رکوع اور دو سجدوں کے ساتھ پڑھائی۔ پھر گھر پہنچ کر فرمایا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سورج اور چاند کے گرہن کے وقت نماز پڑھنے کا حکم دیتے تھے پس جب تم بھی ان کو ایسا دیکھو تو نماز کی طرف دوڑ کر جاؤ (رواہما احمد ریاض النضرۃ ص ۱۴۴)

یہ واقعات آپؓ کے سنی المذہب ہونے پر دلیل صریح ہیں۔

حضرت علیؓ نے ایک عورت کی سنگساری کا حکم دیا تو فرمایا کہ اللہ کی کتاب اور نبیؐ کی سنت کے مطابق اسے سنگسار کرو۔ (حلیۃ الاولیاء)

خلفاءِ ثلاثہؓ کے سنی ہونے پر حضرت علیؓ و حسنؓ کی شہادت

حضرت عمرؓ یا ابوبکر صدیقؓ کی تعریف میں حضرت علیؓ فرماتے ہیں۔

للہ بلاد فلان فقد قوم الاود	خدا فلاں (عمر بن الخطابؓ) کے شہروں
وداوی العمد و اقام السنۃ و	کو آباد رکھے کہ کجی کو درست کیا اگر اہوں
خلف الفتنۃ ذهب نقی الثوب	کو سیدھی راہ چلایا، بیماری کا علاج کیا
قلیل العیب اصاب خیرها و	کہ مملکتِ اسلام کے باشندوں کو دین کا

سبق شرها ادی الی الله طاعته واتقاه بحقه۔

(نہج البلاغۃ مع شرح نقوی فیض الاسلام ج ۲ ص ۷۱۳)

فرمانبردار بنایا۔ سنت کو برپا کیا کہ پیغمبر کے احکام کو جاری فرمایا۔ تباہی کو پس پشت ڈالا کہ اس کے زمانے میں کوئی فتنہ نہ ہوا پاک دامن اور بے عیب دنیا سے رخصت ہوا۔ خلافت کی نیکی پالی اور شر سے بچ گیا کہ ان کی خلافت منظم تھی اس میں کسی قسم کا خلل نہ آیا۔ خدا کی نافرمانی سے بچ کر اللہ کی پرہیزگاری کا حق ادا کیا الخ

حضرت حسن رضؓ نے حضرت معاویہؓ کے ہاتھ پر بیعتِ خلافت کرتے ہوئے یہ شرطیں منوائیں اور تاحیات پابند کیے رکھا۔

حسن بن علی رضؓ نے معاویہ بن ابوسفیانؓ کے ساتھ موافقت کر لی ہے کہ اس کے ساتھ تعرض نہ کرے گا۔ بشرطیکہ وہ لوگوں کے درمیان کتابِ خدا اور سنتِ رسولِ خدا اور خلفاءِ راشدینؓ کے طریقے کے مطابق حکومت کرے۔ الخ

(جلاء العیون ص ۲۵۴، منتہی الآمال للعباس قمی ص ۲۳ ج ۱)

خلفاءِ راشدین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت حسنؓ تک چار ہی ہوئے تھے۔ ان کی سیرت و سنت عین سنتِ نبویؐ اور کتاب اللہ کے موافق تھی تبھی تو ریحانۂ رسولؐ نے تین باتوں کا معًا ذکر فرمایا۔ اس سے بڑھ کر ان کا سنی اور اہل سنت والجماعت ہونا کیا چاہیے۔ یہی کچھ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی سب امت کو تعلیم و تلقین کر کے رخصت ہوئے۔ چنانچہ حضرت عرباض بن ساریہ رضؓ سے روایت ہے۔

لوگو! میری سنت کو پکڑو اور میرے خلفاءِ راشدینؓ کی سنت کو پکڑو مضبوطی سے تھامو، دانتوں میں دباؤ، نئی رسمیں نکالنے سے بچو کیونکہ ہر ایسی نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ (ابوداؤد ج ۲ ص ۲۷۹ کتاب السنۃ)

مزہ اسی میں ہے کہ خود خلفاء اپنے منہ میاں مٹھو بن کر سنی اور اہلِ سنت ہونے کا پرچار نہ کریں بلکہ حضرت رسولِ خداؐ۔ حضرت علیؓ۔ حضرت حسنؓ جیسے برگزیدہ حضرات ان کے سنی و اہلِ سنت ہونے کا اعلان کریں اور تمام مسلمانوں کو ان کی سنت کی

پیروی کا حکم دے کر مذہبِ اہل سنت والجماعت کی حقانیت اور اس کے اپنانے کا اعلان کریں۔ پہلی دو شہادتیں شیعہ کتب کی ہیں۔ توثیق کی حاجت نہیں۔ ابوداؤد کے فرمانِ نبوی کی توثیق تقریب التہذیب سے ملاحظہ ہو۔ اس میں حضرت عرباض بن ساریہ رضؓ تک چھ راوی ہیں۔

۱۔ امام احمد بن حنبلؒ۔ صاحب مسند مشہور ثقہ فاضلِ اجل امام ہیں۔ ۲۔ ولید بن مسلم بن شہابؒ عنبری بصری ثقہ ہیں۔ طبقہ خامسہ کے۔ ۳۔ ثور بن یزیدؒ دیلی مدنی ثقہ ہیں چھٹے طبقہ کے۔ ۱۳۵ھ میں وفات پائی۔ ۴۔ خالد بن معدانؒ کلاعی حمصی ثقہ عابد کثیر الارسال۔ طبقہ ثالثہ کے ہیں ۱۰۳ھ میں وفات پائی۔ ۵۔ عبدالرحمٰن بن عمرو السلمی الشامی مقبول ہیں۔ طبقہ ثالثہ کے ۱۱۰ھ میں وفات پائی۔ ۶۔ حجر بن حجر الکلاعی حمصی مقبول اور تیسرے طبقہ کے ہیں۔ (کلہا از تقریب التہذیب لابن حجر) اس تفصیل میں ہر شق کا جواب مکمل ہو گیا۔ اگر اس معقول تحقیقی جواب کو آپ اپنے لایعنی سوال کے مطابق نہیں پاتے تو "پھر اینٹ کا جواب پتھر" یہ ہے کہ آپ خود کو شیعہ امامی اور اثنا عشری کہلواتے ہیں اپنی صحاحِ اربعہ سے باقاعدہ توثیقِ رجال کے ساتھ کسی امام معصوم کا یہ فرمان دکھلائیں کہ میں شیعہ امامی اثنا عشری ہوں یا تم لوگ امامی اثنا عشری بن جاؤ یا شیعہ کلمہ خاص علی ولی اللہ وصی رسول اللہ خلیفتہ بلافصل پڑھا کرو۔ میرے خیال میں آپ ایسا ہرگز نہیں دکھلا سکتے۔ جبکہ ہم کو رسولِ خداؐ نے۔ اپنی سنت، خلفاءِ راشدین کی سنت اپنانے اور ما انا علیہ و اصحابی فرما کر سنی اور اہلِ سنت والجماعت بننے کا حکم دیا ہے اور قرآن نے سنی کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ بلفظہٖ سکھایا ہے۔ خلفاءِ ثلاثہ یقینًا اہلِ سنت والجماعت تھے تبھی تو شیعہ ان سے اور ان کے پیروکاروں سے شدید دشمنی رکھتے ہیں۔

سوال ۲۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے لکھا ہے کہ افعال قبائح پر قدرت و تمکین بندے کو بخشنا اسی (خدا) کا کام ہے۔ (تحفہ اثنا عشریہ)

جب ہم اس جملے کا تجزیہ کرتے ہیں تو نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ اہلِ سنت صدورِ برائیوں کا باری تعالیٰ سے تجویز کرتے ہیں۔ اس تجویز سے ذاتِ خداوندی کی بے ادبی ظاہر ہوتی ہے۔ عقلاً جواب دیجئے کہ یہ عقیدہ کیونکر معقول ہے؟

جواب۔ لفظی تغیر کے ساتھ یہ وہی سوال ۲۵ ہے۔ جس کا جواب مفصل صفحہ ۱۰۶ پر دے دیا گیا ہے۔ پھر ضرور ملاحظہ کریں یہاں اتنا کافی ہے کہ جب ہم خود ہمارے ظاہری اور باطنی اعضاء اللہ کی مخلوق ہیں تو ہماری مشیت اور ارادہ بھی اسی کے قبضے میں ہے اور تم نہیں چاہتے مگر جب اللہ رب العلمین چاہتا ہے (دہر، تکویر پ۳۰) شر پہ قدرت دینا بھی اللہ کے قبضے میں ہے وہ نہ چاہے تو کسی کے ہاتھ سے پتہ نہیں ہل سکتا اسے منظور و مقدر ہو تو بے گناہ آدمی قتل ہو جاتا ہے۔ کوئی بھی گناہ کرنے والا اپنے منصوبہ میں کامیاب ہو جاتا ہے حالانکہ بندے کا کام خداداد طاقت سے وسائل اختیار کرنا تھا۔ وسائل سے کام بنا دینا خدا کا کام ہے۔ نیز شاہ صاحبؒ کے کلام سے یہ تجزیہ نکالنا غلط ہے۔ قدرت دینے اور استعداد پیدا کرنے سے یہ کہاں لازم آتا ہے کہ خود خدا نے برا کام کیا ہے۔ اس سائنسی دوربین مشین استعمال کرنے والے سے جو نقصان ہو جاتا ہے اس کا مرتکب یا ذمہ دار مشین بنانے والے کو جاننا کتنا بودہ خیال ہے۔ بجلی موجود ہو کوئی شخص غلط استعمال سے کرنٹ کا شکار ہو جائے یا واپڈا والوں کے سامنے عمداً نقصان کر بیٹھے تو کیا بجلی دینے کی وجہ سے واپڈا والے مجرم ہوں گے؟ مال و دولت۔ قوت و طاقت۔ جرأت و شجاعت غرضیکہ ایسے تمام امور جو افعالِ قبیحہ کے صادر ہونے کا مبداء و ذریعہ ہیں۔ کیا یہ سب کے سب برے ہوں گے کیونکہ یہ خدا تعالیٰ کے عطا کردہ ہیں؟ حالانکہ یہ ایسے امور ہیں جن سے فوائد کے علاوہ گناہ بھی بکثرت کیے جاتے ہیں۔ اگر یہی قیاس ہے تو پھر خدا سے پوچھیے کہ اس نے انسان کو چشمِ بینا، گوشِ شنوا، زبانِ گویا، یدِ طولیٰ اور دلِ دانا کیوں دیا ہے کیونکہ انہی سے برائیوں کا صدور دراصل خدا تعالیٰ سے برائیوں کا صدور ہے۔ (والعیاذ باللہ)

حیرت ہے کہ سائل جواب تو مطابق سوال مانگتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ ظنی استدلالات اور نامکمل جوابات ناقابل قبول ہوں گے۔ مگر خود اتنا بھی پتہ نہیں کہ زیرِ بحث عبارت کا تجزیہ ظنی ہی نہیں بالکل غلط اور لغو ہے۔

سوال ۳۰۔ رنگیلا رسول نامی ایک کتاب شانِ رسالت مآب کی گستاخی میں لکھی گئی اس میں تمام روایات کتب معتبرہ سنیہ سے نقل کی گئی ہیں۔ کیا کوئی سنی المذہب یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ گستاخ رسول مصنف نے کوئی ایک ہی بات کسی شیعہ کتاب سے نقل کی ہو اگر جواب بن پڑے تو مکمل حوالہ درکار ہے۔

جواب۔ اس کا جواب بھی کتاب ہذا کے شروع میں دیا جا چکا ہے۔ بات یہ ہے کہ ہندو، سکھ، یہودی، عیسائی وغیرہ غیر مسلم جو مسلمانوں پر اعتراض کرتے ہیں وہ اپنی بدفہمی اور بغض و عناد کی وجہ سے کرتے ہیں۔ ورنہ قرآن کی آیات اور صحاح ستہ کی احادیث ان کے باطل خیالات کی تائید بالکل نہیں کرتیں۔ اہل اسلام کا ہر مکتبِ فکر ان کے خیالات۔ بہتانات اور مطاعن کا رد کرتا ہے۔ اور قرآن کریم سیرتِ نبویؐ شریعتِ محمدیؐ کا وکیل صفائی بن جاتا ہے صرف شیعہ کا فرقہ ایسا ہے کہ وہ تمام غیر مسلموں کے مطاعن کی تائید کر کے ان کی ہاں میں ہاں ملاتا جاتا ہے بجز اس کے کہ وہ اعتراض خاص شیعہ فرقہ یا ان کے اماموں سے متعلق ہو۔ شیعہ مؤلف و سائل اسی نظریہ (اہلِ اسلام اور ان کے لٹریچر سے بغض) کے تحت "رنگیلا رسول" جیسے فحش دلآزار ضبط شدہ ۶۴ صفحے کے کتابچہ کو مدلل و مستند بتا رہا ہے اس میں تو قرآن کی آیات بھی نہیں۔ پھر یوں اعتراض بھی بنانا چاہیے تھا کہ کیا کوئی سنی المذہب یہ ثابت کر سکتا ہے کہ اس میں امام غار والے شیعہ قرآن کی کوئی آیت بھی ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ شیعہ مذہب اپنے اماموں اور لٹریچر سمیت تقیہ اور کتمان میں آ رہا ہے۔ اس کا کام مجلسیں پڑھنا، متعہ کرنا اور مصلیٰ پر بیٹھ کر ازواجؓ و اصحابِؓ رسولؐ پر لعنتیں اور تبرے پڑھنا ہے۔ وہ جب کھل کر مسلمانوں کا نمائندہ ہی نہیں بنا نہ کسی کافر کو منہ دکھایا۔ نہ ان کا مذہبی سرمایہ کفار کے ہاتھوں

تک پہنچا تو وہ کیسے ان کو منہ لگاتے یا اسلام کا نمائندہ جان کر ان کی کتب سے ان کے خلاف مواد استعمال کرتے یہی بات تو مذہب شیعہ کے باطل، اہلِ اسلام کے غیر نمائندہ اور کفار کے مطاعن و خیالات کے مؤید ہونے کی نمایاں دلیل ہے۔ کاش کہ سمجھنے والا دل اور دیکھنے والی آنکھ کسی کو مل جاتی تو شیعہ کا قصہ صاف ہو جاتا۔

"رنگیلا رسول" نایاب ہے۔ ہمیں میسر نہیں۔ اگر سائل کی دسترس میں ہے تو ہم اسے خدا کا واسطہ دے کر یہ کہتے ہیں کہ وہ تمام روایات کا سراغ کتب شیعہ سے بھی لگا لے۔ یا اپنے علماء سے ان کی پڑتال کرے یا نشاندہی کر کے ہم سے کتب شیعہ سے ثبوت مانگے۔ ہم دعویٰ سے کہتے ہیں کہ بیشتر روایات شیعہ کی کتب اربعہ، تفسیر اور تاریخ و سیرت سے مل جائیں گی اور شیعہ کو شرمندہ ہو کر یہ سننا پڑے گا۔ " ایں گناہیست کہ در شہر شما نیز کنند "

سوال ۴ خلافتِ ثلاثہ کی تائید میں اکثر آپ کی طرف سے قرآن مجید کی آیتِ استخلاف سے استدلال پیش کیا جاتا ہے۔ کیا صحاح ستہ میں کوئی ایک بھی ایسی روایت ملتی ہے جو مرفوع و متواتر ہو اور اس کے تمام راوی ثقہ ہوں جس میں اصحابِ ثلاثہ میں سے کسی ایک نے دعویٰ کیا ہو کہ آیتِ استخلاف ہماری خلافت کی دلیل ہے اگر کوئی ایسی روایت ہے تو اس شرط کے ساتھ مکمل نشاندہی کرایئے کہ سلسلہ رواۃ میں ثلاثہ میں سے کوئی ایک صاحب ضرور موجود ہوں۔

جواب۔ یہ بالکل بے تکا اور کٹ حجتی کا مظہر جاہلانہ سوال ہے کہ خلفاء کا قول اور دعویٰ مانگتا ہے۔ پھر اسے روایتِ مرفوع سے تعبیر کرتا ہے۔ حالانکہ روایتِ مرفوع فرمانِ رسول کو کہتے ہیں۔ پہلے تحقیقی جواب یہ ہے۔ کہ آیتِ استخلاف وغیرہ میں مہاجرین و مظلوم صحابہ رضؓ سے نام کی صراحت کے بغیر مبہم وعدۂ خلافت اور پیشینگوئی کی گئی ہے۔ وعدہ یا پیشینگوئی کے مکمل ہو چکنے کے بعد ہی کہا جاتا ہے کہ اس سے مراد فلاں فلاں تھا اور یہ ان کی دلیل ہے۔ جیسے خیبر کے موقعہ پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تھا کہ کل میں ایک شخص کو جھنڈا دونگا وہ خدا و

رسولؐ سے اور خدا و رسولؐ اس سے محبت کریں گے۔ اس کے ہاتھ پہ فتح ہو گی۔ اب دوسرے دن ہر شخص اس سعادت کا متمنی اور امیدوار تھا۔ حضرت علیؓ بھی یہ دعویٰ نہ کرتے تھے کہ اس کا مصداق میں ہوں۔ مگر جب آپؓ کو جھنڈا ملا اور فتح حاصل ہو گئی۔ تب پیشینگوئی مکمل ہوئی کہ اس سے مراد حضرت علیؓ تھے اور یہ ان کی بزرگی کی دلیل ہے۔ اسی طرح غزوۂ خندق کے موقعہ پر آپؐ نے پیشینگوئی فرمائی کہ میں نے قیصر و کسریٰ کے محلات دیکھے۔ میرے ہاتھ یعنی میری امت کے ہاتھ پہ وہ فتح ہوں گے۔ فتح سے پہلے کوئی دعویٰ نہ کر سکتا تھا کہ اس خوش بختی کا مصداق وہ ہے لیکن حضرت عمرؓ کے دورِ مبارک میں یہ پیشینگوئی پوری ہو گئی۔ تب پتہ چلا کہ اس کا مصداق حضرت عمرؓ اور آپؓ کا لشکر مؤمنین ہے۔ اور وہ پیشینگوئی آپؓ کی تفضیلت میں پڑھی جانے لگی۔ اسی طرح حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ کو خلافت کرنے سے پہلے ہرگز اس دعویٰ کی ضرورت نہ تھی اور نہ کوئی موقعہ تھا نہ زیب دیتا تھا کہ خود ستائی کے رنگ میں یا حکومت کے لالچی سیاستدانوں کی طرح ان آیات کو اپنے حق میں پڑھنا شروع کر دیتے۔ حالانکہ حضرت صدیقؓ فرماتے ہیں کہ میں نے خلافت کے لیے کوئی کوشش نہ کی نہ تنہائی میں اپنے اللہ سے اس کے لیے دعا مانگی۔ (تاریخ الخلفاء) مگر نبوی پیشینگوئی کے مطابق اللہ اور مؤمنین نے ان کو ہی چنا۔ (بخاری ج ۲ ص ۱۰۸۶) حضرت فاروقِ اعظمؓ نے نہ کوئی پارٹی بنائی تھی نہ خواہش ظاہر کی نہ سفارش کرائی مگر اللہ نے ابوبکرؓ سے یہ کہلا کر "کہ تم پر سب سے بہتر شخص کو خلیفہ بنا کر جا رہا ہوں" ان کو امام و خلیفہ بنا دیا۔ یہی حال حضرت عثمانؓ کا تھا کہ طلبِ خلافت میں کوئی جد و جہد نہ کی۔ تاآنکہ چھ حضرات کی کمیٹی میں پھر مہاجرین و انصارؓ کے انتخاب سے چنے گئے۔ ایسے بے لوث اور بالکل بے غرض کیسے چالاک سیاستدانوں کی طرح آیاتِ امامت کو اپنے لیے پڑھتے۔ اگر ایسا ہوتا تو یہ ان کے وقار، دیانت اور بے لوثی کے خلاف دلیل سمجھا جاتا۔ مزہ اور کمال اسی میں ہے کہ وہ خود خلیفہ نہ بننا چاہیں اور

خدا و رسولؐ ان کو بنا دیں اور آیاتِ خلافت ان کے حق میں پڑھیں اور وعدہ خلافت سچ کر دکھائیں۔ اس میں کوئی لطف و کمال نہیں کہ بقول شیعہ عہدِ نبوی سے خلیفہ بننے کی امنگ رکھیں۔ بعد از وفات اپنا حق جتلائیں۔ فضائلِ قرابت سنائیں۔ گھر گھر جا کر منتیں کریں حسنینؓ و فاطمہؓ کا واسطہ دیں مگر پانچ آدمی بھی ساتھ نہ دیں اور خلافت و مصلیٰ غصب ہو جائے۔ (جلاء العیون) اپنے سامنے بقولِ شیعہ دینِ نبویؐ برباد ہو جائے مگر معتقدین کے گھٹ جانے کے خوف سے اس کا ازالہ نہ کریں (روضہ کافی) مگر پھر دعویٰ کرتے پھریں کہ خلیفہ بلافصل ہم ہی ہیں ہمارے نام کا کلمہ پڑھو۔ آذان و اقامت میں ہماری امامت کا اعلان کرو۔ (عقیدہ شیعہ)

آیتِ استخلاف کو خلافتِ ثلاثہؓ کی سب سے پہلے دلیل حضرت علیؓ نے بنایا

نہج البلاغۃ میں جنگِ فارس میں شرکت کے مشورہ میں حضرت علیؓ نے فرمایا۔

ان ھذا الامر لم یکن نصرہ و لاخذ لانہ بکثرۃ و لا قلۃ و ھو دین اللہ الذی اظھرہ و جندہ الذی اعدہ و امدہ حتی بلغ ما بلغ وطلع حیثما طلع و نحن علی موعود من اللہ واللہ منجز وعدہ و ناصر جندہ الخ

دینِ مقدس کی مدد کرنا یا اسے رسوا کرنا لشکر کی کثرت یا کمی کی وجہ سے نہیں ہے، بلکہ یہ اللہ کا دین ہے کہ اسے تمام دینوں پر غالب کر دیا ہے۔ اور یہ (مسلمان) لشکرِ خدا ہیں کہ ان کو تیار کر کے دنیا میں پھیلا دیا ہے۔ یہاں تک کہ پہنچا جہاں پہنچا اور ابھرا جہاں سے ابھرنا تھا۔ ہم خدا کے وعدہ کے منتظر ہیں۔ خدا اپنا وعدہ پورا فرما رہا ہے اور اپنے لشکر کی مدد فرما رہا ہے۔ الخ

نہج البلاغۃ کے قدیم نسخوں میں آیتِ استخلاف وعد اللہ الذین الخ ہوتی تھی۔ اب شارحین حوالہ دیتے ہیں۔ جیسے نہج البلاغہ کی شرح فیض الاسلام ج ۱ ص ۴۳۲ میں ہے کہ رب تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتا ہے۔ اللہ نے وعدہ کیا ہے تم میں سے

ایمان والوں اور اعمالِ صالحہ والوں کے ساتھ کہ ان کو ضرور خلیفہ بنائے گا۔ الخ

اب شیعہ ہی سوچیں کہ حضرت علیؓ تو ثلاثہؓ کی خلافتوں کو موعودِ الٰہی اور برحق بتائیں مگر شیعہ انکار کریں کیا وہ اپنے ہی الفاظ اور فتویٰ کے مطابق منکرِ علیؓ بے ایمان اور لعنتی و دوزخی نہ بن جائیں گے؟ قرآن و سنت کے بعد فرمانِ علیؓ کی بھی تکذیب؟ شیعو! تم سے خدا سمجھے۔

خلاصۂ مرام یہ ہے کہ آیتِ استخلاف میں خاص صفت کے لوگوں سے کامیاب خلافت عادلہ کا وعدہ ہے۔ خدا کا وعدہ سچا ہونا یقینی ہے۔ اب بعد از پیغمبرؐ جو جماعتِ مہاجرینؓ خلافت سے سرفراز ہوئی ان کو مومن صالح اور خدا کے موعودہ خلفاء راشدین مان لیا جائے تو آیت سچی ہوتی ہے ورنہ نہیں۔

مطابقی جواب یہ ہے کہ حصولِ خلافت کے بجائے منجانب اللہ توثیقِ خلافت پر خلیفہ اوّل نے منکرین زکوٰۃ کے مقابلے میں آیتِ استخلاف سے استدلال کیا۔ چنانچہ کنز العمال ج ۵ کتاب الخلافۃ ص ۳۴۸ پر ہے۔ "حضرت ابوبکر صدیقؓ نے منبر پر حمد و ثنا کے بعد فرمایا۔ اللہ کی قسم میں خدا کے قانون کو نافذ کرتا رہوں گا اور خدا کی راہ میں جہاد کرتا رہوں گا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ ہم سے اپنا وعدہ پورا کر لے اور ایفاءِ عہد کر دے کہ ہم میں سے کچھ شہید ہو کر جنت میں پہنچیں اور بقایا اللہ کی زمین میں اس کے خلیفہ اور اسکے بندوں کے والی بنکر رہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہم سے فرمایا ہے اور اس کا فرمان جھوٹا نہیں ہو سکتا۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ الایۃ۔ کہ اللہ نے تم میں سے ایمانداروں اور نیکوں کے ساتھ وعدہ کیا ہے کہ وہ ان کو ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسے ان سے پہلوں کو بنایا تھا الخ

ایک اور جواب یہ ہے کہ آیتِ استخلاف وعدہ ہے۔ اور دلیلِ خلافت اَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ۔ (کہ صحابہؓ کی خلافت وغیرہ شوریٰ سے ہوگی) اور الائمۃ من قریش (خلفاء قریش سے ہوں گے) ہے۔ اور یہ دلیل خلفاء نے استعمال کی اور اپنی اہلیت پر یقیناً پڑھی (بخاری و مسلم ص ۱۱۹) جب دلیل سے مدعیٰ ثابت ہو گیا تو آیتِ استخلاف کے موعود لہم کو ان کے اوصاف کی روشنی میں پہچاننا آسان ہو گیا۔

اور یہی کچھ حضرت علیؓ نے کیا اور ان کو آیت کا مصداق بنایا۔

آیتِ استخلاف پر مطاعن مع جوابات

آیتِ استخلاف کا وعدہ چونکہ بالیقین حضرات ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علی رضی اللہ عنہم کے ذریعے مومنین صالحین کے ساتھ اللہ نے پورا کر دکھایا۔ اور ان کی خلافتِ راشدہ کی حقانیت آفتابِ نیمروز کی طرح واضح ہوگئی۔ اس لیے شیعہ حضرات نے اس کا انکار کرنے کے لیے بڑے جتن اور تحریفات کی ہیں ہم مختصراً ان کا رد کر دیتے ہیں۔

۱۔ وعدہ عام مومنین سے ہے تو ۳، ۴ خلفاء اس کا مصداق کیوں؟۔

جواب۔ کسی قوم کا نمائندہ جو کام کرے منصب سنبھالے۔ گفتگو کرے وہ اس قوم کی ہی سمجھی جاتی ہے۔ اللہ کا ارشاد ہے۔

"ہم چاہتے ہیں کہ ان لوگوں پر احسان کریں جو زمین میں کمزور سمجھے گئے اور ہم ان کو پیشوا (با اقتدار) بنائیں اور ہم ان کو زمین کا وارث بنائیں اور ہم ان کو زمین میں غلبہ و اقتدار دیں اور فرعون و ہامان کو اور ان کے لشکروں کو وہ زوال دکھا دیں جس کا اندیشہ کرتے تھے۔" (پ۲۰ ع۴)

حالانکہ پیشوا تو حضرت موسیٰؑ اور حضرت یوشع بن نونؑ وغیرہ انبیاءؑ ہوئے مگر نسبت سب بنی اسرائیل کی طرف کی گئی۔ اسی مفہوم میں کہا جاتا ہے۔ انگریز کی حکومت تھی، مسلم لیگ حکومت کرتی رہی۔ پیپلز پارٹی نے حکومت کی۔ حالانکہ حکمران ہر قوم کے چند افراد تھے۔

۲۔ غلبۂ دین کے لیے سلطنت یا حکومت کا ہونا خدا کی طرف سے شرط نہیں۔ قرآن میں ایک آیت بھی اس مطلب کی موجود نہیں کہ غلبۂ دین کے لیے ارضی حکومت ضروری ہے۔ جواب۔ بالکل غلط خیال ہے۔ آیتِ بالا سے اس کی تردید ہوئی۔ حضرت موسیٰؑ کے دین کا غلبہ اقتدارِ بنی اسرائیل اور ہلاکتِ فرعون سے ہی ہوا۔ سورت انبیاء میں ہے۔ "ہم نے زبور میں بھی ذکر (تورات) کے بعد

یہ پیشین گوئی کی گئی تھی کہ ارض (مقدس) کے وارث میرے نیک بندے ہوں گے۔"

چنانچہ مختلف انبیاء کے بعد حضرت عمرؓ کے دور میں مسلمان وارث ہوئے۔ اور ارضی حکومت کا وعدہ پورا ہوا۔ مہاجرین مظلومین کے بارے میں ارشاد ہے۔

"ان کو اگر ہم اقتدار دیں گے زمین میں تو نماز قائم کریں گے۔ زکوٰۃ دیں گے۔ نیک باتوں کا حکم دیں گے۔ برے کاموں سے روکیں گے۔ (حج)

مہاجرین مظلومین کو اقتدار ملا، یقیناً خلفاءِ اربعہ کو حکومتِ ارضی ملی تو مندرجہ بالا کام نصِ قرآنی کے مطابق یقیناً انہوں نے کیے اور وہ خدا ہی کے موعود اور بنائے ہوئے کامیاب خلیفہ تھے۔ سب امت بخوشی ان کی فرمانبردار اور مطیع تھی۔

۳۔ یہ وعدہ عہدِ رسالت میں پورا ہو گیا۔ خلفاء ثلاثہ کے عہد سے متعلق نہیں

جواب۔ جب خطابِ جمع صحابہ کرامؓ سے ہے تو عہدِ نبوی کی تخصیص کیوں؟ یہ تو الفاظ کا ہی انکار ہوا۔ ہاں اگر کسی مفسر نے عہدِ نبوی میں ایفاء کا آغاز (فتح مکہ کے بعد سے) بتایا ہے۔ جیسے سگنل کے پاس سے گاڑی کو آتا دیکھ کر بصیغۂ ماضی کہا جاتا ہے۔ "گاڑی آگئی" حالانکہ مکمل آمد اور فائدہ (دو چار منٹ بعد حاصل ہوگا) اسی طرح وعدہ خلافت و تمکین اور تبدیلی خوف کی تکمیل خلفاءِ راشدین کے عہد میں ہوئی۔

۴۔ وعدہ عام امت کے مومنین سے ہے۔ صحابہؓ سے خاص نہیں۔

جواب۔ لفظ منکم تو خصوصیت ہی چاہتا ہے۔ تاہم امت کے مومنین میں صحابہ کرامؓ سب سے اول ہیں اور وہی كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ کا پہلا مصداق ہیں۔ تو اس تاویل پر بھی ان کی حکومت موعودہ الٰہی اور برحق سمجھی جائے گی۔

۵۔ اقتدار ارضی تو یزید اور ولید جیسے فاسق و فاجر اشخاص کو بھی ملا تو ان پر آیات کے اوصاف کیوں صادق نہیں آتے۔ جواب۔ مراد تو خلافتِ ارضی ہی ہے۔ مگر یہ مومنین صالحین کے ساتھ ہی خاص ہے۔ اور وہ پورا ہو کر رہا۔

اس کے بعد اگر فاجر برسرِ اقتدار آیا تو وہ اس آیت کے تحت نہ آئے گا کیونکہ اس نے اس نعمت کا کفران کیا۔ جیسے صحابہ کرامؓ کی خلافت کو برحق نہ ماننے والے وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ (جو اس نعمت کے پورا ہونے کے بعد انکار کرے وہ فاسق ہے۔) کا مصداق شیعہ ہوئے۔

۶۔ آیتِ استخلاف میں تمام دنیا پر حکومت دینے کا وعدہ ہے یا بعض حصے کا۔ اگر تمام دنیا میں مراد ہے تو خلافِ واقعہ ہے۔ کیونکہ ایسا بالکل نہیں ہوا اور اگر بعض حصہ مراد ہے تو عہدِ رسالت میں یہ وعدہ پورا ہو گیا۔ حکومتِ ثلاثہ کے لیے استدلال عبث ہوا۔ **جواب**۔ اس سے مراد اتنے مقام پر غلبہ و اقتدار ہے۔ جس کے ہوتے ہوئے تمام دنیا میں مدِمقابل اور اسلام کو مٹا دینے والی طاقت موجود نہ ہو۔ چنانچہ اس وقت کی دو بین الاقوامی طاقتیں کسریٰ (ایران) اور روم مسلمانوں کے ہاتھوں تباہ ہوئیں اور ان کے وقوع کی پیشینگوئی نبوت کے معجزات اور صداقت پر دلیل بنی۔ شیعہ سنی روایاتِ سیرت میں صراحت ہے کہ حضور علیہ السلام کی پیدائش کے وقت آتشکدہ ایران بجھ گیا۔ محل میں زلزلہ آیا اور ۱۴ کنگرے گر گئے۔ مائی آمنہ فرماتی ہیں کہ ایک نور مجھ سے صادر ہوا۔ اس میں شام اور قیصرِ روم کے محلات کو میں نے دیکھا۔ کتب شیعہ میں حدیث صخرہ متواتر ہے کہ خندق کی کھدائی کے موقعہ پر حضورؐ نے یمن اور پھر کسریٰ اور روم کے محلات دیکھے تو فرمایا مجھے ان کی چابیاں یعنی ان کی فتوحات دے دی گئیں تو خدا کا موعودہ اقتدار و استخلاف تمام بڑی حکومتوں کو زیر کرنے اور دنیا پر دھاک بٹھانے سے تھا۔ سو بحمداللہ وہ خدا و رسولؐ کی پیشینگوئی کے مطابق پورا ہو گیا۔ اور آیت اظہارِ دین سے بھی یہی مراد تھا گو وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ وَ الْكٰفِرُوْنَ کی پیشینگوئی کے مطابق شیعہ نے ناپسند کر کے کفر و شرک کا فتویٰ قرآن سے حاصل کر لیا۔

اس جواب کو سائل کے اس پیراگراف پر ہم ختم کرتے ہیں جو اس نے

۱۲ اماموں کے نام قرآن میں نہ ہونے کے جواب میں کہا ہے۔

" میرا جواب یہ ہے کہ دنیا کا قانون دان طبقہ اس طریقہ بیان پر متفق ہے اور یہی اسلوب تمام آئینی اور قانونی کتب کی تدوین میں رائج ہے کہ ریاست کے سربراہ کے کوائفِ اہلیت و معیار تو درج ہوتے ہیں مگر کسی حکمران کی نامزدگی نہیں کی جاتی بلکہ مطلوبہ شرائط کا حامِل فرد اس عہدہ کا اہل قرار دے دیا جاتا ہے، اب جبکہ قرآن کو عالمگیری قانونِ کتاب کی حیثیت حاصِل ہے لہٰذا اس میں بھی یہی طریقہ اختیار کیا گیا ہے کہ خلیفہ کی خصوصیات بیان کر دی گئی ہیں اب یہ امت کی ذمہ داری ہے کہ حقیقی طور پر متصف شخص کو خلیفہ تسلیم کرے۔ (شیعہ مذہب حق ہے ص۱۸۲) جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے۔ الحمدللہ خود شیعہ کی زبانی ۱۲ آئمہ کی منصوص امامت کا بطلان ظاہر ہو گیا۔ حکمران کو مخصوص صفات کے تحت خلیفہ تسلیم کرنا اور چلنا امت کی ذمہ داری ہو گی۔ یہی کچھ آیتِ استخلاف کے تحت اہلِ سنت کہتے ہیں کہ نہ خلفاء کی نامزدگی کی حاجت تھی نہ اس آیت کو پڑھنے کی، خلافت کرنے کے بعد خود بخود اس آیت کا مصداق بن گئے۔ جیسے کوئی بھی جمہوری حکمران مسودہ قانون پڑھ کر خود کو اس کا مصداق نہیں بناتا بلکہ جائز حکومت کر چکنے کے بعد اسے ملکی قانون کے تحت اعلیٰ اور کامیاب حکمران گنا جاتا ہے۔

سوال ۵۔ حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ الآیۃ الیٰ قَانِتِیْنَ۔ یعنی تمام نمازوں کی عموماً اور درمیانی نماز کی خصوصاً حفاظت کرو اور اللہ کے آگے قنوت میں کھڑے رہو۔ حکم قرآن مجید میں موجود ہے لیکن جب سنی المذہب کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہیں تو وہ ہمیں قنوت میں کھڑا نظر نہیں آتا۔ بتائیے، آپ کی نماز قرآن کے مطابق کیوں نہیں پڑھی جاتی۔ واضح ہو کہ حکمِ قرآن کی تنسیخ صرف آیتِ قرآنی سے ہو سکتی ہے۔

جواب۔ قانت کے لغوی معنی ہمیشہ فرمانبردار، اطاعت گذار کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والے کے ہیں۔ (مصباح اللغات ص۷۰۹) یہاں یہی معنیٰ لغوی ہیں کہ اللہ کے سامنے عبادت و خشوع میں کھڑے رہو۔ آیت کا یہ معنیٰ ہرگز نہیں کہ ہاتھ اٹھا کر

ایک خاص قسم کی دعا جس کا نام شیعہ اصطلاح میں دعائے قنوت ہو۔ وہ پڑھا کرو۔ اور جو دعا نہ پڑھے اس کی نماز پر طعن کرو۔ یہ قرآن کے عام مفہوم پر ناجائز اضافہ ہے۔ جس کی اجازت کسی دانشمند کو نہیں ہے۔ قنوت و قانت بھی عبادت و فرمانبردار مندرجہ ذیل ۵ آیاتِ قرآنی میں استعمال ہوا ہے۔

۱۔ كُلٌّ لَّهُ قَانِتُونَ پ۱	اور سب اسی کے فرمانبردار ہیں۔
۲۔ يَا مَرْيَمُ اقْنُتِي لِرَبِّكِ وَاسْجُدِي پ۳ ع ۱۲	اے مریم! تو اپنے رب کی خالص عبادت کرو اور سجدہ کرو۔
۳۔ وَمَن يَقْنُتْ مِنكُنَّ لِلَّهِ وَرَسُولِهِ وَتَعْمَلْ صَالِحًا نُّؤْتِهَا أَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ پ۲۲ پہلی آیت	(اے نبیؐ پاک کی بیویو!) اور تم میں سے جو اللہ اور اس کے رسولؐ کی فرمانبرداری کرے گی اور نیک عمل بجا لائے گی تو ہم اس کو اس کا اجر بھی دہرا دیں گے۔
۴۔ وَكَانَتْ مِنَ الْقَانِتِينَ (پ۲۸ آخری آیت)	اور وہ (مریمؑ) اطاعت گذاروں میں سے تھی۔
۵۔ أَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ آنَاءَ اللَّيْلِ سَاجِدًا وَقَائِمًا يَحْذَرُ الْآخِرَةَ وَيَرْجُو رَحْمَةَ رَبِّهِ (پ۲۳ ع ۱۴)	آیا وہ (عثمانؓ) جو رات کی گھڑیوں میں سجدہ میں اور کھڑے کھڑے خلوص سے دعا کرنے والا ہو اور آخرت سے ڈرتا ہو اور اپنے پروردگار کی رحمت کا امید وار ہو۔

شیعہ ترجمہ مقبول کی روشنی میں قانت کا معنیٰ۔ اطاعت گذار فرمانبردار یا رکوع و سجود میں دعا کرنے والا واضح ہے۔ کھڑے ہو کر ہاتھ اٹھا کر قنوت خاص پڑھنے والا ترجمہ کہیں نہیں ہے۔ جبکہ اہلِ سنت قیام میں ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ پڑھتے ہیں جو دعا اور معنیٰ قنوت ہے۔ وتر کی نماز میں خاص دعائے قنوت بھی پڑھتے ہیں تو ان کی نماز خلافِ قرآن ہرگز نہیں۔ نیز قُومُوا لِلّٰهِ قَانِتِينَ۔ قیام سے حال واقع ہوا ہے۔ قیام فعل بدنی ہے۔ تو قنوت کا معنیٰ زبانی دعا کے بجائے بدن کی

عاجزی اور اطاعت مراد لی جائے تو گرامر کا تقاضہ زیادہ پورا ہوتا ہے۔

یہ کہنا کہ مسلم و مشکوٰۃ میں قنوت کا ذکر ہے کہ "حضورؐ قنوت پڑھتے تھے اور اہلِ سنت قرآن و سنت کی مخالف نماز پڑھتے ہیں" ایک پر فریب اور مبنی بر خیانت حوالہ ہے۔ یہاں بابِ قنوت میں صرف یہ ذکر ہے کہ ایک مرتبہ قبیلہ ہذیل۔ مضر نے دھوکہ دیا کہ ۷۰ قرا صحابہ کرامؓ کو لے جا کر شہید کر دیا۔ تو آپ بعد از رکوع ان پر مہینہ بھر بد دعا کرتے رہے۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ آیت اتار کر روک دیا۔ اور آپؐ نے قنوت چھوڑ دی۔ تو یہ قانون کُلی نہ ہوا کہ ہمیشہ پڑھو چنانچہ مشکوٰۃ ص۱۱۴ ہی میں یہ حدیث ہے کہ ابو مالک اشجعی نے اپنے باپ سے پوچھا ابا جان! آپ نے حضور علیہ السلام، حضرت ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ اور یہاں ۵ سال کوفہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہم کے پیچھے نمازیں پڑھی ہیں۔ کیا یہ سب (صبح کی) نماز میں قنوت پڑھتے تھے؟ تو فرمایا نہیں اے بیٹے یہ بدعت ہے۔ (ترمذی، نسائی ابن ماجہ)

سوال ۶۔ اتقان ج ۱ ص۲۰۶ پر علامہ سیوطیؒ نے لکھا ہے کہ حضرت عثمانؓ نے اقرار کیا کہ ان کے جمع کردہ قرآن میں غلطیاں ہیں مگر ان کی تصحیح خود عرب ہی کر لیں گے۔ جواب دیجیے اس قول کی موجودگی میں قرآن کو غلطیوں سے پاک ماننے کا عقیدہ آپ کے مذہب کے مطابق کس طرح درست ہوا۔ **جواب۔** قرآنِ پاک کے صحیح محفوظ اور غلطیوں سے پاک ہونے کی مفصل ابحاث گذر چکی ہیں۔ جمع قرآن صدیق اکبرؓ اور فاروقِ اعظمؓ کا کارنامہ ہے۔ حضرت عثمانؓ کا کارنامہ اس نسخہ کی کئی کئی نقلیں کرا کر تمام صوبوں میں بھجوانا اور شائع کرانا ہے۔ اور تمام کو ایک ہی قرآن لغتِ قریش والے پر جمع کرنا ہے۔ آپؓ کا سابقہ فرمان اسی کثرتِ کتابت اور متعدد نسخے نقل کرنے کے بارے میں رسم الخط میں اختلاف کی وجہ سے ہے۔ کہ اس میں رسم الخط کی با ہڑ امدہ ہونے کی کوئی غلطی رہ گئی ہے۔ یا غیر لغتِ قریش پر کوئی لفظ لکھا گیا ہے حالانکہ وہ بھی وحی ہے۔ تو اہلِ عرب جو اہلِ زبان ہیں درست کر لیں گے اور صحیح لغتِ قریش

پر پڑھا کریں گے۔ چنانچہ علامہ سیوطیؒ کی اصل عبارت یہ ہے۔

"ابوعبیدہ نے کہا کہ ہم سے حجاج نے بواسطہ ہارون بن موسیٰ بیان کیا کہ مجھے زہیر بن الحارث نے بواسطہ عکرمہ خبر دی۔ عکرمہ نے کہا جس وقت مصاحف لکھے جانے کے بعد حضرت عثمانؓ کے سامنے پیش ہوئے تو ان میں سے کچھ الفاظ (بطورِ فرقِ کتابت جیسے صلوٰۃ، صلاۃ دونوں طرح لکھا جاتا ہے۔ یا قدیم اردو میں 'ہی' یائے معروف سے لکھ کر 'ہے' یائے مجہول سے آج کل کی طرح پڑھا جاتا ہے) غلط پائے گئے۔ حضرت عثمانؓ نے کہا ان کو نہ بدلو۔ کیونکہ عرب کے لوگ ان کو خود بدل لیں گے۔ (یعنی صحیح پڑھیں گے) کاش کہ اگر (مصحف کا) لکھنے والا قبیلہ ثقیف کا اور املاء کرانے والا قبیلہ ہذیل کا شخص ہوتا تو اس مصحف میں یہ حروف (غلط) نہ پائے جاتے۔" (رجوع الہ شیعہ مذہب حق ہے ص۱۰۲) فرمایئے اس میں کیا عیب کی بات ہے۔ یہ تو طریقِ کتابت میں فرق کا اظہار ہے کہ فلاں کاتب ہوتا تو ایسا نہ لکھتا۔ یہ کوئی عیب کی بات نہیں آج کے ترقی یافتہ دور میں بھی کاتب سینکڑوں غلطیاں کرتے ہیں اور طریقِ کتابت مختلف ہے مگر پڑھنے اور لہجے میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ محنت سے پروف ریڈروں کی تصحیح کے بعد بھی کئی اغلاط چھپ جاتی ہیں۔ جیسے ایک شیعہ ادارہ چاند کمپنی لاہور کا مطبوعہ مصحہ از امامیہ قرأت کالج کا نسخہ ۵۰۳/الف بیسیوں لفظی اغلاط پر شاہدِ عدل ہے۔ مگر اس بے احتیاطی اور غلطی سے نفسِ قرآن کو غلط۔ محرف یا ناقابلِ اعتبار نہیں کہا جا سکتا۔ کیونکہ عہدِ نبویؐ سے تا ہنوز لاکھوں سینوں میں زبر زیر کی کمی بیشی کے بغیر قرآن محفوظ و صحیح چلا آ رہا ہے۔

سوال ۷: آپ حضرات کو امام مہدی کی غیبت پر اعتراض ہے۔ بتایئے شیطان غائب ہے یا ظاہر، اگر غائب ہے تو معلوم ہوا کہ وہ عالمِ غیبت میں گمراہی پھیلاتا ہے۔ لہٰذا جواب دیجیے کہ جب عالمِ غیبت میں گمراہی پھیلائی جا سکتی ہے تو ہدایت کا سلسلہ کیوں جاری نہیں رہ سکتا؟ **جواب** ۔ سبحان اللہ۔ یہ شیطانی قیاس بھی

شیعہ ہی کو زیب دیتا ہے۔ ایک مسلمان تو یہ تصور نہیں کر سکتا کہ امام کا قیاس شیطان پر کرے۔ کیا امام شیطان کا جانشین و فرمانبردار ہوتا ہے یا انبیاء کا؟ اگر انبیاء کا خصوصاً نبی آخر الزمان علیہ السلام کا ہے۔ تو وہ علانیہ ہدایت کا سلسلہ پھیلاتے تھے۔ غاروں میں اور غائبانہ چھپ چھپا کر ہدایت و تبلیغ نہیں کرتے تھے۔ بارھویں امام مہدی صاحب العصر والغار اگر اس پیغمبرؐ کے جانشین ہیں تو ان کو اپنے سابق ۱۱ آئمہ (عندالشیعہ) کی طرح غار میں نہیں علانیہ عوام میں تبلیغ و ہدایت کرنی چاہیے۔ شیطان پر قیاس کئی لحاظ سے باطل ہے۔

۱۔ شیطان جن ہے۔ امام انسان ہوتا ہے۔ ۲۔ شیطان ناری لطیف جسم ہے۔ جو نظر نہیں آ سکتا۔ امام کا کثیف البدن انسان اور دکھائی دینا ضروری ہے۔ ۳۔ شیطان لاکھوں کروڑوں ہیں۔ امام غائب صرف ایک ہے۔ ۴۔ شیطان بنصِ قرآنی تیز نگاہ اور بدن میں سرایت والا ہے۔ اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ پ۸۔ کہ شیطان اور اس کی جماعت تم کو وہاں سے دیکھتی ہے جہاں تم ان کو نہیں دیکھ سکتے۔ بے شک ہم نے شیطانوں کو بے ایمانوں کا دوست بنایا ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ شیطان انسان میں ایسے سرایت کر کے چلتا ہے۔ جیسے خون انسان میں چلتا ہے۔ تو یہ تیز نگاہی و تصرف انبیاءؑ و اولیاءؒ کو بجز خاص موقع پر کرامت و معجزہ کے حاصل نہیں ہے۔ ۵۔ شیطان دل میں وسوسہ چوکا اور ابھار کے ساتھ گمراہی پھیلاتا ہے۔ جبکہ انبیاء کرامؑ اور آئمہ دینؒ زبانی تعلیم و تلقین اور مجاہدانہ تزکیہ نفوس سے فریضۂ ہدایت سرانجام دیتے ہیں تو دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہوا۔ غائبانہ۔ قرآن و سنت کے علاوہ۔ ہدایت نہ پھیلنے کی عقلی وجہ یہ ہے کہ پھر دنیا میں اختلافِ مذاہب نہ ہوتا جیسے عہدِ نبوی میں مسلمانوں میں نہ تھا اور شیعہ کے خیال میں عہدِ آئمہ میں نہ تھا۔ ایک ہی مذہب سب شیعوں کا تھا۔ مگر اب زمانے کے امامِ غائب کے دور میں شیعوں کے متعدد اصولی فرقے ہیں۔

امامت میں اختلاف کی وجہ سے ایک دوسرے کی تکفیر کرتے ہیں۔ اگر امام ہدایت کر سکتے تو شیعوں کو ہی ایک مذہب پر جمع کر دیتے اور سفاک خمینی سے تخت امامت چھین کر فریضہ ہدایت خود سر انجام دیتے۔

آمد مہدیؒ اہلِ سُنت کے عقیدہ میں

حضرت امام مہدیؒ کے متعلق اہلسنت والجماعت کا متفقہ عقیدہ یہ ہے کہ وہ علامات قیامت میں سے ہیں۔ وہ پیدا ہو کر بڑے ہوں گے۔ پھر خاص موقعہ پہ حج میں ظاہر ہو جائیں گے۔ یہ کہنا غلط ہے کہ وہ پیدا ہو کر دشمن کے خوف سے غار میں چھپ گئے ہیں اور تمام دنیا کا کارخانہ ان کی زیرِ نگرانی چل رہا ہے۔ گویا خدائے قیوم کی ڈیوٹی وہ دے رہے ہیں۔ رہا حضرت عیسیٰؑ سے تقابل تو وہ صرف انتظار و آمد کی حد تک ہے۔ کہ دونوں کے آنے کی انتظار ہے۔ حضرت عیسیٰؑ تو دورِ نبوت گذار کر آسمانوں پہ زندہ بجسدِ عنصری اٹھائے گئے۔ پھر اتر کر خدمتِ اسلام محمدی کریں گے۔ چونکہ حضرت مہدیؒ نے عہدِ امامت ابھی نہیں پایا۔ نہ خلقِ خدا کی اصلاح و راہنمائی ان سے وابستہ ہوئی تو غار میں زندہ مبارک وجود ماننا ایک لغو عقیدہ ہوا۔ ہاں حضرت عیسیٰؑ کی طرح ان سے ہدایت یوں وابستہ ہے کہ جیسے آپ کے نزول پہ تمام یہود و نصاریٰ یا ان سے لڑ کر مر جائیں گے۔ یا پھر عیسوی کلمہ چھوڑ کر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے اسلامی کلمۂ نجات میں پناہ لیں گے۔ اسی طرح حضرت مہدیؒ کے منتظر روافض بناوٹی کلمہ ولایت چھوڑ کر یا سیدھے مسلمان ہو جائینگے۔ یا پھر شیعہ روایات کے مطابق ۳۱۳ مومنین کو چھوڑ کر باقی سب آپ کے ہاتھوں واصلِ جہنم ہوں گے۔ زندہ ہونے میں حضرت خضرؑ سے مشابہت دینا کوئی دلیل نہیں کیونکہ یہ قیاس محض ہے۔ پھر حضرت خضرؑ کی زندگی کوئی منصوص اجماعی یا متفقہ نہیں صرف بعض صوفیاء کا خیال ہے۔

سوال ۸: کیا آپ کسی معتبر تاریخی حوالہ سے یہ بات ثابت کر سکتے ہیں کہ جب

حضرات شیخین نے جنازہ رسولؐ بلا دفن چھوڑ کر سقیفہ بنی ساعدہ روانہ ہونے کا ارادہ کیا تھا تو انہوں نے حضرت علیؓ یا حضرت عباس بن عبدالمطلب کو اپنے عزائم سے آگاہ کیا اگر جواب اثبات میں ہے تو ثبوت فراہم کریں۔

جواب۔ حضرت ابوبکرؓ کی بیعت دو مرتبہ ہوئی۔ ایک پیر کے دن جو اتفاقیہ ہوئی۔ نہ اپنا ارادہ تھا نہ کسی کو بلایا تھا۔ دوسری بیعتِ عامہ جو منگل کے دن مسجدِ نبویؐ میں منبر پہ ہوئی (ریاض النضرۃ ص۲۰۸) اس میں حضرت طلحہ، زبیر علیؓ، عباس رضی اللہ عنہم سب حضرات نے برضا و رغبت شرکت کی تھی۔ دونوں باتیں تاریخ سے ثابت ہیں۔ ابن شہاب زہری کا بیان ہے کہ سب صحابہ کرامؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کھود رہے تھے۔ اچانک ایک شخص نے آکر دروازہ کھٹکھٹایا اور حضرت عمرؓ کو بلایا۔ حضرت عمرؓ نے کہا۔ ہم تو کام میں مصروف ہیں تیرا کیا کام ہے۔ وہ کہنے لگا آپ ضرور اٹھ کر آئیں۔ ان شاء اللہ جلدی واپس آ جائیں گے۔ حضرت عمرؓ اس کے پاس آئے تو کہنے لگا انصار کا یہ قبیلہ سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہے۔ سعد بن عبادہؓ اور ان کے سرکردہ لوگ موجود ہیں۔ وہ کہتے ہیں ایک ہم میں سے امیر ہو ایک مہاجرین میں سے۔ مجھے تو فتنہ اٹھنے کا اندیشہ ہے اے عمرؓ! خوب سوچ لو اپنے بھائیوں کو بتلا دو اور اپنی تدبیر کر لو۔ کیونکہ میں فتنے کا دروازہ دیکھ رہا ہوں اگر اللہ اسے بند نہ کرے۔ حضرت عمرؓ گھبرا گئے اور اس خبر سے پریشان ہوئے۔ پھر آپؓ اور حضرت ابوبکرؓ فوراً بنو ساعدہ کی طرف چل پڑے اور مہاجرین کی جماعت کو ساتھ نہ لیا جس میں حضرت علی اور فضل بن عباسؓ حضورؐ کے رشتہ دار تھے جو بحکم نبویؐ و صدیقؓ غسل و تکفین کا بندوبست کر رہے تھے۔ (ریاض النضرۃ ج۱ ص۲۱۳) بخاری ج۲ ص۱۰۰۷ پر بھی دونوں بیعتوں کا ذکر ہے۔

یہاں سے معلوم ہوا کہ شیخین بھی کارِ تدفین میں مشغول تھے۔ سقیفہ میں جانے اور انتخابِ خلافت کا کوئی ارادہ و پروگرام نہ تھا۔ انصار کے اچانک اجتماع کی خبر سن کر آپؓ حالات کا جائزہ لینے اور پھر قابو پانے کے لیے گئے اس لیے اور

مہاجروں کو بھی بشمول حضرت علیؓ و اقارب رسولؐ نہ اطلاع دی نہ ساتھ لیا۔ کیونکہ اگر انہیں یہ لگاتے تو انصار خلیفہ چن لیتے۔ نہ معلوم پھر کیا حادثہ ہوتا اور اگر ان مہاجرین اور ذوی القربیٰ کو اجتماعی شکل میں ساتھ لے جاتے تو تصادم کا قوی امکان تھا۔ شیخینؓ نے چند منٹ میں حالات پر قابو پالیا۔ مگر انصارؓ کی امید قطع کرنے اور جڑ کاٹنے کے لیے یہ مناسب جانا کہ کسی مہاجر کے ہاتھ پر بیعت کر لی جائے۔ حضرت عمر و ابو عبیدہؓ کا نام پیش کیا۔ وہ دونوں حضرات پیچھے ہٹ گئے کہ جس قوم میں ابو بکرؓ موجود ہوں۔ جن کو حضورؐ نے اپنے مصلیٰ پر امام بنایا ــ عمر و ابو عبیدہؓ امام نہیں بن سکتے۔ پھر حضرت عمرؓ نے کمال عقلمندی، ہوشیاری اور جرأت سے ابو بکرؓ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ پھر ابو عبیدہؓ کے بعد تمام انصار نے ٹوٹ کر بیعت کی۔ اور سعد بن عبادہؓ کو کسی نے نہ پوچھا۔ یہ ہے مختصر قصہ جو پہلے مذکور ہو چکا ہے۔ شیخینؓ کی حکمت عملی نے نہ صرف بڑے فتنے کو بند کر دیا بلکہ خلافت کو انصارؓ سے مہاجرینؓ میں لاکر حضرت علیؓ تک پہنچایا۔ اگر آپؓ نہ جاتے تو مہاجروں کو، پھر حضرت علیؓ کو کیسے خلافت ملتی؟ شیعہ کے بغضِ شیخینؓ پر ہزار افسوس ہوتا ہے کہ اپنے محسن کے ناشکرے ہیں ؎

چشمِ حسود کہ برکندہ باد　　　عیب نماید ہنرش در نظر

اس ہنگامی محفل میں حضرت علیؓ و عباسؓ کو نہ بلانے کی معذوری واضح ہے ہاں اعتراض تب ہوتا کہ منگل والی بیعتِ عامہ۔ جس میں تمام مہاجرینؓ نے مسجد میں آپؓ کے ہاتھ پر بیعت کی ــ میں آپؓ کو نہ بلایا جاتا۔ مگر تاریخ شاہد ہے۔ ہم نے ص۲۴ پر سوال ۷۸ کے جواب میں بیہقی، مستدرک حاکم، کنز العمال وغیرہ کتبِ حدیث کے حوالے سے ثابت کر چکے ہیں کہ حضرت علیؓ وغیرہ سب کو حاضر کیا گیا۔ انہوں نے کل کی غیر حاضری کا شکوہ بھی کیا۔ حضرت صدیقؓ نے معذرت کر کے یہ اختیار بھی دے دیا کہ تم جس کو اب چاہو خلیفہ چن لو، مگر زبیرؓ و علیؓ نے بیک آواز کہا۔ ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں۔ کیونکہ آپ یارِ غارِ رسولؐ ثانی اثنین،

قدیم مصاحب اور حضورؐ کے بنائے ہوئے امام ہیں۔ مراجعت کر لی جائے۔ اب جو شخص یہ کہتا ہے کہ حضرت علیؓ نے بیعت نہیں کی یا ناخوشی سے کی وہ تمام صحابہؓ کے اتفاق کے مقابلہ میں حضرت علیؓ کی شان اور بے لوث کردار کو داغدار کر رہا ہے کہ آپؓ طالبِ اقتدار تھے مسلمانوں کے اتفاق و اتحاد کے مخالف تھے۔ (معاذ اللہ)

آخر میں شیعی اصول پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ حضرت علیؓ و اہلِ بیتؓ باقاعدہ خلافت کی فکر میں تھے۔ اگر حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ کو اچانک کسی کے بلانے پر سقیفہ بنو ساعدہ میں جانا پڑا اور فتنہ دب جانے کی نیت سے بادلِ نخواستہ حضرت ابو بکرؓ نے بعض مہاجرینؓ کے اصرار پر بیعت لی اور سب انصارؓ بھی متفق ہو گئے۔ تو حضرت علیؓ اور آپؓ کے حامی زبیرؓ۔ عباسؓ بنو ہاشم جنازہ رسولؐ بیتِ عائشہؓ میں چھوڑ کر باقاعدہ پروگرام سے بیتِ فاطمہؓ میں اکٹھے ہوئے۔ فتح الباری شرح بخاری میں حضرت امام مالکؒ سے روایت ہے۔

وان علیا والزبیر ومن کان معهما تخلفوا فی بیت فاطمة بنت رسول الله

کہ حضرت علی و زبیرؓ بمعہ اپنے ساتھیوں کے حضرت فاطمہؓ کے گھر میں جمع ہوئے اور تاریخ طبری ص۱۸۲ میں ہے کہ حضرت علیؓ (کچھ دیر) پیچھے رہے تو حضرت زبیرؓ نے تلوار سونت لی کہ جب تک علیؓ کی بیعت نہ کی جائے میں نیام میں نہ کروں گا۔

علامہ شبلیؒ الفاروق ص۱۱۶ پر اسی بحث میں لکھتے ہیں۔ "سقیفہ میں حضرت علیؓ کا نہ جانا اس وجہ سے نہ تھا کہ وہ آں حضرتؐ کے غم و الم میں مصروف تھے اور ان کو ایسے پر درد موقع پر خلافت کا خیال نہ آسکا تھا بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ سقیفہ میں مہاجرینؓ و انصارؓ جمع تھے اور ان دونوں گروہ میں سے کوئی حضرت علیؓ کے دعویٰ کی تائید نہ کرتا۔ کیونکہ مہاجرین حضرت ابو بکرؓ کو پیشوا تسلیم کرتے تھے۔ اور انصار کے رئیس سعد بن عبادہؓ تھے۔"

راقم نے ان کو بطورِ الزام نقل کیا ہے ورنہ ان کو اتنا اہم نہیں جانتا منگل والی بیعتِ صدیقی میں تمام مہاجرین بنو ہاشم بمعہ طلحہؓ و زبیرؓ اور انصار کی بخوشی بیعت

کر لینے پر یقین رکھتا ہوں جیسے اسی کتاب میں مفصّل گذرا۔

سوال ۹: قرآن مجید کے پانچویں پارے کی ابتداء میں آیتِ متعہ موجود ہے۔ آپ کا پرچار ہے کہ متعہ زنا ہے۔ مہربانی کر کے آیت میں مستعمل لفظ "متعہ" کا ترجمہ انہی معنوں میں کیجیے۔ **جواب:** پرچار کا مفہوم تو آیات تمتع و استمتاع کی روشنی میں حاضر ہے۔ مگر لفظِ "متعہ" کا ترجمہ زنا کسی سنی نے نہیں کیا۔ نہ دعویٰ کیا ہے۔ کیونکہ لفظ متعہ۔ استمتاع۔ تمتع کا لغوی معنیٰ نفع اٹھانا ہے۔ بلا نکاح و گواہ وقت اور فیس مقرر کر کے مرد و عورت جو نفع اٹھائیں گے وہ عندالشیعہ متعہ کا ثواب اور مسلمانوں کے نزدیک حکماً زنا ہوگا۔ اور سلیم الفطرت، غیر تمند اس عارضی من پسند تعلق کو زنا ہی کہے گا۔ کیونکہ بدکاری کے اڈوں میں اسی قسم کا کاروبار ہوتا ہے۔ ہر قسم کے ناجائز تمتع اور استمتاع کرنے والوں کا انجام۔ زانیوں کی طرح۔ خدا نے یہ بیان فرمایا ہے۔

١۔ قُلْ تَمَتَّعُوْا فَاِنَّ مَصِيْرَكُمْ اِلَى النَّارِ۔ پ ١٣

آپ فرمایئے متعہ حاصل کر لو۔ بیشک تمہارا ٹھکانا تو دوزخ ہی ہے۔

٢۔ قُلْ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ قَلِيْلًا اِنَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ۔ پ ٢٣

فرمایئے۔ اپنے کفریہ مذہب کی وجہ سے تو تمتع تھوڑی دیر کر لے۔ بیشک تو دوزخی ہے۔

٣۔ رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ وَّ بَلَغْنَا اَجَلَنَا الَّذِیْ اَجَّلْتَ لَنَا قَالَ النَّارُ مَثْوٰىكُمْ۔ پ ٨

اے ہمارے پروردگار ہم میں بعض نے بعض کے ذریعے نفع پایا۔ اور ہم اس مدت کو پہنچ گئے جو تو نے ہمارے لیے مقرر فرمائی تھی۔ خدائے تعالیٰ فرمائے گا۔ جہنم تمہارا ٹھکانا ہے۔ (ترجمہ مقبول)

٤۔ فَاسْتَمْتَعُوْا بِخَلَاقِهِمْ فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِخَلَاقِكُمْ كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ بِخَلَاقِهِمْ ..... اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ

فِی الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ۔ پ ١٠ع ١٥

پس انہوں نے اپنے حصّے سے نفع اٹھایا اور تم نے اپنے حصے سے ویسے ہی نفع اٹھایا جیسے کہ تم سے پہلے والوں نے اپنے حصّے سے نفع اٹھایا تھا...... انہی کے اعمال دنیا اور آخرت میں بیکار رہے۔ اور وہی نقصان اٹھانے والے ہوں گے۔ (ترجمہ مقبول)

٥۔ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَتَمَتَّعُوْنَ وَيَاْكُلُوْنَ كَمَا تَاْكُلُ الْاَنْعَامُ وَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ۔ پ ٢٦

اور جو لوگ کافر ہیں وہ تمتع کرتے ہیں اور جانوروں کی طرح کھاتے ہیں، آگ ان کا ٹھکانا ہے۔

پانچویں پارے کی آیت کا ترجمہ یہ ہے۔ محرمات کے علاوہ عورتیں تمہارے لیے (نکاحِ دائمی) میں حلال ہیں۔ بشرطیکہ چاہو اپنے حق مہر کے بدلے دائمی قید میں لاتے ہوئے نہ صرف پانی نکالنے کے لیے۔ پس بیویوں کے جس عضو سے تم فائدہ اٹھالو تو ان کو مقررہ حق مہر ادا کر دو۔" تو اس میں لفظ استمتعتم کا ترجمہ وہی فائدہ اٹھانا ہے۔ جو آیت ٣، ٤ میں مولوی مقبول شیعہ نے کیا ہے۔ یا سب آیات میں لغوی معنیٰ مراد لو یا سب جگہ اصطلاحی متعہ لے کر جہنمی ہونیکا نتیجہ سن لو۔

سوال ١٠: قرآن کی اس آیت کا نشان بتایئے جس میں حکم ہو کہ ماتمِ شبیرؓ کرنا حرام ہے۔ **جواب:** قرآن میں شبیرؓ کے والدِ ماجدؓ کا ذکرِ صریح نہیں تو حضرتِ شبیرؓ کی شہادت یا ماتم کا کیسے؟ دلیل مدعی اور مثبت سے مانگی جاتی ہے۔ تو آپ کو ماتمِ شبیرؓ پر صریح دلیل دینی چاہیئے۔ نفی کرنے والے سے نہیں مانگی جاتی۔ جب شبیرؓ کی جماعت سے افضل جماعت نبیؐ کے شہداءِ احد کے لیے حکم آگیا۔ وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ۔ آپ صبر کریں اللہ کی مدد سے ہی صبر حاصل ہوگا۔ اور شہداءِ احد پر غم نہ کریں۔ نیز فرمایا وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا۔ نہ کمزور بنو نہ غم کھاؤ۔ تو شبیرؓ پر ماتم کی حرمت اور صبر کا حکم بھی یہی ہوا۔ کیونکہ نزول خاص حکم عام کو فریقین تسلیم کرتے ہیں۔ پھر اس کے مقابلے میں اشیاء میں اصل جواز کا عذرِ لنگ پیش نہیں کیا جا سکتا۔ حرمتِ ماتم پر تفصیل ٢٠٠ دلائل سے "مسئلہ عزاداری اور تعلیماتِ اہلبیت" میں ملاحظہ فرمائیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ مہر محمد میانوالوی

مراجع کتب

کتب اہل السنۃ والجماعۃ

۱۔ قرآن کریم
۲۔ صحیح بخاری
۳۔ صحیح مسلم
۴۔ جامع ترمذی
۵۔ ابوداؤد
۶۔ نسائی
۷۔ ابن ماجہ
۸۔ مؤطا امام مالکؒ
۹۔ مشکوٰۃ
۱۰۔ مرقاۃ
۱۱۔ مسند احمد
۱۲۔ مستدرک حاکم
۱۳۔ نیل الاوطار شوکانی
۱۴۔ الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ
۱۵۔ کنز العمال
۱۶۔ سیرت ابن ہشام
۱۷۔ سیرت النبیؐ علامہ شبلیؒ
۱۸۔ الفاروقؓ
۱۹۔ تاریخ طبری
۲۰۔ تاریخ اسلام اکبر خان نجیب آبادی
۲۱۔ البدایہ والنہایہ
۲۲۔ تاریخ ابن خلدون
۲۳۔ تاریخ الخلفاء للسیوطی
۲۴۔ طبقات ابن سعد
۲۵۔ تفسیر ابن کثیر
۲۶۔ ابن الاثیر
۲۷۔ تفسیر جلالین
۲۸۔ تفسیر معارف القرآن
از مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ۔
۲۹۔ تفسیر آیات قرآنی
۳۰۔ تفسیر الاتقان
۳۱۔ تفسیر مظہری
۳۲۔ بذل القوۃ فی سنی النبوۃ
از علامہ محمد ہاشم سندھی
۳۳۔ شرح مسلم للنووی
۳۴۔ حلیۃ الاولیاء
۳۵۔ اعلام الموقعین
۳۶۔ مالابد منہ
۳۷۔ فتاویٰ شامی
۳۸۔ مبسوط سرخسی
۳۹۔ فتاویٰ قاضی خان
۴۰۔ تذکرۃ الحفاظ
۴۱۔ میزان الاعتدال للذہبی۔

۴۲۔ تقریب التہذیب
۴۳۔ الوشیعۃ فی نقد الشیعۃ
۴۴۔ تحفہ اثنا عشریہ
۴۵۔ ازالۃ الخفاء
۴۶۔ حقیقت مذہب شیعہ
۴۷۔ عترت رسول
۴۸۔ عدالت حضرات صحابہ کرامؓ
۴۹۔ مسند اہل بیت
۵۰۔ رسالہ تحریف القرآن
۵۱۔ حسن العقیدہ از شاہ ولی اللہ
۵۲۔ زاد السعید
۵۳۔ فضائل درود شریف
۵۴۔ راہ سنت
۵۵۔ بیاض ترمذی از علامہ صفدر
۵۶۔ حدیث ثقلین
۵۷۔ مصباح اللغات
۵۸۔ فیروز اللغات
۵۹۔ افادات بنگش
۶۰۔ بوستان سعدیؒ

کتب شیعہ

۱۔ کافی کلینی مکمل
۲۔ رجال کشی
۳۔ نہج البلاغۃ
۴۔ تہذیب الاحکام
۵۔ الاستبصار
۶۔ من لا یحضرہ الفقیہ
۷۔ ترجمہ مقبول
۸۔ حیات القلوب
۹۔ جلاء العیون
۱۰۔ مجالس المومنین
۱۱۔ کشف الغمہ
۱۲۔ صحیفہ کاملہ
۱۳۔ اصول الشریعہ فی عقاید الشیعہ
۱۴۔ میں شیعہ کیوں ہوا
۱۵۔ ہزار تمہاری دس ہماری
۱۶۔ تفسیر منہج الصادقین
۱۷۔ منتہی الآمال
۱۸۔ توضیح المسائل
۱۹۔ حق الیقین مجلسی
۲۰۔ تاریخ الخمیس بحوالہ عترت رسول
(فیض عالم صدیقی)
۲۱۔ نہج البلاغۃ مع شرح فیض الاسلام نقوی
۲۲۔ سعادۃ الدارین
۲۳۔ کتاب خصال لابن بابویہ
۲۴۔ احتجاج طبرسی

مطالعہ کے بعد آپ کا فریضہ

- اگر آپ علماء اور مذہبی اسکالرز ہیں تو اپنی مضبوط تنظیم بنا کر اصل کتب سے فوٹو اسٹیٹ حوالہ جات کے ذریعے وفاقی شرعی عدالت، سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ سے قرآن و سنت اور نظام خلفاء راشدینؓ کی روشنی میں شرعی فتویٰ طلب فرمائیں۔
- اگر آپ سرکاری ملازم اور انتظامی عہدیدار ہیں تو ہر فریق کی ہر قسم کی عبادت کو اس کی واحد عبادت گاہ مسجد یا امام باڑہ میں محدود کرائیں فرقہ وارانہ جلوس بند کرا دیں۔
- اگر آپ حاکم اعلیٰ ہیں تو فرقہ شیعہ کی صحیح مردم شماری کرا کر سرکاری ملازمتوں کا کوٹہ دیں اہم کلیدی اسامیوں پر خلفاء راشدینؓ کے تابعدار سنی مسلمانوں کو فائز کریں
- اگر آپ نمبردار با اثر چوہدری اور خاندان کے سربراہ ہیں تو اپنے لوگوں کو فتنہ رفض سے بچائیں اور ان کی شر انگیز رسوم کو اپنی حدود میں پابند کرائیں باطل کا ڈٹ کر مقابلہ کرنا اسلامی جہاد ہے۔
- اگر آپ سیاسی سربراہ ہیں تو پارٹی منشور میں نظام قرآن و سنت اور خلافت راشدہؓ کے پر امن عدل کو اولیت دیں اور کارکنوں کا انتخاب و تربیت اسی جذبے سے کریں۔
- اگر آپ عام سنی مسلمان ہیں۔ تو نماز کی پابندی کریں۔ حرام کاموں اور روافض کی فرقہ وارانہ رسموں سے بچیں اپنی تنظیموں کو مضبوط کریں۔ ووٹ صرف اسلام و صحابہؓ افراد کو دیں۔ خدا آپ کی امداد فرمائے۔

ملنے کے پتے:

محمد رمضان میمن معرفت ہلال بک ہاؤس صدر کراچی

کتب خانہ رشیدیہ - راجہ بازار - راولپنڈی

مکتبہ فاروقیہ حنفیہ - عقب فائر بریگیڈ - اردو بازار گوجرانوالہ

مدینہ کتاب گھر - اردو بازار گوجرانوالہ

عمران اکیڈمی - 40/B اردو بازار لاہور

مکتبہ قاسمیہ 17 - اردو بازار - لاہور

مکتبہ اسلامیہ - گلی مہاجرین - تلہ گنگ